بسم اللہ الرحمن الرحیم

فریقین کے عقائد کا تحلیلی جائزہ

(ترجمہ فی رحاب العقیدۃ)

مولف

آیت اللہ العظمی سید محمد سعید طباطبائی حکیم (مد ظلہ العالی)

ترجمہ : مولانا شاہ مظاہر حسین

دوسری جلد

ناشر : انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی (قم ایران)

پہلاایڈیشن سنہ 1428 ھ مطابق سنہ 2007 ء سہ 1326 ھ شمسی

عرض ناشر

خدا وند متعال کی لامتناہی عنایتوں اور ائمہ معصومین کی لاتعداد توجہات کے سہارے آج ہم دنیا میں انقلاب تغیر مشاہدہ کررہے ہیں وہ بھی ایسا بے نظیر انقلاب اور تغیر جو تمام آسمانی ادیان میں صرف دین " اسلام" میں پایا جاتا ہے

گویا عصر حاضر میں اسلام نے اپنا ایک نیا رخ پیش کیا ہے یعنی دنیا کے تمام مسلمان بیدار ہوکر اپنی اصل ،(اسلام) کی طرف واپس ہورہے ہیں اور اپنے اصول وفروع ی تلاش کررہے ہیں-

آ ز ایے انقلاب وتغیر کی و ۔ کیا ہو کتی ہے ؟ سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ہم اس بات پر ز ور کریں کہ اس و اس کے آثار تمام اسلامی ممالک حتی مغربی دنیا میں بھی رونما ہوچکی ہے ۔اور دنیا کے آزاد فکر از ان تیزی کے ساتھ اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیںاور اسلامی معارف اور اصول سے واقف اور آگاہ ہونے کے طالب ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا والوں کو ہرروز کونسا جدید پیغام دے رہا ہے ؟

ایے ح اس اور نازک موقعوں پر ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کوکسی قسم کی کمی اور زیادتی کے بغیر واضح الفاظ، قابل درک ، سادہ عبارتوں اورآسان انداز مین وام بلکہ دنیا والوں کے سامنے پیش کریں اور جو حضرات اسلام اور دیگر مذاہب سے آشنا ہونا چاہتے ہیں ہم اسلام کی حقیقۃ بیانی سے ان کی صدیوں ی پیاس بجھادیں اور کسی کو اپنی جگہ کوئی بات کہنے یا فیصلہ لینے کا موقع نہ دیں۔

لیکن اس فرق کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ان سے تال میل نہ رکھا جائے یا ان کا نزدیک سے تعاون نہ کیا جائے ہونا تو یہ چاہیئے کہ تمام مسلمان ایک ہوکر ایک دوسرے کی مدد کریں اور اپنے اس آپسی تعاون اور تال میل کے سہارے مغرب کی ثقافتی حملوں کا جواب دیں اور اپنی حیثیت اور وجود کا اظہار کریں نیز اپنے مخالفین کو ان کے منصوبوں مین بھی کامیاب ہونے نہ دیں

سچ تو یہ ہے کہ ایسی مفاہمت ، تال میل ،مضبوطی اور گہرائی اسی وقت آ سکتی ہے جب ہم اصول وضوابط کی رعایت کریں اس سے بھی اہم یہ ہے کہ تمام اسلامی فرقے ایک دوسرے کی معرفت اور شناخت حاصل کریں تاکہ ہر ایک کی خصوصیت دوسرے پر واضح ہو ، کیونکہ صرف معرفت سے ہی سوئے تفاہم ،غلط فہمی اور بدگمانی دورہوجائے گی اور امداد ،تعاون کا راستہ بھی خودبخود کھل جائے گا۔

آپ کے سامنے موجودہ " فی رحاب العقیدہ: نامی کتاب حضرت آیت اللہ العظمی سید محمد سعید حکیم دام ظلہ کی انتھک اور بے لوث کوششوں کا نتیجہ ہے جسے اپنی مصروفیتوں کے باوجود کافی عرق ریزی کے ساتھ ، حوزہ علمیہ کھجوا بہار کے افاضل جناب مولانا مظاہر حسین صاحب نے ترجمہ سے آراستہ کیا اور حوزہ علمیہ کے ہونہار طالب افاضل نے اپنی بے مثال کوششوں سے نوک پلک سنوارتے ہوئے اس کتاب کی نشر واشاعت میں تعاول کیا ہے لہذا ہم اپنے تمام معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خداوند منان سے دعا گو ہیں کہ ہو ان تمام حضرات کو اپنے سایہ لطف وکرم میں رکھتے ہوئے روز افزوں ان کی توفیقات میں اضافہ کرے اور لغزشوں کو اپنی عفو وبخشش سے درگزر فرمائے ۔ آمین

مرکز جہانی علوم اسلامی

معاونت تحقیق

فہرست

پیش لفظ

الحمد للہ علی رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین وخاتم النبیین و علی آلہ المعصومین

بے شک خالق کائنات کی معر اور دین کی تبلیغ و ترویج از ان کا پہلا فریضہ ہے اور دین اسلام میں سب سے زیادہ اہمی عقیدہ کی ہے جس پر از ان کی سعادت و کامیابی اور نجات کا انحصار ہے جی ا کہ قرآن کریم اور احادیث پیغمبر اعظمؐ سے صاف واضح ہے کہ جن عقیدہ ہی کی بنیاد پر ملے گی عمل کے ذریعہ نہیں اور وے بھی خود عمل کا دار و مدار عقیدہ ہی پر ہے، اسی و سے دین میں عقیدہ اور عمل کی مثال درخت کی جڑ اور شاخوں سے دی جاتی ہے اور یہ بات ہر ذی عقل و شعور پر واضح ہے کہ اگر جڑ میں خرابی آجائے تو شاخیں خودبخود خشک ہوجاتی ہیں اسی بنا پر جڑ کی اہمی زیادہ ہے اور اس کا تحفظ اور خیال زیادہ رکھا جاتا ہے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکز تحقیقات نشر علوم اسلامی امام حسن عسگری علیہ السلام نے جس کی بنیاد ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۳ء کو رکھی گئی، خدم دین اور از انی عقیدہ کی صح اور پختگی کے لئے عالم جلیل و فاضل و کامل بحرالشریعہ آیۃ اللہ فی العالمین عالم تشیع کے عظیم الشان مرجع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید

محمد سعید حکیم طباطبائی گراں بہا تالیف کا اردو ترجمہ کرایا جے مرکز جہانی علوم اسلامی نے زیور طبع سے آراستہ کیا تا کہ ہر ایک کے لئے عقیدہ کی اصلاح و پختگی و تکمیل آسان ہوجائے، آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد سعید حکیم طباطبائی دنیائے عالم کے عظیم المرتبہ مرجع تشیع سید محسن حکیم طاب ثراہ کے نواسے ہیں جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے موصوف کی اس کے علاوہ بھی دیگر کتابیں زیر طبع ہیں جو انشااللہ عنقریب خدا کی توفیق و مدد اور آپ حضرات کی دعا سے منظر عام پر آجائیں گی،ادارہ بصد خلوص شکر گزار ہے آیۃ اللہ کا جنہوں نے اس گراں بہا تالیف کے ذریعہ سے قوم کی بے لوث خدمت کی اور ان محترم و کرم علماء و فضلاء مولانا مظاہر شاہ صاحب و مولانا کوثر مظہری صاحب مولانا سید نسیم رضا صاحب کا جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ و تصحیح کے ذریعہ ادارہ کا تعاون فرمایا ہم اس خدمت دین میں آپ حضرات کے نیک مشوروں کے خواہاں ہیں۔

آخر کلام میں خدائے مہربان سے دعاگو ہیں کہ ہمیں خلوص اور صدق نیت کے ساتھ خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

سید نسیم رضا زیدی

مرکز تحقیقات نشر علوم اسلامی امام حسن عسکریؑ قم المقدسہ ایران

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی تعریف اور اشرف انبیاؐ اور آپ کی آلؑ پاک اور اصحاب کرمین پر درود و سلام کے بعد،علامہ عالی قدر جناب سید محمد سعید الحکیم صاحب خداوند عالم آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کی عمر طولانی فرمائے.

السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاته

آپ نے میرے سوالوں کے جواب بھیجے وہ مجھ تک پہنچے،آپ نے جواب دینے میں بڑی محنت کی ہے،ہم آپ کے بےحد شکرگذار ہیں کہ آپ نے جواب دینے کی ذمہ داری قبول فرمائی اور کشادہ دلی سے کام لیا۔اس سے یہ فائدہ ہوا کہ سنّی اور شیعہ کے درمیان علمی گفتگو کا ایک دروازہ کھلا جو بہت اہم بات ہے،خاص طور سے شیعوں کے شرعی معاملات کو ان کے تصورات کے اعتبار سے سمجھنے کا موقعہ ملا جس کی وجہ سے تاریکی زائل ہوگئی اور اہل سنّت ،شیعہ مذہب کی جو غلط تفسیریں کرتے ہیں وہ بات معلوم ہوگئی اب سنّی حضرات،شیعوں کے بارے میں نظر ثانی کرنے پر مجبور ہوگئے اور انھیں انصاف کی نظر سے دیکھنے لگے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ موضوع کتنا اہم ہے

معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ آپ نے جو جوابات دیئے ہیں اس کی کچھ تعلیقات بھی ہیں لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں ان کا جواب بھی بہت جگر کاوی چاہتا ہے،اس لئے کہ آپ کے دیئے ہوئے

جوابوں کو بہ   تو ہ سے پڑھنے کی ضروت ہے،ہمارے شہر کے سنّی علما کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا بھی نظریہ۔ اس گفتگو اور جواب کے بارے میں یہی ہے،میں دوسرے خطوں سے آپ کے علم میں ان کے نظریات لانے کی کوشش کروں گا،البتہ اس و   کچھ دوسرے سوالات جن کا لگاؤ نفس ہدف سے ہے آپ کی خدمہ میں پیش کئے جاتے ہیں اور امید کرتا ہوں کہ جناب عالی ان کا جواب مرحمہ فرمائیں گے،جس سے آپ کا نقطہ نظر واضح ہوسکے.

آ ز میں ایک ضروری بات کی طرف متو ہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ غدیر کے بارے میں جو سوال میں نے کیا تھا اس میں ایک بہ ضروری بات رہ گئی جو بیعہ کی بات تھی

اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ غدیر میں مولائے کائنات علی علیہ السلام کی بیعہ واقع ہوئی تھی یا نہیں؟واقعہ غدیر کے بارے میں تو مجھے معلوم ہے کہ اہل سنّہ کی کتابیں خصوصی طور پر اس واقعہ کے ذکر سے بھری پڑی ہیں امید کرتا ہوں کہ اس موضوع پر بھی آئندہ خطوط میں آپ تو ہ فرمائیں گے۔

الحمداللہ آپ کے جوابات بےمقصد نہیں ہیں،بلکہ ان سے فائدہ جلیلہ حاصل ہورہا ہے آپ کے جواب دینے کا طریقہ بہ اچھا ہے اور ترتیب بےمثال ہے خصوصاً اس کے لئے جو ایے سوالوں کا جواب دے رہا ہو،آ ز میں التماس ہے کہ آپ اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھیں گے میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق عطا فرمائے تا کہ میں اس کے محبوب و پسندیدہ راہ پر گامزن اور مسلمانوں کی بھلائی کے کام کر کوں.

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

سوال نمبرا

قرآن مجید کے متعلق شیعوں کا کیا نظریہ ہے کہ قرآن کریم جب امت محمدؐ یہ کے حالات پر نظر ڈالتا ہے اور اللہ کے نزدیک ان کے درجات اور مقام و منزلت کو تعین کرتا ہے اور انھیں دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے!

ایک قسم وہ جو زمانے سے محدود ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر سابقون،اوّلون کا اطلاق ہوتا ہے چاہے وہ انصار میں سے ہوں یا مہاجرین میں سے اور عام طور سے صحابہ و غیرہ کا لفظ قرآن اور حدیث میں جہاں بھی آیا ہے اس سے یہی سابقون اوّلون مراد ہیں چاہے یہ لوگ ان کی پیروی کریں یا نہ کریں،اللہ بہرحال ان سے راضی ہے.

دوسری قسم وہ ہے جن کے لئے اتباع بالاحسان کی شرط رکھی گئی ہے،حالانکہ ان میں بھی اکثر افراد پر قرآن مجید کی زیر نظر آیت کے دوسرے حصے میں((صحابہ،لفظ کا اطلاق ہوتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ:((اور سابقوں اوّلون کے مہاجر و انصار اور وہ لوگ جنھوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں،ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے گئے ہیں جن میں نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے))

(سورہ توبہ آیت۱۰۰)

تو پھر اگر ان سابقون اولّون میں سے کسی کے بارے میں کوئی ایسی بات منقول ہو جس میں ان کا گناہ،نافرمانی،حق کی مخالفت یا بدبختی ثابت ہو تو کیا ہم متاخرین کے لئے یہ صحیح ہے کہ ہم اپنی زبان کو ان کے بارے میں آزاد چھوڑدیں؟(اور جو منھ میں آئے کہہ ڈالیں)جب کہ سنّت نبویؐ کا فیصلہ ہے کہ ہم ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی اس صحابہ کی اس فعل قبیح میں پیروی کرتے ہیں جس کی برائی ظاہر ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس صحابی کی منزلت جو اللہ کے نزدیک ہے اس کا مسئلہ اللہ پر چھوڑدیں اس لئے کہ اللہ ہی ان کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہے جیسا کہ حاطب ابن ابی لتعہ کے واقعہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے،جب پیغمبرؐ نے حاطب کو برا کہنےوالے کو یہ کہہ کر خاموش کردیا کہ:

اللہ اصحاب بدر سے اچھی طرح واقف ہے))اس نے فرما دیا ہے کہ میں نے تمہیں معاف کردیا ہے اب تم جو چاہو کرو.

سوال نمبر۔۲

ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ صحابہ کے اندر کچھ کمزوریاں پائی جاتی تھیں،مثلاً ذاتی تنازعہ،کسی مصلحت کی بنا پر ایک صحابی کا دوسرے صحابی پر تشدد بلکہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے رشک و حسد میں بھی گرفتار تھا اور یہی حالات اس قول کو محال قرار دیتے ہیں کہ صحابہ بشری کمزوریوں سے پاک تھے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہے جبکہ وہ بہت سی غلطیاں کرچکے ہیں اور خدا کی رضا کسی وقت سے مخصوص نہیں ہے۔مثلاً صرف نبیؐ کے زمانے ہی میں انھیں یہ رضا حاصل نہیں تھی بلکہ یہ حصول رضا مطلق اور عام ہے اور بغیر کسی نص شرعی کے اس رضا کی حدوں سے کسی کو باہر نہیں کیا جاتا،پھر شیعہ علماء اس بات کے قائل کیوں نہیں ہوجاتے کہ عمر و ابوبکر اور عثمان کا خلافت پر علیؑ کی موجودگی میں قبضہ کرنا انھیں بشری کمزوریوں کا تقاضا تھا جن کا مواخذہ شرعی طور پر ضروری نہیں ہے یا اس وجہ سے تھا کہ کچھ دوسرے امور تھے جن کی بنیاد پر خلافت کے معاملے میں یہ آپس میں راضی ہوگئے تھے جب کہ شیعوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مولائے کائناتؑ کلافت کے زیادہ مستحق تھے،(وہ اپنے اس عقیدہ پر باقی رہیں تو کوئی حرج نہیں لیکن خلفائے ثلاثہ کے فعل کی مندرجہ بالا توجیہ کر کے انہیں قبول کرلیں۔)

سوال نمبر۔۳

شیعہ و سنی دونوں فرقے ان معاملات میں جو صدر اسلام میں واقع ہوئے مولائے کائنات اور النبی امام حسنؑ کی سیرت پر کیوں نہیں عمل کرتے یعنی ہم ان باتوں کا اقرار کریں جن کا ان حضرات نے اقرار کیا اور ان باتوں کا انکار کریں جن کا ان حضرات نے انکار کیا تھا اور اس طرز عمل کو ضرور سمجھیں:

۱۔ابوبکر کی خلافت کا امام علیؑ کی جانب سے اقرار۔۲۔ابوبکر کے ذریعہ خلافت کے لئے عمر کی تنصیب کا اقرار۔۳۔شوری کا اقرار اور شوری کی ایک فرد ہونے پر رضایت۔۴۔معاویہ کا شام کی ولایت پر عدم اقرار۔اس لئے کہ حضرت علیؑ اسے اس کام کے لئے نااہل سمجھتے تھے باوجودیکہ اسے برطرف کرنے سے اسلامی سماج میں بہت سی خرابیاں پیدا ہورہی تھیں۔

سوال نمبر۔۴

کیا جمہور کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مولائے کائنات کی بیعت پر واضح نص شرعی کی موجودگی میں(اگر وہ موجود ہو)اس سے غافل رہے ہوں جبکہ ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے معین کئے گئے ہو کہ انھیں اچھی باتوں کا حکم دو اور برائیوں سے روکو[1]

سوال نمبر۔۵

کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ عالم اسلام اس دن سے غمگین ہے جب سے اسلامی خلافت کا انہدام ہوا اور اس غم میں دونوں برابر کے شریک ہیں،چاہے سنی ہوں یا شیعہ،تو پھر کیوں نہ کسی ایسے شخص کی تنصیب،خلافت کے لئے واجب قرار دی جائے جو امت کے مصالح کے مطابق کام کرے

(آل عمران آیت۱۱۰)

خصوصاً اہل سنۃ تو آج کل خلافت سے محروم ہیں لیکن آپ شیعہ حضرات بھی اس دور غیبت میں سنیوں کی طرح قیادت سے محرومی کا احساس کررہے ہیں اور ایسے شخص کی ضرورت محسوس کررہے ہیں جو امت کے مصالح کو قائم اور باقی رکھے کیا آپ کی نظر میں اس کا حصول ممکن ہے اور اس امر کے حصول کے لئے کوشش کی جانی چاہیے؟

سوال نمبر۔۶

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ابوبکر کو اس وقت امامت کا حکم دیا جب آپ خود مرض کی شدت کی وجہ سے لوگوں کی امامت نہیں کرتے تھے،اس سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ اپنے بعد خلافت ابوبکر پر راضی تھے؟

سوال نمبر۔۷

کیا یہ صحیح ہے کہ انسانی زندگی کے مسائل اور ضروریات دین کا علم صرف ائمہؑ سے مختص ہے حالانکہ خدا کہتا ہے((آج ہم نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا اور تم پر نعمتوں کو منزل کمال تک پہنچا دیا اور تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہوگیا))(سورہ مائدہ: آیت۳)

سوال نمبر۔۸

اہل سنّت اور شیعہ دونوں فرقے قرآن کی حجیت اور اس کی قطعیت صدور پر متفق ہیں اختلافات سنّت میں ہے اس لئے کہ دونوں کےنزدیک سنّت کا مصدر مختلف ہے۔

سنی صرف ان حدیثوں کولیتے ہیں جو ثقہ راویوں کے ذریعہ پیغمبرؐ سے روایت کی گئی ہیں اور بس،جب کہ شیعہ ائمہ البیتؑ سے بھی حدیثیں لیتے ہیں چاہے ان کا زمانہ رسول خداؐ سے کتنی ہی دور ہو اس لئے کہ وہ اماموں کی عصمت کے دعویدار ہیں حالانکہ جو لوگ اماموں سے روایت لینےوالے ہیں وہ

سب کے سب سنیوں کے راویوں کی طرح غیر معصوم ہیں،پھر شیعہ حضرات سنیوں کی کتابوں کو قابل اعتماد کیوں نہیں سمجھتے خصوصاً وہ شیعہ رواۃ جو ثقہ سے روایت لینے کے قائل ہیں چاہے وہ ان کے مذہب کا مخالف ہی کیوں نہ ہو یا اس کی روایت شیعہ مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ بات کہ سنی بھی شیعہ راویوں کی طرف کیوں نہیں رجوع کرتے؟مناسب نہیں ہے اس لئے کہ سنی صرف پیغمبرؐ سے روایت اخذ کرتے ہیں اور وہ عصمت ائمہؑ کے قائل بھی نہیں ہیں؟

سوال نمبر-۹

شیعوں کے اصول دین میں خبر آحاد پر عمل نہیں کیا جاتا جب کہ اماموں کی تشخیص تواتر سے ثابت نہیں ہے پس اگر امام کی تشخیص خبر آحاد کے ذریعہ ہو تو اس پر عمل واجب نہیں ہوگا اور غیر مشخص امام کی پیروی جائز نہیں ہے

(عبدالکریم)

عمان،اردن

۷/ دسمبر ۲۰۰۰سنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کی تعریف اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور آپ کی آل پاک پر درود و سلام اور روز قیامت تک ان کے تمام دشمنوں پر لعنت کے بعد:

السلام علیکم

محترم کریم بھائی.........خدا آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے میری دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کو اور آپ کے تمام دینی بھائیوں کو توفیقات عنایت فرمائے اور آپ حضرات کو اپنے پرہیز گاروں میں قرار دے۔

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُوْلَئِكَ هُمْ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ

ترجمہ آیت:(وہ لوگ جو تمام باتیں سن کے ان میں سے سب سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی لوگ سمجھدار ہیں))۔[1]

میری دعا ہے کہ خداوند عالم اپنی رحمت کے فیضان سے آپ کی دین و دنیا میں اصلاح کرے اور آخرت اور معاد میں بھی بھلائی عنایت فرمائے بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور مومنین کا سرپرست ہے۔

آپ کا گرامی نامہ ملا اور مجھے پڑھکے بہت خوشی ہوئی جب یہ معلوم ہوا کہ ہماری گفتگو حقیقت کی

---

(۱)سورہ زمر آیت۱۸.

پردہ کشائی میں نفع بخش ہے اور غموض(اگر ہے)تو چھٹ رہا ہے اور مجھے بہرحال امید و اطمینان ہے کہ میں نے جواب میں بہت وضاحت سے کام لیا ہے اور صاف گوئی کا جو اہتمام کیا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہےیہ بات ہماری سابقہ گفتگو سے آپ پر ظاہر ہوچکی ہوگی اور اس گفتگو سے بھی انشاءاللہ تعالی یہ بات سمجھ میں آجائے گی۔

تلاش حقیقت کے وقت جستجو کے حق کو ادا کرنا ضروری ہے

ہم لوگ اس وقت ایک ایسے مسئلہ کو موضوع گفتگو بنانے جارہے ہیں جس میں دھیرے دھیرے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے تاکہ حقیقت معلوم ہوجائے اور حقیقت تک پہنچا جاسکے ہمیں چاہیئے کہ سختی سے اس بات کی پابندی کریں کہ ہر حال میں بحث و تحقیق کا حق ادا ہوتا رہے اور ہم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں کیں اس لئے کہ جو بات معلوم نہیں ہے اس کے مقابلے میں معلومات پر عمل کرنا کافی ہے[1]اور علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے درخت بغیر ثمر کے[2]جیسا کہ رسولؐ و آل رسولؐ سے وارد احادیث میں آیا ہے۔معرفت اگر عمل سے خالی ہو تو صاحب معرفت کو نقصان پہنچا سکتی ہے،اس لئے کہ معرفت یا تو اس پر حجت تمام کردیتی ہے یا اتمام حجت کو مزید پختہ کردیتی ہے دونوں ہی صورت میں اس کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ جس حقیقت کو اس نے سمجھ لیا ہے اس پر سختی سے عمل کرے اور خدا کی طرف سے جو فرض ہے وہ اس کا مطالبہ بھی کرے گا اس کا حساب بھی ہوگا

(لَایَنفَعُنَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا)[3]

ترجمہ آیت:(جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لائے گا یا مومن ہونے کی حالت میں نیک کام نہیں کئے ہوگا تو اس کا ایمان اس کے لئے مفید نہیں ہوگا))۔

---

(۱)توحید شیخ صدوق،ص۴۱۶اوربحارالانوار،ج۲ص۲۸۱ اور نورالبراہین،ج۲ص۳۴۷

(۲)عیون الحکمہ و الواعظ،ص۳۴۰ اور محاسبۃ النفس،ص۱۶۶ (۳)سورہ انعام آیت:۱۵۸

حساب کا دن تو اچانک آئے گا پہلے سے خبر نہیں دی جائے گی اس لئے حساب کے لئے تیار رہنا اور اس کے خطروں سے حفاظت کا انتظام کرنا بہت ضروری ہے،خدا کے سامنے بری الذمہ ہونے کے لئے کوئی عذر ہونا ہی چاہئے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں آپ کو بغیر بصیرت اور دلیل کے کسی خاص مسلک کو اختیار کرنے کی دعوت دے رہاہوں اس لئے کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً

ترجمہ آیت:((جس چیز کے بارے میں نہیں جانتے اس کے پیچھے مت پڑا کرو اس لئے کہ کان آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جائے گا،سب کے بارے میں پوچھا جائے گا))۔(1)

بلکہ میرا مطلب یہ ہےکہ بحث کرنےوالا جذباتیت سے آزاد رہے اور ہٹ دھرمی اور بیکار کی بحث سے پرہیز کرے،جس حقیقت کے بارے میں بحث کر رہا ہے اس کے لئے اپنی بصیرت اور اپنے ضمیر کو حاکم بنائے جب وہ اس حقیقت تک پہنچ جائے اور بات اس کے سامنے واضح ہوجائے تو اس کے حق کو ادا کردے تا کہ خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکے۔

لیکن حق کب اور کیسے واضح ہوگا؟تو اس کی ذمہ داری خود بحث کرنےوالے پر عائد ہوتی ہے کہ پہلے وہ اپنے وجدان سے حق کی صحیح تعریف کرے اس لئے کہ

بَلِ الْإِنسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ

ترجمہ آیت:((انسان تو اپنے آپ سے خوب واقف ہے))۔(2)

اس کے بعد خداوند عالم،حاکم و عادل ہے چاہے انسان کے حق میں فیصلہ دے چاہے اس کے خلاف۔

---

(۱)سورہ اسراءآیت۳۶

(۲)سورہ قیامت آیت۱۴

میں خدا سے اپنے لئے اور آپ کے لئے توفیق و تسدید کا سوال کرتا ہوں اور ہراس آدمی کے لئے یہی دعا ہے جو حق کو پہچاننے کا اور اس تک پہنچنے کا حوصلہ رکھتا ہے اور حق کو پہچان کر اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے۔

آخر کلام میں ایک خاص بات کی طرف آپ کو متوجہ کرانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ غدیر کے متعلق سوال میں ایک لفظ رہ گیا تھا وہ ہے واقعہ بیعت غدیر،اصل میں اشکال واقعہ بیعت پر ہے نہ کہ واقعہ غدیر پر،اس لئے کہ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ واقعہ غدیر کے تذکرہ سے تو اہل سنّت کی کتابیں بھری پڑی ہیں میں امید کرتا ہوں کہ آپ آئندہ خط میں اس موضوع پر روشنی ڈالیں گے،خدا کا شکر ہے کہ آپ کی کوششیں ضائع نہیں ہو رہی ہیں بلکہ اس کے فوائد دیکھنے میں آرہے ہیں،اس لئے کہ آپ کے اس جواب کا طریقہ اور ترتیب اس شخص کے لئے نادرالوجود ہے جو اس طرح کے سوالوں کا جواب دیتا ہو۔

آخر میں آپ سے امید کرتا ہوں کہ میرے لئے خدا سے دعا کریں گے مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ ہمیں اپنے محبوب اور پسندیدہ اور مسلمانوں کے لئے خیر کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین

اگر آپ بیعت سے یہ سمجھتے ہیں کہ غدیر میں لوگ نبیؐ کی خدمت موجود تھے اور آپ کا خطبہ سن رہے تھے انھوں نے اپنے ہاتھ کو علیؑ کے ہاتھ سے مس کرتے ہوئے مضمون خطبہ کے اقرار کا ثبوت دیا یعنی بیعت سے مراد غدیر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے تو اس بات کو نہ شہرت حاصل ہے اور نہ اس کے لئے دعوائے تواتر کیا گیا ہے،سنّیوں کی بات تو چھوڑیئے شیعوں کے یہاں بھی اس کے تواتر کا دعویٰ نہیں پایا جاتا ہے۔

سنّی اور شیعہ روایتوں میں ہاتھ میں ہاتھ دینے کے معنی میں بیعت کا تذکرہ

واقعۂ بیعت کو شیعوں نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے علامہ مجلسیؒ نے ان میں سے کچھ لوگوں کا ذکر کیا ہے[1]جیسے علامہ طبری حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور سلسلۂ نبی تک پہنچتا ہے کہ اس موقعہ پر حضورؐ نے ایک طویل خطبہ دیا اور مولائے کائناتؑ کی ولایت پر نص کرنے کے بعد فرمایا(اے لوگو تم بہت زیادہ ہو اور میرے لئے ایک ہاتھ پر بیعت کثرت افراد کی وجہ سے ممکن نہیں ہے مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمہاری زبانوں سے علیؑ کے بارے میں مومنین پر جو امارت طے ہوئی ہے اس کا اقرار اور ان لوگوں کی امامت کا اقرار لےلوں جو مجھ سے اور علیؑ کے بارے میں مومنین پر جو امارت طے ہوئی ہے اس کا اقرار اور ان لوگوں کی امامت کا اقرار لےلوں جو مجھ سے اور علیؑ سے آئندہ زمانے میں امام ہونےوالے ہیں اس لئے کہ میں تمہیں پہلے بتاچکا ہوں کہ میری ذریت علیؑ کی صلب میں ہے تو تم سب مل کر کہو کہ ہم لوگ سننے والے،اطاعت کرنےوالے،راضی رہنےوالے اور

---

(۱)بحارالانوار،ج۳۷باب۵۲ص۱۳۸،۱۳۳،۱۱۹

پیروی کرنےوالے ہیں اس چیز کے بارے میں جو آپ نے علیؑ کے بارے میں اور ان کی صلب سے ہونےوالے اماموں کے بارے میں اپنے اور ہمارے رب کی طرف سے ہم تک پہنچائی ہے ہم اس بات پر دل،جان،زبان اور ہاتھ سے آپ کی بیعت کرتے ہیں،اے لوگو!ایسی بات کہو جس سے خدا تم سے راضی ہو اور یاد رکھو کہ اگر تم اور روئے زمین کے تمام لوگ سب کے سب کافر ہوجائیں تو اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا،پروردگارا!تمام اہل ایمان کو معاف کردے اور کافرین پر غضب نازل فرما۔

(والحمدللہ ربّ العالمین)

امام ابوجعفرؑ فرماتے ہیں کہ(خطبہ سن کے)لوگوں نے آواز دی ہم نے سنا ہم اللہ اور رسول اللہؐ کے امر کی اپنے ہاتھ زبان اور دل سے اطاعت کا عہد کرتے ہیں پھر لوگوں نے پیغمبرؐ اور علیؑ کے پاس ہجوم کیا اور اپنے ہاتھ سے بیعت کرنے لگے....)[۱]

علامہ مجلسیؒ نے مذکورہ بالا روایت کو علامہ طبرسیؒ سے لیا ہے پھر فرمایا ہے کہ مخالفین کے علما میں احمد بن محمد طبری نے اس روایت کو لکھا ہے اور ہم نے انہیں سے اپنی کتاب کشف الیقین میں یہ روایت نقل کی ہے[۲]اسی طرح علامہ شیخ امینیؒ نے بھی جہاں مبارک بادی کا تذکرہ کیا ہے اور مبارک بادی کو بعض علما جمہور سے نقل کیا ہے وہیں یہ بھی[۳]کہا ہے کہ بیعت کی بات بھی ان لوگوں نے روایت کی ہے۔

گر یہ تمام باتیں حد تواتر تو نہیں پہنچی اور میرا خیال ہے کہ کسی نے تواتر کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے گر یہ کہ وہ ہم سے مخفی معلومات پر مطلع ہو۔

---

(۱)احتجاج، ج۱ص۸۲سے۸۴تک،یوم الغدیر علی الخلق کلھم و فی غیرہ من الایام بولایۃ علی بن ابی طالب علیہ السلام اور اس کے بعد

(۲)(بحارالانوار،ج۳۷ص۲۱۸باب۵۲نصوص کے باب میں جو دلالت کرتی ہیں اور بعض وہ دلیلیں جو اس پر قائم ہیں،امیرالمومنینؑ کی امامت پر عام و خاص طریقہ سے)

(۳)الغدیر،ج:۱ص:۲۷۰۔۲۷۱

اقرار ولا۔ اور قبول ولا۔ کے معنی میں بیعت ثا۔ ہے

یہ بات بعید از فہم نہیں ہے کہ بیعۃ سے مراد شاہدین خطبہ کی طرف سے قبول ولایت کا اعلان اور اذعان ہو،کیوں کہ خطبہ میں ولایت امیرالمومنینؑ فرض کی گئی ہے،سابقہ حدیث بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے،اس لئے کہ اکثر لوگ بیعۃ کا یہی مطلب سمجھتے ہیں۔ہر دور میں مسلمانوں کی سیرت رہی ہے کہ خلیفہ جدید کے لئے عام از انوں کی بیعۃ محض اس کی خلافت کو تسلیم کر لینا ہے اور اس کی قیادت کو مان لینا ہے بیعۃ کا شرف تو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے،وہ لوگ جو صاحب مرتبہ ہوتے ہیں انھیں کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے اقرار کا اعلان خلیفہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کریں،ورنہ مذکورہ بالا معنی میں بیعۃ تو واقعہ غدیر میں حاصل ہوچکی تھی۔

اس لئے کہ جو لوگ نبیؐ کے خطبہ میں حاضر تھے اور علیؑ کے بارے میں اعلان ولایت کے شاہد تھے اگر ان میں سے کسی نبیؐ کی تردید کی ہوتی یا نبیؐ پر اعتراض کیا ہوتا تو بات چھپی نہیں رہتی ظاہر اور واضح ہوجاتی،یہ امر یقینی ہے تاریخ اس کو نقل کرتی ہے،جیسا کہ حارث ابن نعمان فہری کے معاملے میں ہوا جس کا ذکر میں نے آپ کے ساتویں سوال کے جواب میں حدیث غدیر کے ذیل میں کیا ہے یا جیسا کہ تہنیت کے بارے میں حدیثوں کا ایک لمبا سلسلہ ہے کہ حاضرین نے امیرالمومنین علیہ السلام کو ولایت کی تہنیت دی،علامہ شیخ امینیؒ نے اہل سنت کی ساٹھ۶۰کتابوں سے اس کا حوالہ دیا ہے۔

خاص طور سے وہ حدیثیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور نے امیرالمومنینؑ کو ایک الگ خیمے میں بٹھایا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس خیمے میں جا کے امیرالمومنین علیہ السلام کو ولایت کی مبارک باد دیں[1]اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ اس طرح سے تہنیت دینے کا مطلب ہی ہے کہ مسلمان آپ کی

---

(۱)الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب،ج۱ص۲۷۱.

ولایت کا اقرار کررہے ہیں آپ کی ولایت کو تسلیم کررہے ہیں اور یہ دونوں ہی باتیں معنائے بیعت کو ادا کرتی ہیں،حاصل گفتگو یہ ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت کا قبول اور اقرار کا تلازم عادتاً خطبہ غدیر کے ساتھ ہے اور خطبہ کا تواتر یہ ہے کہ معنائے مذکور میں بیعت کو بھی تواتر حاصل ہے۔

حدیث غدیر سے استدلال بیعت پر موقوف نہیں ہے

اس کے علاوہ حدیث غدیر سے استدلال بیعت پر موقوف نہیں ہے اس لئے کہ جب خدا نے امیرالمومنینؑ کی ولایت فرض کردی اور نبیؐ نے پہنچا بھی دیا تو اب لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس کو تسلیم کریں،اس کو مانیں بیعت تو صرف اس کے توابع میں سے ہے چاہے ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس لئے کہ ولایت کا اذعان و اعلان اور اس پر عمل کا وجوب بیعت پر موقوف نہیں ہے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بیعت کا تحقق نہیں ہے یا نبیؐ نے بیعت کا مطالبہ نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ نبیؐ کی زندگی میں بیعت کا کوئی اثر بھی تو ظاہر نہیں ہوتا،وفات نبیؐ سے پہلے بیعت کی ضرورت بھی کیا تھی بیعت کی ضرورت تو وفات پیغمبرؐ کے بعد تھی اس لئے کہ وفات نبیؐ کے بعد بیعت کا مطلب ہے کہ خدا کے حکم کو مسلمان مان رہا ہے اور اس پر عمل کر رہا ہے،حالانکہ اس وقت بھی بیعت ،امیرالمومنین کی ولایت کا ثبوت نہیں ہوتی اور نہ ہی ولایت امیرالمومنینؑ پر عمل کا وجود آپ کی قیادت اور اطاعت و بیعت پر موقوف ہوتا جیسا کہ میں عرض کیا،البتہ اہل سنّت کے نزدیک ولایت و خلافت بیعت اور اس کے بعد پر موقوف ہوتی ہے،اس لئے کہ ان کے یہاں خلافت نص سے ثابت نہیں ہوتی جب تک لوگ اس کی بیعت نہ کرلیں اس لئے کہ ان کے یہاں بیعت کا کردار بہت اہم ہے اور خلافت اپنے ثبوت میں بیعت کی محتاج ہے۔

یث غدیر سے امامت و خلافت پر مزید تاکید کے لئے شیعہ بیعت پر زور دیتے ہیں

میرا خیال ہے کہ شیعہ بیعت پر اس لئے زور دیتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کی ولایت پر حدیث شریف کی دلالت موکد ہوجائے اور یہ بات پکی ہوجائے کہ مولائے کائناتؑ نبیؐ کے بعد مومنین کے ولی،ان کے امام اور خلیفہ ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جمہور مسلمین بلکہ تمام مخالفین نے بھرپور کوشش کی کہ امر ولایت کو مقام تشکیک میں ڈال دیا جائے،پہلے تو سند حدیث پر طعن کی کوشش کی لیکن حدیث غدیر اپنے اسناد و طرق کی وجہ سے تواتر سے بھی کچھ آگے تھی اس لئے کہ سند حدیث پر سوائے چند بے حیثیت افراد کے کوئی بھی طعن کرنے کی ہمت نہیں کرسکا،تب انھوں نے لفظ مولی کے اجمال کا دعوی کرڈالا،اس لئے کہ مولی کے بہت سے معنی ہیں،مولی یعنی محبّ،مولی یعنی ناصر،مولی یعنی ابن عم،و غیری یعنی مولی کا مطلب خاص طور سے اولی بالامر نہیں ہے،یہی وجہ ہے کہ شیعہ بیعت پر تاکید کرتے ہیں تا کہ بیعت کے ذریعہ یہ ثابت ہو کہ مولی بہ معنی اولی استعمال ہوا ہے اس لئے کہ مولی بہ معنی اولی بیعت کی مناسبت سے ہی ثابت ہوتا ہے کسی دوسرے معنی سے نہیں۔

یہ بات اگر چہ بہت عمدہ ہے لیکن پہلے یہ دیکھئے کہ آپ بات کس سے کررہے ہیں؟اگر آپ کی گفتگو کسی متعصب آدمی سے ہورہی ہے جو آپ سے عناد رکھتا ہے اور بات سے بات نکال کے شک پیدا کرتا ہے تو پھر بیعت والی بات بےفائدہ ہے،کیونکہ دنیا کی کوئی حقیقت ایسی نہیں ہے جس کے گرد دشمنوں نے شبہ کے تانے بانے نہ پھیلائے ہوں آپ اس سے بات ہی مت کیجئے اس لئے کہ وہ بات جھگڑے تک پہنچ جائےگی اور جھگڑے کے بارے میں حدیثوں میں نہی وارد ہوئی ہے بہتر یہ ہے کہ اس کے معاملات کو اللہ پر چھوڑ دیجئے اس لئے کہ اللہ سے جھگڑا کر کے وہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکے گا

ہاں اگر آپ کی بات کسی حق پرست اور انصاف پسند آدمی سے ہورہی ہے جو حقیقت تک پہنچنا

چاہتا ہے،چاہے جس صورت میں بھی ہو تو یہ امر اس کے سامنے بہ واضح ہے،اس لئے کہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مولا کے بہ سے معنیٰ ہیں اور سارے معانی اولیٰ میں نہیں پائے جاتے تو کافی ہے کہ مولا کو اولیٰ پر حمل کیا جائے اس لئے کہ متن حدیث میں دونوں دلیلیں موجود ہیں۔

یث غدیر سے امامت پر دلالہ کو بعض قرینے ثا. کرتے ہیں

۱۔جس طرح یہ حدیث مولا کی لفظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے،یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں،اسی طرح ولی کا بھی لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی حضورؐ نے فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کے علیؑ ولی ہیں،ظاہر ہے کہ دونوں حدیثوں میں اختلاف کی و.ہ یہ نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو جھٹلا رہی ہیں اور نہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک غلط ہے بلکہ دونوں حدیثوں کا مقصد بغیر الفاظ نص کی پابندی کے مح معنیٰ کو نقل کرنا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مولیٰ بہ معنیٰ ولی استعمال کیا گیا ہے اور ولی اس صاحب اقدار کو کہتے ہیں جو امر ولایت کا ذمہ دار ہو۔

۲۔حدیث غدیر کے جو لسلے تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں یا تواتر سے بھی آگے ہیں ان میں ولایت پر نص کے پہلے پیغمبر اعظمؐ کا ایک سوال بھی وارد ہوا ہے(کیا میں مومنین پر ان سے زیادہ اولیٰ نہیں ہوں؟)اور پھر فوراً ہی جملہ ارشاد ہوا کہ(میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں)اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مقدمۃ اولیٰ کی لفظ آئی ہے بعد میں مولیٰ کی لفظ ہے جب کہ اولیٰ سے مولیٰ کی تفسیر کی جارہی ہو،پس لزوم ذہنی یہ کہتا ہے کہ مولیٰ کو اولیٰ ہی کے معنیٰ میں لیا جائے چاہے مولیٰ کے جتنے بھی معنی ہوں لیکن دوسرے معانی کا امکان اور اولیٰ کے معنیٰ کا لزوم پایا جاتا ہے،اس کے علاوہ بھی دوسرے بہ سے داخلی اور خارجی قرینے ہیں اور ہمارے علما نے اس پر لمبی بحثیں کی ہیں شاید کہ علامہ امینیؒ نے اس لسلے میں سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر بحث فرمائی ہے[1]اور مجھے خوش ہوگی اگر کوئی

---

(۱)الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب۔ج۱ص۳۴۰تا۳۹۹

حدیثوں کی تاویل کرنےوالا اس حدیث کی تاویل اس کے مخالف معنی میں کرے پھر وہ متن حدیث کی مذکورہ معنی میں تاویل کرے،پھر دونوں کا تقابل کرکے تمام قرینوں کا احاطہ کرے اور اس کے بعد فیصلے کا اختیار اپنے وجدان اور ضمیر کو دیدے اور یہ دیکھے کہ اسکا وجدان کون سے معنی اختیار کرتا ہے۔

جو ولی ہے وہی امام ہے اور اس کی اطاعت واجب ہے

جب یہ بات مان لی گئی کہ حدیث غدیر میں امیرالمومنینؑ کے ولایت کی ضمانت لی گئی ہے اور یہ کہ آپ تمام مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ آپ کی امامت اور خلافت ثابت ہے اور آپ کی طاعت واجب ہے اس لئے کہ ولایت کا مطلب سوائے امامت کے کچھ نہیں ہوتا اور امامت بالولایۃ کمل نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت کا وجوب نہ ہو،پھر یہ دیکھیں کہ مسلمانوں پر نبیؐ کی امامت کیسے ثابت ہوئی ہے؟ظاہر ہے احادیث اور آیتوں کے ذریعہ وہی احادیث اور آیا الٰہیہ جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور کی طاعت واجب ہے،حضور مومنین کے ولی ہیں،حضور ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ اولی ہیں،(تو پھر آپ ولایت امیرالمومنینؑ کے لئے نشان بعید کیوں تلاش کررہے ہیں کیا صرف آیتیں اور حدیثیں کافی نہیں ہیں؟)پس خدا ہی عالم ہے وہی بچانے والا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اور اچھا وکیل ہے۔

سوال نمبر۔۱

شیعوں کا اس قرآنی فیصلے کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟

قرآن جن امت محمدیہ کی حالت کو پیش کرتے ہوئے ان کے درجہ بندی کرتا ہے تو انہیں دو قسموں میں تقسیم کرتا ہے۔

ایک قسم جو زمانے سے محدود ہے،یہ وہ لوگ ہیں جن پر قرآن کی زبان میں سابقون اوّلون کا اطلاق ہوتا ہے،چاہے وہ مہاجر ہوں یا انصار،عام طور پر قرآن یا حدیثوں میں جہاں صحابہ یا اس کے مثل کوئی لفظ استعمال کی گئی ہے اس سے مراد یہی سابقون اوّلون ہیں،یہ وہ قسم ہے جس سے اللہ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان کیا ہے اور اتباع بالاحسان کی شرط نہیں لگائی ہے جبکہ قسم ثانی کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔

قسم ثانی وہ ہے جس میں اتباع بالاحسان کی شرط لگائی گئی ہے،یاد رہے کہ قسم ثانی میں بہت سے افراد پر صحابہ کی لفظ کا اطلاق ہوتا ہے،آیت مذکورہ کے دوسرے حصہ میں شامل ہیں:

ارشاد ہوتا ہے:(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)[1]

ترجمہ آیت:(مہاجرین اور انصار میں جو سابقون اوّلون ہیں اور وہ لوگ جو نیکی میں

---

(۱)سورہ توبہ: آیت۱۰۰

ان کی پیروی کرتے ہیں خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں،ان کے لئے باغات تیار کئے گئے ہیں جن میں نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے)۔

تو اب سابقون اوّلون میں سے چاہے وہ انصار ہوں یا مہا.رین اگر کوئی ایسی بات منقول ہوتی ہے،(جس میں ان کے کردار کی کمـزوری ظاہر ہو)جیسے گناہ،نافرمانی،آپس کی رسہ کشی،بدبختی تو کیا یہ مناسب ہے کہ ہم جو متاخرین میں ہیں اپنی زبان کو آزاد چھـوڑیں دیـں(اور جو منھ میں آئے کہتے چلے جائیں)جب کہ سنّت نبی کا فیصلہ ہے کہ ہم ایسا نہیں کرتے اور ایسے عمل کی پیروی بھـی نہـیں کر تے جس کا فساد ظاہر ہے اور ایسے صحابی کے بارے میں منھ کھولنے سے پہلے ہم یہ دیکھ لیں کہ اللہ نے ان کو ایـک خـاص منزلـت دی ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر ہم باز رہیں،جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے معالہ سے ظاہر ہوتا ہے،سرکار دو عـالمؐ نے اس شخص پـر جـو حاطب ابن ابی بلتعہ کو برا کہہ رہا تھا یہ کہہ کر احتجاج کیا کہ خدا اہل بدر کے حالات سے تم سے زیادہ واقف ہے اور اس نے کہـہ دیـا ہے،جو چاہو کرو ہم نے تمہیں معاف کردیا ہے۔

جواب:آپ کے اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل باتیں عرض ہیں!

امر اول:قرآن مجید میں سابقون اوّلون اور نیکی میں ان کی پیروی کرنےوالوں کا تذکرہ صرف اس ایک آیت میں کیا گیا ہے۔

(سابقون اوّلون چاہے مہاجر ہوں یا انصار اور نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہـیں ان کے لئے باغات تیار کئے گئے ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی عظیم کامیابی ہے)[1]ظـاہر ہے کہـہ اس آیت شریفہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

الف:سابقون اوّلون سے خدا کی رضایت کا اعلان۔

ب:اللہ نے ان سے جنت کا وعدہ کیا ہےا ور فوز عظیم کا حکم لگایا ہے۔

---

(۱)سورہ توبہ:آیت:۱۰۰

لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ رضائے پروردگار کسی کے مرنے تک باقی رہے یعنی ۰ ا ان سے مرنے کے وقت تک راضی رہے!

اخبار بالرضا کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت اللہ نے اس کی خبر دی اس وقت وہ ان سے راضی تھا اور مخصوص وقت وہ ہے جب آیت شریفہ نازل ہوئی۔اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ رضایت ان کے مرنے تک برقرار رہی اور وہ لوگ جب مرے تو اللہ ان سے راضی تھا،اس لئے کہ مولا اپنے بندے سے اسی وقت تک راضی رہتا ہے جب تک اس کا بندہ اس کا مطیع رہتا ہے چاہے وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرکے اس کو راضی کرے،حالات کی تبدیلی کے ساتھ رضائے مولا بھی بدلتی رہتی ہے،یہ بندے کے اعمال پر منحصر ہے،ایسا ہوتا ہے کہ آج بندے کی اطاعت شعاری سے خوش ہو کے مولا راضی ہوگیا پھر بندے نے اس کی نافرمانی کی اور وہ بندے سے غضبناک ہوگیا پھر جب بندے نے توبہ کی اور اس کی اطاعت کی تو مولا خوش ہوگیا،رضا اور غضب کا معاملہ یونہی چلتا رہتا ہے،رضا کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہے اور زائل ہی نہ ہو،اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کی رضا سے ان کی نجات پر استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جنت کے وعدے کی وجہ سے سابقون اوّلون کی نجات پر استدلال

رہ گیا ان کے لئے جنت کا وعدہ اور ان کی عظیم کامیابی کا فیصلہ تو یقیناً اس سے دعوے پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور ہم اس سلسلے میں آئندہ گفتگو کریں گے،لیکن پہلے ہم مدعا تو طے کرلیں اس کے بعد دیکھیں کہ آیت شریفہ اس پر دلالت کرتی ہے یا نہیں۔

مدعا کے دو رخ ممکن ہیں

پہلی توجیہ یہ ہے کہ:(سابقون اوّلون کی سلامتی قطعی ہے اور جنت یقینی)

وجہ اول۔سابقون اوّلون قطعی طور پر آخرت میں سلامت رہیں گے اور نجات یافتہ ہونگے اور جنت حاصل کرلیں گے تو کیوں؟یا تو اس لئے کہ وہ گناہوں سے معصوم ہیں یا اس لئے کہ ان کی توبہ پر

قبولیت کا مہر لگ چکی ہے یا اس لئے کہ اللہ نے ان کو اپنی خاص مہربانی سے معاف کردیا ہے اور مغفور قرار دیا ہے،چاہے وہ گناہگاری کی حالت میں مرے ہوں۔

آیت کریمہ اس کی طرف دلالت کرتی ہے،اس لئے کہ رضا کا تذکرے کے فوراً بعد ان کے لئے جنت کی تیاری کی اور ان کی کامیابی کی خبر دی گئی،جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی سلامتی یقینی ہے،لیکن یہ بات یوں کٹ جاتی ہے کہ مندرجہ بالا وعدہ صرف سابقون اوّلون ہی سے مخصوص نہیں ہے،اس لئے کہ جو باتیں ان کے بارے میں وارد ہوئی ہیں،وہی باتیں دوسروں کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہیں۔

ہر مہاجر اور انصار کے لئے کامیابی اور جنت کا وعدہ

اللہ کا ارشاد ہے:(فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ)[۱]

ترجمہ آیت:(تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی اور فرمایا کہ ہم تم میں سے کسی کام کرنےوالے کے کام کو ضائع نہیں کرتے وہ مرد ہو یا عورت اس میں کسی کی کوئی خصوصیت نہیں،اس لئے کہ تم ایک دوسرے کی جنس ہو،جو لوگ آوارہ وطن ہوئے اور شہر بدر کئے گئے اور ہماری راہ میں اذیتیں اٹھائیں اور کفار سے جنگ کی اور شہید ہوئے ہیں میں ان کی برائیوں سے ضرور درگزر کروں گا اور انھیں بہشت کے ان باغوں میں لے جاؤں گا جس کےنیچے نہریں جاری ہیں،خدا کے یہاں یہ ان کے کام کا بدلہ ہے اور خدا کے پاس تو اچھا ہی بدلہ ہے۔

---

(۱)سورہ آل عمران آیت۱۹۵

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًاوَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ-لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُوَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ)(۱)

ترجمہ آیت:(اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں اپنے دیس چھوڑے پھر شہید کئے گئے یا آپ اپنی موت مرگئے،خدا انھیں آخرت میں ضرور عمدہ رزق عنایت فرمائے گا اور بیشک تمام روزی دینے والوں میں خدا ہی سب سے بہتر ہے،وہ انھیں ضرور ایسی(بہشت)پہنچائے گا جس سے وہ نہال ہوجائیں گے اور بیشک خدا بڑا واقف کار اور بردبار ہے)۔

اسی طرح کی دوسری آیتیں بھی ہیں جن میں مہاجر کے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے چاہے وہ سابقون میں سے نہ ہو بلکہ وعدہ میں عموم پایا جاتا ہے یعنی مہاجر کی لفظ مطلق وارد ہوئی ہے ہر اس شخص کے لئے جو بلاد کفر سے بلاد اسلام کی طرف ہجرت کرے،چاہے اسنے نبیؐ کے دور میں ہجرت کی ہو یا نبیؐ کے بعد۔

ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے:(وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ)(۲)

ترجمہ آیت:اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں لڑے بھڑے اور جن لوگوں نے ایسے نازک وقت میں مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی ہر طرح خبر گیری کی وہی لوگ سچے ایمان دار ہیں انہیں کے واسطے مغفرت اور عزت و آبرو والی روزی ہے)۔

اس آیت کا مقتضا تو یہ ہے کہ سلامتی اور کامیابی سب کے لئے عام ہے چاہے وہ مہاجرین ہوں چاہے انصار۔

---

(۱)سورہ حج آیت۵۸۔۵۹

(۲)سورہ انفال آیت۷۴

ہر صالح مومن کے لئے کامیابی کا وعدہ ہے

آیتوں میں تو عام مومنین کے لئے کامیابی اور جنت کا وعدہ ہے شرط یہ ہے کہ وہ مومن صالح ہو۔ارشاد ہوتا ہے:(وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ)(۱)

ترجمہ آیت:(آپ خوش خبری دیں صاحبان ایمان اور عمل صالح کرنےوالوں کو کہ ان کے لئے جنت ہے جس میں نہریں جاری ہیں)۔

ارشاد ہوتا ہوا:(وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ)(۲)

ترجمہ آیت:(جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیتے ہیں انھیں ہم ضرور جنت میں کمرے عنایت فرمائیں گے(وہ جنت)جس کےنیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنےوالوں کو بہتر بدلہ ملے گا)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِلَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ-ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ)(۳)

ترجمہ آیت:(جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کی بارگاہ میں موجود ہے تو خدا کا بڑا فضل ہے،یہی(انعام)ہے جس کی خدا اپنے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے،جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے)۔

----

(۱)سورہ بقرہ آیت۲۵

(۲)سورہ عنکبوت آیت۵۸

(۳)سورہ شوری آیت۲۲،۲۳

(اے رسول)تم کہ دو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابت داروں(اہل بیت)کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور جو شخص نیکی حاصل کرے گا ہم اس کے لئے اس کی خوبی میں اضافہ کردیں گے بیشک خدا بڑا بخشنےوالا قدردان ہے۔

ہر مومن سے جنت اور کامیابی کا وعدہ ہے

بلکہ بعض آیتوں میں تو عمل صالح کی قید بھی نہیں لگائی گئی ہے،بلکہ مطلقاً تمام مومنین سے کامیابی اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو:

(وَعَدَاللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)(۱)

ترجمہ آیت:(خدا نے ایمان دار مردوں سے اور ایماندار عورتوں سے(بہشت)کے ان باغوں کا وعدہ کرلیا ہے جن کےنیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے،بہشت عدن میں عمدہ عمدہ مکانات کا بھی وعدہ فرمایا ہے،خدا کی خوشنودی ان سب سے بالاتر ہے یہی تو بڑی کامیابی ہے)۔

ہر گنہگار اور بےراہ کو خسران اور عذاب کی وعید ہے

اسی طرح کتاب مجید اور سنت پاک میں ہر گنہگار اور کج رو کو اس کے گناہ اور کجروی کی وجہ سے عذاب اور خسران کی دھمکی دی گئی ہے۔

(وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ)(۲)

---

(۱)سورہ توبہ آیت۷۲

(۲)سورہ انفال آیت۱۳

ترجمہ آیت:(اور جو شخص بھی خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو یاد رہے کہ خدا بہت سخت عذاب کرنےوالا ہے)۔

ارشاد ہوا:(وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ)(۱)

ترجمہ آیت:(جس نے بھی خدا کی مخالفت کی(تو یاد رہے کہ)خدا بڑا سخت عذاب دینےوالا ہے)۔

اور اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:(وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَوَسَاءَتْ مَصِيرًا)(۲)

ترجمہ آیت:(سورہ نساء میں ارشاد ہوا:(اور جو شخص راہ راست کے ظاہر ہونے کے بعد رسولؐ سے سرکشی کرے اور مومنین کے طریقے کے علاوہ کسی اور راہ پر چلے تو جدھر وہ پھر گیا ہے ہم ادھر ہی پھیر دیں گے اور آخر میں اسے جہنم میں جھونک دیں گے،وہ تو برا ٹھکانہ ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا)(۳)

ترجمہ آیت:(اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کے مار ڈالے اس کی سزا صرف دوزخ ہے،وہ اس میں ہمیشہ رہے گا،خدا نے اس پر اپنا غضب ڈھایا ہے اور لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے آیتیں ہیں جن کا شمار ممکن نہیں اور حدیثوں کا بھی یہی حال ہے

----

(۲)سورہ حشر آیت۴

(۳)سورہ نساءآیت۱۱۴

(۴)سورہ نساءآیت۹۳

الٰہی وعدے حُسن خاتمہ سے مشروط ہیں

مذکورہ ساری آیتوں کو مد نظر رکھا جائے تو دو گروہ ہوجاتے ہیں ایک وعدوالے ہیں دوسرے وعیدوالے دونوں میں جمع کی صورت نکالنا بھی ضروری ہے اور وہ اس طریقہ سے کہ:

وعد کی دلیلیں ان کے لئے ہیں جن کا خاتمہ بالخیر ہو خاتمہ بالخیر بھی دو وجہ سے ہو تا ہے یا تو وہ دین حق اور عمل صالح پر آخر وقت تک قائم رہے ہوں یا تو یہ کہ درمیان میں غلطی ہوئی لیکن انہوں نے فوراً توبہ کر لی اور کجروی سے نکل کر حق کی طرف واپس آگئے۔

آیتیں،حدیثیں دوسرےوالے سبب کا فائدہ پہنچاتی ہیں،ملاحظہ ہو:(يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ-إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ)[۱]

ترجمہ آیت:اس دن کے جس میں نہ مال فائدہ پہنچائے گا نہ اولا گر یہ کہ صاف اور سلیم دل کے ساتھ خدا کے پاس واپس آئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:(إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ)[۲]

ترجمہ آیت:(وہ لوگ جنھوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو بس خدا ہے پھر اپنی بات پر قائم رہے ان پر رشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈرو نہیں اور غم نہ کرو تمھیں جنت کی بشارت ہو کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اور پھر دوسری آیت:(أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ-خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

---

(۱)سورہ شعراءآیت۸۸اور۸۹

(۲)فصلت آیت۳۰

وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ -إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ)[۱]

ترجمہ آیت:(یہ وہ لوگ ہیں جو کو بدے میں خدا کی فرشتوں کی اور تمام اُ انوں کی لعنۃ لی ہے اور وہ اس مۂیں ہمیشہ۔ رہ۔یں گے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی نہ ان کو مہلۃ دی جائےگی سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد(گناہوں کے بعد)توبہ کۃی اور اپنی اصلاح کرلی تو بیشک اللہ بخشنےوالا اور رحم کرنے والا ہے)۔

اب ظاہر ہے کہ اس آیت کو تو سابقون اولون پر بھی جاری کیا جائے گا اور اس آیت پر بھی جس سے آپ نے استدلال کیا ہے اس لئے کہ اس آیت میں خصوصی طور پر ان لوگوں کا تذکرہ ہے بلکہ خاص طور سے ان پر محمول کیا جارہا ہے جو عہد کی پابنۃری پۃر قۃائم رہے اور امر خدا سے نحرف نہیں ہوئے۔

حابہ کو ۔۔۔ اور پھر جانے سے بچنے کی ہ ا۔

خاص طور سے صحابہ کو یہ ہدایت دی گئی ہےہ وہ خود کو فتنہ اور اسلام سے برگشتہ ہوجانے سے محفوظ رکھیں ساتھ ہی یہ بھۃی کہۃا گیا ہے کہ جو لوگ آگے چل کے بدل جائیں گے ان کے لئے عذاب اور خسران مبین ہی ہوگا،ارشاد ہوتۃا ہے:(مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ)[۲]

ترجمہ آیت:(ایۃا نہیں کہ برے بھلے کی تمیز کئے بغیر خدا اسی حالت پر مؤمنون کو چھوڑدے گا۔اور ایۃا نہۃیں ہے کہۃ وہ تمۃہیں غیب کی باتیں بتادے گا مگر ہاں خدا اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے(غیب کے لئے)چن لیتا ہے)۔

---

(۱)سورہ آل عمران آیت۸۷تا۸۹ (۲)سورہ آل عمران آیت۱۷۹

ظاہر ہے کہ اس آیت سے مراد وہ لوگ ہرگز نہیں ہیں جنہیں نزول آیت سے پہلے ہی منافقین کے نام سے بہچانا جاتا تھا جیسا کہ میں آپ کے دوسرے سوال میں متوجہ کرچکا ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: خطاب اوائل ہجرت کے مسلمانوں سے ہے بات واقعہ بدر کی ہے جب کہ کل صحابہ یا سب کے سب ان سابقون میں تھے جو آپ کی زبان میں سابقون ہیں

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْوَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ-وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةًوَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ)(۱)

ترجمہ آیت: (اے ایمان لانےوالو! جب ہمارا رسول ایسے کام کے لئے بلائے جو تمہاری روحانی زندگی کا باعث ہو تو تم خدا اور رسول کا حکم دل سے قبول کرو اور جان لو کہ وہ خدا قادر مطلق ہے کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان آجاتا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم سب کے سب اس کے سامنے حاضر کئے جاؤگے اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو خاص انہیں لوگوں پر نہیں پڑے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا(بلکہ تم سب کے سب اس میں پڑجاوگے)اور یقین جانو کہ خدا بڑا سخت عذاب کرنےوالا ہے)۔

ون ابن قتادہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے زبیر بن عوام نے بیان کیا پیغمبرؐ ہمیں اس فتنہ سے ڈراتے تھے جس کے بارے میں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ہم اس کے لئے پیدا ہوئے ہیں پھر مندرجہ بالا آیت پڑھی زبیر کہتے ہیں کہ ہم اس آیت کو ایک مدت تک پڑھتے رہے اور پھر ہم ہی اس آیت کا عنوان بن گئے راوی نے کہا جب ایسا ہوا تو آپ لوگ اس فتنہ نکل کیوں نہیں گئے؟کہنے لگے تجھ پروائے ہو ہم جان گئے تھے لیکن صبر نہیں کرسکے۔(۲)

----

(۱)سورہ انفال آیت۲۴ اور۲۵

(۲)سنن الوارده فی الفتن ج۱ص۲۰۴،باب قول اللہ(واتقوا فتنۃ)تفسیر ابن کثیر ج۲ص۳۰۰

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خاص طور سے ان لوگوں کو جو احد کے دن فرار کر گئے تھے جو سب کے سب یا ان میں سے زیادہ تر سابقون اولون میں سے تھے خطاب کر کے عذاب آمیز لہجے میں فرماتا ہے:(وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ)(۱)

ترجمہ آیت:(محمدؐ تو بس رسول ہے ان کے پہلے بھی بہت سے رسول گذرچکے ہیں تو اگر وہ مرگئے یا قتل ہوگئے تو کیا تم اپنے پچھلے پیروں واپس پلٹ جاؤگے؟اور جو اپنے پچھلے مذہب پر واپس جائے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا شکر گزاروں کو بدلہ دے گا)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُوَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ-يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌفَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ-وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ)(۲)

ترجمہ آیت:ان لوگوں کے جیسے نہ ہوجانا جو آپس میں پھوٹ ڈال کے بیٹھے ہوں اور روزن دلیلیں آنے کے بعد بھی ایک نہ اور ایک زبان نہ ہوسکے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے بڑا(بھاری)عذاب ہے اس دن سے ڈرو جس دن کچھ لوگوں کے چہرے تو سفید نورانی ہوں گے اور کچھ لوگوں کے چہرے سیاہ،بس جن لوگوں کے منھ میں کالک لگی ہوگی ان سے کہا جائے گا تم تو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے تھے بولو(اور اب)اپنے کفر کی سزا میں عذاب کے مزے چکھو اور جن کے چہرے نورانی

---

(۱)سورہ آل عمران آیت۱۴۴

(۲)سورہ آل عمران آیت۱۰۵تا۱۰۷

ہوں گے وہ تو خدا کی رحمت میں رہیں گے اور ہمیشہ اسی کے سائے میں رہیں گے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ)(۱)

ترجمہ آیت:(اے ایمان لانےوالو!خدا کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو)۔

اسی طرح کے مضامین پر مشتمل بہت سی آیتیں ہیں جن میں کچھ کا تذکرہ آپ کے سابقہ سوالات میں دوسرے سوال کے جواب میں ہوچکا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتیں ہیں جنھیں میں نے ذکر نہیں کیا ہے۔

ان تمام باتوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے جس آیت کو مقام استدلال میں پیش کیا ہے اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ اس میں خاتمہ بالخیر ہونے کی شرط ہے(یعنی سابقین اولین ممدوح ہیں لیکن اس شرط پر کہ آخر تک ایمان و عمل صالح قائم رہے ہوں اور موت بھی ایمان کی حالت پر ہوئی ہو)جیسا کہ یہی دلیل ان تمام لوگوں کے بارے میں دی جاتی ہے جن کی سلامتی قطعی ہے آپ کے کلام میں یہی بات ظاہر ہوتی ہے اور میں نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے اصل میں بات اتنی واضح ہے کہ۔ اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے پھر گنجائش بھی نہیں ہے کہ لمبی چوڑی بحث کی جائے۔

پھر کامیابی کا وعدہ مطلق کیوں؟

آیہ مذکورہ اور دوسری آیت میں اطلاق اسی شرط پر مانا جاتا ہے کہ اس آیت میں ممدوح حضرات کو ایمان پر استقامت بھی حاصل ہو اور خاتمہ بھی بالخیر ہو!یہ بات اتنی واضح ہے کہ محتاج دلیل نہیں

---

(۱)سورہ محمد آیت۳۳

بلکہ اتنی واضح ہے کہ اس شرط پر نص کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ شرعی اور عقلی اعتبار سے کامیابی کا مستحق صرف وہ ہے جو ایمان اور عمل صالح رکھتا ہو یا عمل خیر کی طرف سبقت کرتا ہو تو ایمان اور عمل صالح کی غیر موجودگی میں کامیابی کوئی معنی نہیں رکھتی جو آدمی خدا کے فرائض کو انجام ہی نہ دیتا ہو اور صراط مستقیم کو چھوڑچکا ہو وہ کامیاب کیسے ہو سکتا ہے؟

تھوڑی سی گفتگو تابعین کے بارے میں بھی ہوجائے

اگر آیہ شریفہ کو مندرجہ بالا معنی پر محمول نہیں کریں گے تو پھر تابعین کے لئے بھی اطلاق کو ماننا پڑے گا اس لئے کہ سابقین اوّلین کے احسان سے مراد ایمان اور عمل صالح ہے،تو اگر تھوڑے وقت کے لئے بھی سابقین اوّلین کے احسان پر وہ عمل پیرا ہوجاتے ہیں تو وہی قلیل مدت ہی انھیں تابعین کے زمرہ میں شامل کردےگی بھلے ہی بعد میں وہ بدل جائیں اور اگر سابقین کے احسان سے مراد یہ ہے کہ اس میں استمرار اور استقامت پائی جاتی ہو اور ان کا خاتمہ بالخیر یعنی وہ خدا سے راہ حق پر چلتے ہوے ملاقی ہوئے ہوں تو تابعین کا اتباع بھی اسی معنی میں محقق ہوگا،ورنہ کوئی سبب نہیں ہے کہ ہم تابعین کے لئے تو استقامت و استمرار اور خاتمہ بالخیر کی شرط لگائیں اور سابقین اوّلین کو آزاد چھوڑ دیں۔

ہاں اگر اس آیت کی تفسیر اس طرح کی جائے کہ((مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اوّلین ہیں[1]اور وہ لوگ جو کہ ان کی پیروی کرتے ہیں احسان میں اور استقامت رکھتے ہیں اور اسی احسان و نیکی پر چلتے ہوئے(مرجاتے ہیں)تو اللہ ان سے راضی ہے......))

لیکن آیت شریفہ کا میرے بیان کردہ مطلب کے علاوہ کوئی مطلب بھی نہیں نکلتا ہے آپ بھی تھوڑا غور کریں۔

---

(۱) کلمہ((اور))بڑھا دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ سابقین اولین میں حُسن خاتمہ اور ایمان و عمل کی شرط نہیں ہے لیکن تابعین میں ہے(مترجم)

سابقون اوّلون میں کچھ لوگ مرتد بھی ہوگئے

ا۔سابقین اوّلین میں کچھ لوگ مرتد بھی ہوگئے تھے،جیسے عبیداللہ بن جحش وہ حبشہ کی طرف نکل گیا تھا اور وہاں جا کے نصرانی ہوگیا[1]کیا آپ کو اس کی ہلاکت میں شک ہے کیا آیت شریفہ اس کا بھی احاطہ کرتی ہے،نہیں آیت اس کو اپنے دائرے میں لینے سے قاصر ہے اور یہ قصور صرف اس لئے ہے کہ آیت میں استقامت کی شرط ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا اسی طرح نضیر بن حارث عبدری کا معالہ ہے یہ نضر کا بھائی تھا نضر کو امیرالمومنینؑ نے واقعہ بدر کے بعد حکم پیغمبرؐ سے بند کر کے قتل کردیا تھا روایتوں میں ہے کہ یہ نضیر سابقین اوّلین میں تھا حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی پھر مکہ میں مرتد ہوکے واپس آیا فتح مکہ کے دن پھر مسلمان ہوگیا[2]یہ مولفۃ القلوب میں سے تھا حضورؐ نے اس کی تالیف قلب کے لئے حنین کے دن اس کو سونا عطا کئے دیے اور یرموک میں شہید ہوا۔[3]

(ا)مستدرک علی صحیحین ج:۴ص:۲۱کتاب معرفۃ الصحابہ:ابی سفیان کی بیٹی ام حبیبہ نے ذکر کیا ہے۔حاشیۃ ابن القیم ج:۶ص:۷۵ ون المعبود ج:۶ص:۴۷،تھذیب التھذیب ج:۱۲ص:۴۳۷،حبیبۃ بنت عبیداللہ بن جحش سوانح حیات میں،تھذیب الکمال ج:۳۵ص:۱۷۵،رملۃ بنت ابی سفیان کی سوانح حیات میں،التعدیل و التجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح ج:۳ص:۱۲۸۳رملۃ بنت ابی سفیان کی سوانح حیات میں،الاستیعاب ج:۳ص:۸۷۷فی ترجمۃ عبداللہ بن جحش سوانح حیات میں،ج:۴ص:۱۸۰۹حبیبۃ ابنۃ ابی سفیان کی سوانح حیات میں،ص:۱۸۴۴،رملۃ بنت ابی سفیان سوانح حیات میں،الاصابۃ ج:۷ص:۶۵۱رملۃ بنت ابی سفیان کے سوانح حیات میں،الاکمال لابن ماکولا ج:۷ص:۱۲۵،کبیر و کثیر و کثیر و کنیز و کنیز کے باب میں،السیرۃ النبویۃ ج:۲ص:۱۵۱،ذکر کیا ہے ورقۃ ابن نوفل بن اسد نے تاریخ دمشق ج:۳ص:۱۷۳ النبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی سوانح حیات میں:جناب عبدالمطلب کے لڑکے و لڑکیوں اور بیویوں کے باب میں،ص:۴۱۵باب اخبار الاخبار بنبوتہ و الرھبان و ما یذکر من امرہ عن العلماء و الکھان،

(۲)الاصابۃ ج:۶ص:۴۳۰،نضر بن الحارث کے سوانح حیات میں،انساب الشراف ج:۱ص:۲۳۲،ان لوگوں کے نام کے بارے میں جن مسلمانوں نے حبشہ کی طرف اپنے دین کی خاطر لڑنے کے لئے مشرکوں سے جو قریش میں سے تھے اور وہ نبیؐ کے اذن سے تھی۔تاریخ دمشق ج:۶۲ص:۱۰۵،نضیر بن الحارث کے سوانح حیات میں۔

(۳)الاصابۃ ج:۶ص:۴۳۶،نضر بن الحارث کے سوانح حیات میں،الاستیعاب ج:۴ص:۱۵۲۵،نضر بن الحارث کے سوانح حیات میں،تاریخ دمشق ج:۶۲ص:۱۰۱،نضیر بن الحارث کے سوانح حیات میں،

سابقین اوّلین کے حالات ایسے نہیں کہ سب کی کامیابی کا یقین کر لیا جائے!

۲۔سابقین اوّلین کا کردار اور ان کے آپسی اختلافات اور اپنے بارے میں ان کے نظریات یا دوسرے صحابہ کے ان کے بارے میں نظریات کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھنا تو قطعی مناسب نہیں ہے کہ سب کے سب کامیاب و کامران ہیں ہم نے اس سلسلہ میں دوسرے نمبر کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کچھ باتیں پیش بھی کی تھیں وہ واقعات اگر چہ عام صحابہ متعلق ہیں لیکن اکثر واقعات تو خاص طور سے سابقون اوّلون سے متعلق ہیں آپ اپنے دوسرے سوال کے جواب کو دیکھیں بات واضح ہوجائے گی میں ان باتوں کا اعادہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔آپ جانتے ہیں کہ سقیفہ کے دن لوگوں نے سعد بن عبادہ انصاری کی بیعت کرنا چاہی تو ابوعبیدہ انصاری بول اٹھے،اے گروہ انصار تم لوگوں نے سب سے پہلے نبیؐ کی نصرت کی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی دین نبیؐ میں سب سے پہلے تغیر و تبدل دینے والے بن جاؤ![1]

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ابوعبیدہ تغیر سے ڈرا رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ نصرت میں سبقت تغیر کے ساتھ فائدہ نہیں دے گی بلکہ استقامت کے ساتھ فائدہ دے گی،یہ تمام باتیں شہادت دیتی ہیں کہ صحابہ اگر چہ ایسے ماحول میں تھے جس میں یہ آیت نازل ہوئی تھی لیکن پھر بھی خود کو یقینی طور پر نجات یافتہ اور کامیاب نہیں سمجھتے تھے اور اس آیت کے گرد و پیش جو قرینے ہیں ان پر نظر رکھتے تھے۔

---

(۱)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۳،سقیفہ بنی ساعدۃ و بیعتہ ابی بکر کی خبر میں،واللفظ لہ،تاریخ الطبری ج:۲ص:۲۴۳ذکر الخبر عما جری بین المھاجرین و الانصار امر الامارۃ فی سقیفۃ بنی ساعدۃ،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۲ذکر السقیفۃ و ما جری فیھا من القول،

سابقین اوّلین کو قطعی طور پر نجات یافتہ مان لینا انھیں برائیوں کی طرف ترغیب دینا ہے

۳۔ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا آیت بہ سے سابقون اولون ہی کی زندگی میں نازل ہوچکی تھی یہ بات بعید از فہم ہے کہ اللہ سابقون اولون کو استقامہ کی شررط کے بغیر اور دین سے پھر جانے کی قید کے بغیر ہی سلا تی اور کامیابی کا یقین دلا دے،اس سے تو ان سابقون اولون کو برائی کی ترغیب ملےگی عقل کا فیصلہ ہے کہ سب سے بڑی خرابی عقیدہ اور عمل میں انقلاب اور کمی ہے عیقرہ اور عمل ہی قیامہ کے دن خدا کی سب سے بڑی حجہ ہوں گے اس لئے کہ انہیں کے ذریعہ خوف ہلاکہ سے بچا جا تا ہے جب عقیدہ اور عمل ہی معاف کردیا گیا(تو گویا سابقون اولون ح اب سے بری ہوگئے)تو برائیوں سے روکنے کی د وت بھی لکی ہوجائےگی اور یہ بات لوگوں پر قیام حجہ الٰہی کی حکمہ کے خلاف ہے نیز اس طرح سے(چھوٹ دے کر)خدا ان کی اصلاح نہیں کر تا سلامہ قطعی کا وعدہ خدا کا ابتدائی فضل بھی نہیں ہے کہ ان لوگوں کی اطاعہ کے ذریعہ اظہار تشکر کرنے سے روک رہا ہے بلکہ یہ وعدہ شخص مو ود کے عمل کی بنا پر کیا گیا ہے اس لئے کہ عمل صالح اور خیالی دنیا میں مراتب کامیابی عام از انوں کے اندر غرور،تفاخر اور اترات پیدا کرتے ہیں عام از ان تو ان خرابیوں کا شکار ہو ہی جاتا ہے،)ہاں اگر اللہ کی طرف سے توفیق حاصل ہو تو بچ تا ہے۔

پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ سابقون اولون کے درمیان آپس میں کتنی صف بندی ہے سابقہ نظریات اور موہوم مراتب کی و بہ سے ہر آدمی اولویت کا د ویدار ہے اور آپس کا اختلاف د وت اور اتباع کو مستقل نقصان پہنچاتا رہا ہے نتیجہ ظاہر ہے سابقون اولون کی تاریخ تفاخر اختلافات اور آپس کی فرقہ بندی سے بھری پڑی ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ کسی کو بھی اپنی نجات کا یقین نہیں اور پھر کوئی بھی اخروی کامیابی قطعی نہیں سمجھتا بلکہ اکثر سابقون اولون تو آخرت سے خوف زدہ ہیں جبکہ انھیں نہیں معلوم کہ ان کا

ٹھکانہ کہاں ہے؟یہ باتیں پہلے بھی میں آپ کی خدمت میں دوسرے سوالوں کے جواب میں عرض کرچکا ہوں(وہ اپنے انجام کے بارے میں مشکوک تھے اس کے باوجود تاریخ ان کی بےراہ روی سے بھری پڑی ہے)تو اگر انھیں آخرت کی سلامتی اور نجات کا یقین دلا دیا جاتا تو وہ کیا گل کھلاتے؟ویسے بھی یہ بات ہرگز نہیں سمجھ میں آتی کہ اللہ کسی ایک آدمی کو اس کی زندگی ہی میں جنت کا یقین دلادے پھر جائے کہ ایک پوری جماعت کو جو کہ تفاز اور آپسی لڑائی جھگڑے و غیرہ کی مرتکب ہو نیز امت کی قیادت کے لئے مقابلے میں اتر سکتی ہے جیسا کہ ابھی تک ایسا ہوتا چلا آتا ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ حضور سرکار دو عالمؐ جن کی رفعت سے کسی کو انکار نہیں نہ اس سے انکار ہے کہ آپ نے خواہش نفسانی پر قبضہ پالیا ہے لیکن اللہ مقام ہدایت میں آپ کی بھی تبلیغ یا دہانی سے نہیں چوکتا اور آپ کو انحراف اور کجی کا انجام بار بار تبلاتا ہے تا کہ آپ بھی محتاط رہیں اور دوسرے بھی سمجھ لیں کہ جب انحراف اور گمراہی نبیؐ کے لئے ہلاکت خیز ہو سکتا ہے تو ہم اور آپ کس شمار میں آتے ہیں۔

ارشاد ہوا:(وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ)(۱)

ترجمہ آیت:(میں نے آپ پر اور آپ کے پہلے انبیا پر وحی نازل کرکے یہ بتا دیا ہے کہ اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کے سارے اعمال حبط ہوجائیں گے اور آپ یقیناً بہت نقصان اٹھانےوالوں میں ہوں گے)۔

پھر دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا-إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا)(۲)

ترجمہ آیت:(اگر میں نے آپ کو ثابت قدم کی توفیق نہیں دی ہوتی تو آپ(کافروں کی)

----

(۱)سورہ زمر آیت۶۵

(۲)سورہ اسراء آیت۷۴اور۷۵

طرف تھوڑ سا جھک جاتے اور اگر ایسا ہوتا پھر آپ مرمر کے جیتے جب بھی آپ کو میرے خلاف کوئی مدد گار نہیں لیتا)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ-لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ-ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ-فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ)(۱)

ترجمہ آیت:(اگر رسولؐ ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنالاتے تو ہم انکا داہنہ ہاتھ پکڑلیتے پھر ہم ضرور ان کی گردن اڑادیتے تو تم میں سے کوئی بھی مجھے روک نہ سکتا)۔

خود حضور سرکار دو عالمؐ فرماتے ہیں کہ:رحمت خدا کی مدد سے صرف عمل ہی نجات دے سکتا ہے اگر میں بھی نافرمانی کروں تو برباد ہوجاؤں گا(۲)اور اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

سابق الایمان ہونے سے ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں

البتہ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آیت شریفہ کا ظاہری معنی یہ ثابت کرتا ہے کہ بہرحال ایمان پر سبقت اور عمل صالح ایک بڑی فضیلت ہے لیکن سابقین ایمان کی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں اس لئے کہ مومن کی شان جس قدر بلند ہوتی ہے اور جیسے جیسے اس کو رفعت حاصل ہوتی جاتی ہے اور ان پر خدا کی نعمتیں بڑھتی جاتی ہے اور اس کی حمایت میں دلیلیں اکھٹی ہوتی جاتی ہیں اور اسی حساب سے اس کی ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے اور اس کے ایمان اور یقین کے لئے خطرے بھی بہت پیدا ہوجاتے ہیں تو اگر وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہد برآ ہوتا رہتا ہے اور اپنی بلند کرداری اور سیرت کو برقرار رکھتا ہے تو اس کی شان بھی بڑھتی رہتی ہے اور اجر بھی بڑھتا رہتا ہے لیکن اگر اس کا دل ٹیڑھا ہوجائے اور وہ پستیوں کی طرف جھک جائے تو اسی حساب سے اس کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ اس پر تو حجت تمام ہوچکی ہے۔

---

(۱)سورہ حاقہ آیت۴۴تا۴۷

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:اص:۱۸۴،الارشاد للشیخ المفید ج:اص:۱۸۲

خود سوچیں سابقون اولون اپنے بعد آنےوالوں کے لئے نمونہ عمل ہیں اگر وہی کجرو اور گمراہ ہوگئے تو بعد کے آنےوا سے ان کی پیروی میں گمراہ ہوں گے،پھر ان کی گمراہی کا سبب کون بنا ظاہر ہے جن کی ان لوگوں نے پیروی کی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ سابقون اولون پنی گمراہی کی و ہ سے دو گنا عذاب کے مستحق قرار پائے یعنی ان کی م ؤلیہ نے انہیں دو گنا عذاب کا مستحق بنادیا،جیا کہ یہ ساری باتیں سابقہ سوالوں کے دوسرے سوال کے جواب میں کر چکے ہیں۔

کیا سابقون اولون کے معاملے میں دخل دینا چاہئے

دوسری و ہ۔آپ کے سوال سے ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے،وہ یہ ہے کہ اگر سابقون اولون کی نجات یقینی نہیں ہے نہ ان کی کامیابی یقینی ہے لیکن پھر متاٴزین کو ان پر ان کی رکتوں کی و ہ سے اور بدکرداری کی و ہ سے اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے متاٴزین کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان پر .رح کریں یا ن کریں اس لئے کہ انھیں بہرحال ایمان میں سبقہ حاصل ہے اور یہی رمہ سبقہ ہمیں روکتی ہے ہمیں چاہئے کہ ان کا معالہ اللہ کے حواے کردیں وہ ان کا ح اب ے گا وہ چاہےگا تو عدالت کی بنیاد پر سزا دےگا اور چاہےگا تو اپنے فضل سے بخش دےگا(ہم کون ہوتے ہیں انہیں برا بھلا کہنےواے ان کی رمہ سبقہ کا تو خیال ہمیں کرنا ہی چاہئے)دوسرے لفظوں میں ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بولنا چاہئے اگر پہ ہمیں ان کی نجات اور کامیابی کا یقین نہین ہے لیکن معالہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو ان گناہوں کی و ہ سے انہیں سزا دے اور ان کی بدفعلوں کا مواخذہ کرے لیکن ہم متاٴزین کو حق حاصل نہیں ہے کہ ہم ان کے معاملات میں دخل دیں انہیں لن و ن کریں اس لئے کہ وہ بہرحال ہم سے سابق ہونے کی و ہ سے محترم اور بلند ہیں اور ہم اس سطح پر نہیں کہ ان پر تنقید کریں خدا نے انہیں اس مقام خاص سے مخصوص کیا یہ سوال تو پیدا ہوتا ہے۔

لیکن میں رض کروں گا کہ آپ کی مندر ہ بالا باتیں ثبوت کی محتاج ہیں اس لئے کہ جس آیت

کو آپ نے دلیل بنایا ہے وہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی اس آیت کریمہ میں سابقون اولون کے بارے میں وام کا نظریہ۔ نہیں پیش کیا گیا ہے خدا کا نظریہ پیش کیا گیا ہے اور اگر یہ آیت ان کی کامیابی اور سلا تی کی ضمانت لیتی ہے لیکن پہلے رض کرچکا ہوں کہ سلا تی کا یقین استقامہ اور حُسن انجام سے مشروط ہے،آیت ان لوگوں کو اپنے دائرے میں لینے سے قاصر ہے جن کے اندر استقامہ نہیں پائی جاتی اور جنہوں نے بعد میں اپنے عقیدے اور لوک میں کجروی اختیار کرلی۔ لہذا ضروری ہے کہ ادلہ عامہ کی طرف دیکھا جائے کہ عمومی طور پر قرآن کا کیا اصول ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے بزرگ لوگوں سے صرف ان کی بزرگی کی خاطر عقیدت رکھنا رام اور ان پر ن ن ضروری اور ان کی رح و تنقید واجب ہے ملاحظہ فرمائیں:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ)(۱)

ترجمہ آیت:(جن پر اللہ نے اپنا غضب نازل کیا ہے اور وہ آخرت سے یوں ہی مایوس ہوگئے جس طرح کفار اصحاب قبور سے مایوس ہیں)۔

ارشاد ہوا:(وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ)(۲)

ترجمہ آیت:(ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں آگ جلادےگی)۔

(فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ-أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ)(۳)

ترجمہ آیت:(کیا تم سے کچھ دور ہے کہ اگر تم حاکم ہوتے تو روئے زمین میں فساد پھیلاتے اور رشتے ناتے کو توڑنے لگتے یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا کی لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کردیا ہے)۔

---

(۱)سورہ ممتحنہ آیت ۱۳ (۲)سورہ ھود آیت ۱۱۳

(۳)سورہ محمد آیت۲۲اور۲۳

دوبارہ ارشاد ہوا:(إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ)(۱)

ترجمہ آیت:(بیشک وہ لوگ جو ان روشن ہدایتوں کو چھپاتے ہیں جنہیں اللہ نے نازل کیا ہے اور لوگوں کے لئے وضاحت کردی ہے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنےوالے ان پر لعنت کرتے ہیں)۔

پھر دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ)(۲)

ترجمہ آیت:(اور وہ لوگ جو اللہ سے عہد کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اللہ نے جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے لعنت ہے اور ان لوگوں کے لئے برا گھر ہے)۔

اس مضمون کی دوسری آیتیں بھی ہیں۔

میرا خیال ہے کہ صحابہ تابعین اور ان کے بعد آنےوالے چاہے وہ سابقون اولون میں سے ہوں یا دوسرے لوگ ان کے بارے میں یہی سب سے بہتر نظریہ ہے،اس لئے کہ جو احکام ان پر جاری ہوتے ہیں وہی ہم پر بھی جاری ہونگے کیونکہ ہم دین میں ان کے شریک اور شریعت میں ان سے متحد و متفق ہیں۔

سابقون اولون مشخص ہی نہیں ہیں!

سابقون اولون کون ہیں ان کا مشخص کرنا مشکل ہے مثلاً بہت سے مہاجرین و انصار ممتاز ہیں لیکن اپنے بعد والے کے لئے وہ سابقین اولین ہیں اور وہ اپنے بعد والوں کی نسبت سے سابقون

---

(۱)سورہ بقرہ:آیت۱۵۹ (2)سورہ رعد آیت۲۵

میں شامل ہوجاتے ہیں پھر ان کی حد بندی مشکل ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ اس لفظ کے معنی کو چند افراد میں جاںسر کردیا جائے یعنی بس وہی لوگ سابقون اولون ہیں جو اسلام کی طرف پہلی دوت کے وقت اسلام میں داخل ہوئے اور نبیؐ کی آواز پر لبیک کہی ظاہر ہے کہ یہ چند افراد ہوں گے جنہیں انگلیوں پر شمار کیا جا تا ہے اور ان کی نجات کا یقین ہونا صحیح لگتا ہے وہ بھی اس لئے نہیں کہ آیہ شریفہ میں سابقون اولون سے نجات کا وعدہ کیا گیا ہے بلکہ اس لئے کہ ان کے حالات صحیح تھے اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا ہے اگر ایسا ممکن ہو تو ان کے حالات دیکھ کر ان کی سلامتی کو یقینی قرار دیا جا تا ہے لیکن سابقون اولون کی لفظ کی عموم پر محمول کرنا اور ان لوگوں کو سابقون اولون میں شامل کرنا جن کو عام آدمی سابقون اولون سمجھتا ہے تو اس کو ثابت کرنے کے لئے دلیل لانی پڑے گی اگر دلیل مل بھی جائے تب بھی سابقون اولون کی دقیق حد بندی کرنا دشوار ہے۔

سابقون اولون نقد و جرح سے بالاتر نہیں ہیں اس پر امت کا اجماع ہے

میرے خیال میں جمہور مسلمین بھی سابقون اولون کو جرح و تنقید سے بالا نہیں سمجھتا اور ان کو صرف اس وجہ سے کہ ان کی سلامتی قطعی اور نجات یقینی ہے کوئی خاص خصوصیت دیتے (چاہے شیعہ مسلمان ہو یا سنی یعنی سابقون اولون کی مذکورہ بالا خصوصیت کی بنیاد پر انھیں کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے)

جہاں تک شیعوں کا سوال ہے تو یہ تو سبھی جانتے ہیں (کہ یہ قوم شخصیت پرست نہیں اور کسی کے رعب میں اس کی سبقت و غیرہ کی وجہ سے نہیں آنےوالی) لیکن اہل سنت اکثریت کے نزدیک صحابی وہ ہے جو پیغمبرؐ کو دیکھے اور ان سے حدیث سنے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھیں صحابہ کی تنقید انھیں مجبور کرتی ہے اور وہ ان کے حالات جاننے کی کوشش کرتے ہیں میں نے آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں اس سلسلے میں بہت کچھ عرض کردیا ہے۔

حابہ کی لفظ کا صرف سابقون اولّون پر محمول کرنا ہی قابل تامل ہے

دوسرا امر۔آپ نے فرمایا عام مسلمان سابقون اولّون ان لوگوں کو سمجھتے ہیں جو احادیث نبیؐ اور قرآنی آیات میں صحابہ یا اسی کے ہم معنی لفظ سے یاد کئے جاتے ہیں،

جواباً عرض ہے کہ پورے قرآن میں اصحاب نبیؐ کو صحابہ کے نام سے صرف ایک جگہ معنوں کیا گیا ہے،ارشاد ہوتا ہے کہ:(إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا)[1]

ترجمہ آیت:(اگر تم اس کی مدد نہیں کروگے تو نہ کرو اللہ اس کی مدد کرے گا جب اس کو(نبیؐ کو)کفار نے کہ سے نکال دیا تھا تو وہ دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں نماز میں تھے جب وہ اپنے صحابی سے کہہ رہا تھا کہ ڈرو نہیں اور غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اپنے نبیؐ پر سکینہ نازل کیا اور ایسے لشکر سے مدد کی جس کو تم نہیں دیکھ تے)۔

اس آیت میں ظاہر ہے کہ صاحب سے مراد صحبت مکانی ہے اور بس اب رہ گیا دوسری آیتوں میں خطاب تو وہ صحابی کی لفظ سے ہے ہی نہیں بلکہ مخاطب عام مومنین ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے:(مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُعَلَىالْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ...)[2]

----

(۱)سورہ توبہ آیت۴۰

(۲)سورہ فتح آیت۲۹

ترجمہ آیت: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں تم انہیں رکوع اور سجدہ کی حالت میں پاؤگے وہ خدا کے فضل کو تلاش کرتے رہتے ہیں ان کی پیشانیاں نشان سجدی سے چمکتی رہتی ہیں، ان کی مثال توراۃ میں اور انجیل میں...

صدر آیت کے الفاظ تو عموم کا تقاضا کرتے ہیں ہر وہ شخص جو نبیؐ کے ساتھ ہے وہ عام طور پر صحابی کہا جاتا ہے اس آیت کے تحت تو ہر وہ آدمی جو نبیؐ کے ساتھ ہے چاہے سابقون اوّلون میں ہو چاہے ان کے بعد والا صحابی کہا جا تا ہے مشکل یہ ہے کہ آپ کے قول کے مطابق صحابہ صرف سابقون اوّلون کو کہا جاتا ہے لیکن آیت صحابیت کی حدود کو وسعت عنایت کر رہی ہے اس لئے یہ آیت سورہ فتح کی ہے اور سورہ فتح صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی تھی جب لوگ کثرت سے مسلمان ہوچکے تھے صلح حدیبیہ میں تو بہت سے مسلمان ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے اس لئے کہ انہوں نے نبیؐ کی آواز پر لبیک نہیں کہی تھی جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے اور آپ کے سوال ثانی کے جواب میں لکھا جاچکا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے سال میں جو عمرہ قضا ہوا تھا اس کی ادائیگی کے وقت نازل ہوئی ہو اور اس سال تو لوگ کثرت سے مسلمان ہوچکے تھے بلکہ بہت سے لوگ ضعف الایمان بھی تھے جو دائرہ اسلام میں داخل ہوکے کلمہ پڑھ چکے تھے البتہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت انہیں لوگوں پر محمول ہوتی ہے جن کے اندر آیت کی بیان کردہ صفتیں پائی جاتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ صحابہ کی اس خاص قسم سے تعلق رکھتے تھے جنہیں ان کی دینی قوت دین کے لئے فعالیت اور نبیؐ کی سیرت اور کردار کو اپنانے کی وجہ سے عرف عام میں انھیں خاص صحابی سے تعبیر کیا جاتا تھا اکثر انھیں ہی مقام مدح میں صحابی کہا جاتا تھا اس لئے کہ عرف عام میں کسی کو صحابی اس وقت کہتے ہیں جب وہ رئیس کا خاص آدمی ہو جس سے اس کی خاص معاشرت ہو اور وہ ان کے ساتھ مل کے کام کرتا ہو اور صحابی اس رئیس کی سیرت پر چل رہا ہو۔

ظاہراً سابقون اوّلون اور اس آیت کے ممدوحین کے درمیان کسی طرح کا تطابق لازم نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ بہت سے سابقون اوّلون میں آیت کی بیان کردہ صفتیں مفقود ہوں جس طرح یہ ممکن

ہے کہ غیر سابقون اولون میں آیت کی بیان کردہ صفتیں موجود ہوں ظاہر ہے کہ ان صحابہ کو پہچاننے کے لئے اور ان کا یقین کرنے کے لئے ان کے ذاتی کردار ان کی زندگی کے واقعات ان کا چال چلن اور ان کی سریت کا ناقدانہ مطالعہ تو کرنا ہی پڑے گا۔

ایک بات اور قابل تو . ہے کہ آیت شریفہ میں بیان کردہ تمام صفات عالیہ کے باوجود خدا نے انہیں سلا تی اور نجات کا یقین نہیں دلایا ہے،نہ ہی ان سے کامیابی کا وعدہ کیا،گر یہ کہ استقامہ اور ایمان و عمل صالح پر ثابت قدم رہنے کی شرط لگادی ہے ملاحظہ ہو اس آیت کا اختتامیہ.ارشاد ہوتا ہے:(وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا)(۱)

ترجمہ آیت:(ان لوگوں میں جو لوگ مومن رہے اور عمل صالح کرتے رہے ان سے اللہ نے مغفرت اور ا.ر عظیم کا وعدہ کیا ہے)۔

ظاہر ہے کہ جب اللہ ایے پاک اور پاکیزہ لوگوں کے لئے مغفرت اور ا.ر عظیم میں استقامہ کی شرط لگاتا ہے تو پھر دوسروں کے لئے کیوں نہیں شرط لگائے گا؟

اب رہ گیا سنّہ شریفہ کا سوال تو میری یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے احادیث نبوی میں جو حدیثیں صحابہ کی مدحت میں وارد ہوئی ہیں انھیں سابقون اولون پر اور مذمہ والی احادیث کو غیر سابقین پر حمل کیا جا تا ہے؟کیا یہ. زبردستی اور بےدلیل قرینہ. حکم نہیں ہے؟(مذمہ والی احادیث حدیث خوض کی بحث میں گذرچکی ہیں جنھیں دوسرے سوال کے جواب کے ضمن میں دیکھا جا تا ہے۔)اگر کوئی قرینہ ہے تو وہ زبردستی اور ہٹ دھرمی کے قرینے کے علاوہ کچھ نہیں ہے،ان حدیثوں کے مضامین میں کچھ تو عموم کا فائدہ دیتے ہیں یعنی قرینہ عموم پایا جاتا ہے،آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں رض کیا تھا کہ نبیؐ نے اصحاب کو خطاب کرکے فرمایا((تم ضرور ضرور پیروی کروگے اپنے پہلے والوں کی حتی کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ان میں داخل ہوگے))اس حدیث میں حضرت نے کسی مخصوص مسلمان کے بارے میں نہیں کہا ہے ایسی عام بات فرمائی کہ تم امم

---

(۱)سورہ فتح آیت۲۹

سابقہ کی طرح انحراف کروگے اس عموم میں سب شامل ہیں بلکہ وہ بھی جو صحابہ میں صاحب مقام شمار کئے جاتے ہیں اس لئے کہ امم سابقہ میں بہت سے مقام و منزلت والے بھی انحراف اور کجروی کا شکار ہوگئے تھے جیسے سامری موسیٰ کا خالہ زاد بھائی تھا یہ جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے[۱]اور ابن عباس[۲]کا بھی یہی قول ہے ابن اسحق[۳]کہتے ہیں چچازاد بھائی تھا اور سامری شان اور مرتبہ والا تھا(عام لوگوں سے اس کی نگاہیں تیز تھیں)قرآن کہتا ہے کہ:(قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي)[4]

ترجمہ آیت:(سامری نے کہا مجھے وہ چیز دکھائی دی جو اوروں کو نہ سوجھی .جبرئیل گھوڑے پر سوار جارہے تھے تو میں نے .جبرئیل(فرشتے کے گھوڑے)کے نشان کے قدم کی ایک مٹھی خاک اٹھالی اس وقت میرے نفس نے اس کا سوال کیا)۔

(قرینہ کہتا ہے کہ سامری اور قارون دونوں ہی امت موسیٰ کے سابقون اولون میں شامل تھے)یہ سمجھنا بعید از فہم ہے کہ انھوں نے موسیٰ کی دعوت قبول کرنے میں تاخیر کی ہوگی یا ان کی تصدیق کرنے میں کوتاہی کی ہوگی(اس لئے عذاب کا شکار ہوئے نہیں بلکہ وہ لوگ پہلے ہی دعوت موسیٰ پر لبیک کہہ چکے تھے اور شریعت موسیٰ کو گلے لگا چکے تھے کیوں کی دعوت موسوی بنی اسرائیل کی نجات پر مبتنی تھی یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس کے قبل ایک حدیث موطا ابن مالک سے پیش کی جاچکی ہے،مجھ سے مالک نے اور ان سے عمر بن عبیداللہ کے غلام ابونضر نے بیان کیا کہ ان تک یہ بات پہنچی کہ حضورؐ نے شہدا احد

---

(۱) مجمع البیان ج:۷ص:۴۵۹

(۲) مجمع البیان ج:۷ص:۴۵۹

(۳)تفسیر القرطبی ج:۱۳ص:۳۱۰،تفسیر الطبری ج:۲۰ص:۱۰۵،تفسیر ابن کثیرج:۳ص:۴۰۰

(۴)سورہ طہ آیت:۹۶

کے بارے میں فرمایا:پالنے والے میں ان پر گواہ ہوں،ابوبکر نے کہا یا رسول اللہؐ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں حضورؐ نے فرمایا ہاں تم بھائی ہو لیکن مجھے نہیں معلوم کہ تم میرے بعد کیا کروگے؟،پھر نافع کی روایت بھی عرض کی جاچکی ہے وہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے عایشہ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا،یہاں فتنہ ہے،یہیں سے شیطان کے سینگ نکلے گی))دوسری حدیثیں بھی اس کے قریب المعنی ہیں جسے سرکارؐ کے مولائے کائناتؑ کو ناکثین سے لڑنے کا حکم دینا حالانکہ ناکثین میں تین نام سب سے آگے ہیں طلحہ،زبیر اور عایشہ۔

ام سلمہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو حکم دیا کہ خدا کی راہ میں خرچ کیا کرو اس لئے کہ سرکارؐ نے فرمایا تھا کہ میرے کچھ ایسے صحابی ہیں جنہیں مرنے کے بعد میں نہیں دیکھ سکوں گا اور نہ وہ مجھے کبھی دیکھ سکیں گے،ظاہر ہے کہ ام المومنین کا عبدالرحمٰن بن عوف کو انفاق کا حکم دینے میں یہی مصلحت تھی کہ کہیں وہ مردود اصحاب میں سے نہ ہوجائے حالانکہ عامہ النا س کے مطابق وہ سابقون اوّلون میں سے تھے ان کے علاوہ ام المومنین کی حدیث میں جہاں صحابہ کی لفظ آئی ہے ان صحابہ میں سابقون اوّلون بھی شامل ہیں۔

میرے بیان کو مزید تقویت اس وقت پہنچتی ہے جب ہم خود صحابہ کے حالات پر نظر کرتے ہیں اور ایک صحابی کا دوسرے صحابی کے بارے میں کیا نظریہ تھا اس کو دیکھتے ہیں صحابہ کے حالات بہرحال اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ انہیں مذکورہ خصوصیت (قطعی نجات اور سلامتی کا تغمہ)دی جائے میرے گذشتہ بیانات کو پڑھیے۔

حاطب ابن ابی بلتعہ کے قصہ سے استدلال

تیسرا امر۔آپ فرماتے ہیں کہ سابقون اوّلون پر طعن کرنے کی اجازت ہمیں سنت نبوی سے نہیں ملتی اور یہ کہ ہم صحابی اور اس کی منزلت کا فیصلہ اللہ پر چھوڑدیں اس لئے کہ اس وحدہ لاشریک نے

انہیں اس منزلت سے سرفراز کیا ہے جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث سے لگتا ہے کہ کوئی حاطب بن ابی بلتعہ کی سرزنش کررہا تھا اللہ اہل بدر کے حالات سے خوب واقف ہے اور اس کا ارشاد ہے: تمہاری جو سمجھ میں آئے کرو اس لیئے کہ میں تمھیں معاف کرچکا ہوں۔

حاطب بن ابی بلتعہ کے قصے میں احتیاط

میں عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث کو اہل سنت کے علما نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے میں اس کے طریقوں میں سے کچھ کا بیان کروں گا،بہرحال یہ حدیث اتنی نقل کی گئی کہ اہل سنت کے یہاں تقریباً مسلمات میں شامل کردی گئی،فی الحال ابھی میں اس حدیث سے انکار بھی نہیں کرتا البتہ اس کا معنی سمجھنے میں تھوڑا احتیاط کرتا ہوں،پہلی بات یہ ہے کہ مجھے اس حدیث کے صادق ہونے کا پورا یقین نہیں ہے،دوسری بات یہ ہے کہ میں اس سے وہ معنی نہیں سمجھتا جو اہل سنت سمجھتے ہیں یعنی میں نہین سمجھتا کہ اس حدیث کی بنیاد پر عام اہل بدر کو سلامتی قطعی اور نجات اخروی کی سند دیدی جائے۔

مقام تقدّس میں صحابہ کو اہل بیتؑ کے مقابلے میں لانے کی کوشش

اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مقدمۃً کچھ باتوں کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اس منزل میں بھی اور دوسری جگہوں پر بھی نفع بخش ہیں۔ہر ایک انصاف پسند اور ذوقِ جستجو رکھنےوالے آدمی سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اہل سنت کے علما فقہ ہوں یا رواۃ حدیث یا ان کے دشمن البیتؑ بادشاہ ہیں بہرحال جمہور اہل سنت کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ مقام تقدس میں اہل بیتؑ کے مقابلے میں صحابہ کو لا کر کھڑا کریں اور صحابہ کو اہل بیتؑ سے زیادہ قابل احترام ثابت کریں یعنی اہل بیتؑ کا تقدس جیسے قرآن مجید:(لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ)(۱)

----

(۱)سورہ فصلت آیت۴۲

ترجمہ آیت:(جس کے سامنے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں تا وہ خدائے حکیم و حمید کا نازل کردہ ہے)۔

اسی نے بیان کیا ہے اور سنۃ شریفہ نے جس کی تاکید کی ہے اس کے مقابلے میں صحابہ کو لائیں(تا کہ قرآن اور حدیث کے بیان کردہ)فضائل صرف اہل بیت ؑ سے مخصوص ہو کے نہ رہ جائیں یہ کوشش صرف اس لئے کی گئی کہ صحابہ کو کھینچ کے اہل بیت ؑ کے مقابلے میں لانے سے مسلمان صحابہ کو مرکز توجہ بنائے گا اور صحابہ کے فضائل میں مشغول ہو کے اہل بیت ؑ کی طرف مڑ کے نہیں دیکھے گا،جب جب وقت گذرتا گیا اور شیعہ مذہب کی طرف دعوت میں شدت ہوتی گئی اور شیعہ مقام اہل بیت ؑ اور ان حضرات کے مراتب جلیلہ کو قولاً و فعلاً واضح کرتے رہے اسی حساب سے اہل سنۃ صحابہ کے فضایل میں(جھوٹی باتیں)بیان کر کے ان کو محترم اور مقدس ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ یہ ایک مستقل مذہب بن گیا،ان کوششوں کا مقصد یہ ہے کہ عالم اسلام صرف صحابہ پھر بھروسہ کرے انھیں کی طرف منسوب ہو جس طرح شیعہ اہل بیت اطہار ؑ پر اعتماد کرتے ہیں اور ان حضرات ہی کی طرف خود منسوب کرتے ہیں تا کہ مسلمان اہل بیت ؑ سے ادراج کا جواز پاجائے یا کم سے کم مقام تعظیم و تقدس میں اہل بیت ؑ اور صحابہ میں افتراق نہ کرے۔

نبی پر درود پڑھتے وقت اہل بیت ؑ کو شامل کرنے کے بارے میں اہل سنّت کا نظریہ

اس بات کے علمی مشاہدہ کے لئے وہ حدیثیں کافی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اہل سنۃ اہل بیت کو داخل صلوات کرنے پر کس طرح تیار ہوئے

کعب بن جرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر ؐ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ؐ آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے درود کیسے بھیجیں آپ نے فرمایا کہو:اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید پالنےوالے درود بھیج محمد ؐ اور ان کی آل پاک ؑ پر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم ؑ پر درود بھیجا ہے بیشک تو قابل حمد اور بزرگ ہے پالنےوالے برکت

دے محمدؐ کو جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ کو برکت دی بیشک تو حمید و مجید ہے[1]

بلکہ ناقص صلوات بھیجنے کی نہی[2]وارد ہوئی ہے ناقص صلوات کا مطلب ہے آل کو چھوڑ کے صرف سرکار دو عالمؐ پر درود بھیجنا حالانکہ ہم اہل سنت کی صلوات کو دیکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے یا تو یہ حضرات صرف نبیؐ پر صلوات بھیجتے ہیں یا اگر آل پر صلوات بھیجیں تو اصحاب کو ضرور شامل کرلیتے ہیں یہ صرف اس لئے ہے کہ یہ لوگ مقام تکریم و تقدیس میں صحابہ اور اہل بیتؑ میں تمیز نہیں کرتے۔

اہل سنت کے نظریہ کی توجیہ میں طحاوی کا بیان

حاوی نے اہل سنت کے اس نظریہ کی جیب و غریب توجیہ کی ہے وہ کہتا ہے:ظاہر ہے کہ آل و اصحاب کا ذکر صلوات میں مندوب ہے اصحاب تو اس لئے کہ وہ ہمارے اسلاف ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کے لئے حصول رضایت الٰہی کی دعا کریں رضی اللہ عنہ کہیں ان پر لعنت نہ کریں اب رہ گئی آل تو ان کو بھی صلوات میں شامل کرنا ہی پڑے گا اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا مجھ پر دم کٹی صلوات

---

(۱) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۸۰۲کتاب التفسیر:باب(ان اللہ و ملائکۃ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا)ج:۳ص:۱۲۳۳کتاب الانبیاء:باب یزفون النسلان فی المشی،ج:۵ص:۲۳۳۸کتاب الدعوات:نبیؐ پر صلواۃ بھیجنے کے باب میں مسلم ج:۱ص:۳۰۵کتاب الصلاۃ:نبیؐ پر تشہد کے بعد درود بھیجنے کے باب میں،السنن الکبری للنسائی ج:۱ص:۳۸۲،۳۸۱کتاب صفۃ الصلاۃ:الأمر بالصلاۃ علی النبی،ج:۶،کتاب عمل الیوم و اللیلۃ،ص:۱۷،کیف المسألۃ و ثواب من سأل لہ ذلک،ص:۹۷کیف الرد، صحیح بن حبان ج:۳ص:۱۹۳باب الادعیۃ:ذکر الاخبار المفسرۃ لقولہ جل و علا:(یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما)ج:۵باب صفۃ الصلاۃ،ص:۲۸۶،ذکر صفۃ الصلاۃ علی المصطفیؐ الذی یتعقب السلام الذی وصفنا،ص:۲۸۹،ذکر البیان بان النبیؐ انما سئل عن الصلاۃ علیہ فی الصلاۃ عند ذکر م ایاہ فی التشہد،ص:۲۹۵،ذکر الأمر با الصلاۃ علی المصطفیٰ و ذکر کیفیتھا و غیرھا من المصادر الکثیرۃ،

(۲)جواھر العقدین القسم الثانی ج:۱ص:۴۹،فی الثانی ذکر أمرہ بالصلاۃ علیھم فی امتثال ما شرعہ اللہ من الصلاۃ علیھم و وجہ الدلالۃ علی ایجاب ذلک فی الصلاۃ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ج:۱ص:۸،الصواعق المحرقۃ ج:۲ص:۴۳۰الباب الحادی عشر:اہل بیت نبوکے فضائل میں:پہلی فصل الآیات الواردۃ فیھم ینابیع المودۃ ج:۱ص:۳۷،ج:۲ص:۴۳۴،

نہ بھیجنا لوگوں نے پوچھا کہ دم کٹی صلوات کیا ہے؟آپ نے فرمایا تم کہتے ہو:اللّٰہم صل علی محمد اور بس بلکہ۔(کمـل صـلوات یہ ہے)کہا کرو اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد اس حدیث کو فاسی و غیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔(۱)

آپ خود دیکھیں کہ درود میں صحابہ کو نبیؐ سے زبردستی کس طرح لحق کیا گیا ہے؟تا کہ وہ اہل بیتؑ کے شریک ہوجائیں دلیـل یہ ہے کہ وہ ہمارے اسلاف ہیں اور اللہ نے ہمیں ان کو راضی رکھنے کا حکم دیا ہے اور ہمـیں ان پـر لعنـ کـرنے سے روکا ہے و غیرہ....میں کہتا ہوں اگر مذکورہ بالا توجیہ مان بھی لی جائے تو اس سے صرف صحابہ کو راضی رکھنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے نہ کہ ان کو درود میں شامل کرنا۔اس توجیہ سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان پر ترضی مستحب اور لعنـ کرنا رام ہے نبیؐ کے سـاتھ ان کـو درود میں شامل کرنے کے استحباب پر تو پھر کوئی دلیل چاہئے جی ا کہ آل کے بارے میں دلیل اسی حدیث میں موجود ہے خصوصاً جب کہ حاوی نے سرکار دو عالم پر درود کی شرح کرنے کے لئے ایسی حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت نے دم کٹی صلوت سے منـع کیـا ہے اور فرمایا کہ کامل صلوات کی شرط آل محمد کا درود ہے الحاق ہے لیکن اصحاب کا کوئی ذکر نہیں آیا۔

اس سے زیادہ جیب بات یہ ہے کہ حاوی نے صلوات بترا(دم کٹی صلوات)والی حدیث نقل کر کے یہ محسوس کیـا کہ اس حـدیث سے اہل بیتؑ کو کوئی ایسی خصوصیـ حاصل ہوگئی جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے بس فوراً ہی حدیث کے رخ کو موڑدیـا اور یہ کہہ دیا کہ آل سے مراد امـ محمدی ہے یہاں تک کہ فـ اق بھی شامل ہیں لہذا کلام سابق کے بعد بلافصل کہتا ہے(یہاں پر آل سے سرکار کی ساری امـ مراد ہے یعنی مطلق ساری امـ کے لئے دعا کی جائے)اور حضورؐ کا یہ قول کہ ((آل محمد متقـی ہـیں))اس سے مراد یہ ہے کہ امـ محمدؐ شرک سے پاک ہے یعنی شرک سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے مقام دعا میں یہـی درسـ ہے۔(یعنـی ہـر غیـر مشرک کے لئے دعا کرتے ہیں۔(۲)

---

(۱)حاشیہ الـحطاوی علی مراقی الفلاح:ج:اص:۸

(۲)حاشیۃ الـحطاوی علی مراقی الفلاح ج:اص:۸

جی چاہتا ہے کہ حاوی سے پوچھوں کہ جب آل سے ساری امہ مراد ہے تو صحابہ کا درود الحاق کرنا ضروری کیوں ہے؟(کیا صحابہ امہ میں شامل نہیں ہیں)؟پھر آپ نے صحابہ کے الحاق کے لئے سابق میں بےمغز اور بھونڈی دلیل کیوں دی؟کیا صحابہ اجابہ میں سے نہیں تھے؟آپ نے حاوی کا بیان پڑھ لیا،اب اہل سنہ کا طرز عمل ملاحظہ ہو،سمجھ میں بات نہیں آتی کہ اس حدیث کی موجودگی میں اہل سنہ دم کی صلوات بھیجنے پر اصرار کیوں کرتے ہیں اور آل پر اقتصار کرتے ہوئے صرف انھیں کو نبیؐ سے لحق کیوں نہیں کرتے جبکہ مضمون حدیث(آل پر انحصار)یہی ہے جے خود حاوی نے ذکر کیا ہے،کنایہ اس لئے نہیں ہے اہل بیتؑ کی مایہ امتیاز شرافت و بزرگی کے ذکر سے جو انھیں بڑی گراں گذرتی ہے پرہیز کیا جائے یہ سارا زور اس لئے ہے کہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ آل سے مراد صرف اہل بیت رسولؐ ہیں نہ کہ سارے اتقی حتی کے فاسقین بھی۔

پھر ہم اپنی بات کی تکرار کررہے ہیں کہ جمہور صحابہ نے متعلق چارہ جوئی اور نفوس قدسیہ میں اضافہ کوشش کررہے تھے نیز ان اسباب و علل کی جو اس کا باعث ہوتے ہیں لیکن یہ ایک طولانی اور وسیع موضوع ہے لہذا اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں ہے جب کہ شیعہ علماء اور ان کی کتابوں نے اس اضطراب کی طرف راہنمائی کی ہے لہذا حقیقت جو افراد اس کی طرف رجوع کریں۔

حدیث نبوی میں اختلاف اور امیرالمومنینؑ کا شورہ

حدیث پیغمبر کے بارے میں کچھ اور بھی عرض کرنا بہتر سمجھتا ہوں،ایک سائل نے مولائے کائناتؑ سے حدیث بدع اور لوگوں کے پاس جو حدیثیں ہیں ان کے اختلاف کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا:لوگوں کے پاس تو حق و باطل بھی،صدق و کذب بھی،ناسخ و منسوخ،عام خاص،محکم متشابہ اور حفظ و وہم سب کچھ ہے اور پیغمبرؐ پر تو آپ کی زندگی میں ہی بہتان لگایا گیا نتیجہ میں حضورؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا جو مجھ پر جان بوجھ کے بہتان لگائے اس نشست کو آگ سے بھر دیا جائے گا،

تمہارے پاس ایسے چار طرح کے لوگ حدیث لائیں گے جن کا پانچواں نہیں ہوگا ایک تو منافق مرد(حدیث لائے گا)جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور اسلام میں تصنع برتتا ہے،خود کو نہ گناہ گار محسوس کرتا ہے اور(نہ ہی جھوٹ بولنے میں)کوئی حرج محسوس کرتا ہے پیغمبرؐ پر جان بوجھ کے جھوٹ باندھتا ہے اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ وہ منافق ہے تو اس سے حدیث قبول ہی نہ کریں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے لیکن وہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ نبیؐ کا صحابی ہے اس نے نبی کو دیکھا ہے ان سے حدیث سنی ہے اور ان سے حاصل کیا ہے اس لئے لوگ اس سے حدیثیں لیتے ہیں حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقین کے بارے میں خبردار کردیا ہے اور ان کی صفتیں بتادی ہیں یہ منافقین نبیؐ کے بعد بھی باقی رہے اور گمراہی کے اماموں،جھوٹ اور بہتان کے ذریعہ جہنم کی طرف دعوت دینےوالوں کے یہاں تقرب حاصل کرلیا نتیجہ میں انھیں اعمال کا ولی بنادیا اور لوگوں کی گردنوں پر انھیں مسلط کردیا پھر ان کے توسط سے خوب مال دنیا سمیٹا اس لئے کہ لوگ تو بادشاہ اور(مال)دنیا کے ساتھ رہتے ہی ہیں مگر یہ کہ جس کی خدا حفاظت کرے[1]

نبیؐ کے بعد منافقین کی حرکتیں اور تیزدستیوں کے بارے میں ابن الحدید کی گفتگو

ابن ابی الحدید مولائے کائناتؑ کی مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت نے محدثین کی بالکل صحیح تقسیم کی ہے منافقین دور پیغمبر میں بھی تھے آپ کے بعد بھی باقی رہے پھر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضور کی وفات کے ساتھ ہی نفاق بھی مرگیا البتہ پیغمبر کے بعد منافقین کے حالات پوشیدہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ سرکار دو عالمؐ کے دور میں وحی کا سلسلہ جاری تھا قرآن میں منافقین کے بارے میں جو کچھ نازل ہوتا تھا سرکار مسلمانوں کو اس سے باخبر کردیا کرتے تھے لیکن جب سرکارؐ کی وفات کی وجہ سے وحی کا سلسلہ بند ہوگیا تو اب کوئی ایسا آدمی نہیں رہا جو منافقین کی غلطیوں

---

(۱) نہج البلاغہ ج:۲ص:۱۸۸،۱۸۹،اسی طرح ینابیع المودۃ ج:۳ص:۴۰۹،۴۱۰

اور لغزشون کی نشان دہی کرے ان کے اعمال پر ان کی توبیخ کرے اور مسلمانوں کو ان سے پرہیز کرنے کی تلقین کرے نیز کبھی کھل کے اور کبھی اشاروں،کنایوں میں بات کو سمجھائے سرکار دو عالمؐ کے بعد جو لوگ حکومت میں تھے وہ منافقین کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے ان سے حسن سلوک پر مجبور تھے اس لئے کہ دین اور دنیاوی سیاست انھیں ظاہر پر عمل کرنے کا حکم دیتی ہے چونکہ خلفاء ان کے بارے میں کچھ نہیں بولتے تھے اس لئے ان کا ذکر قریب معدوم ہوگیا نتیجہ میں منافقین نے اس بات پر اقتصار کیا کہ ان کے دل میں جو کچھ ہے اسے چھپائے رہیں اور ظاہری طور پر مسلمانوں سے لئے رہیں(ا)اور مسلمانوں سے معاملات کرتے رہیں اس کے بعد تو مسلمان فتوحات میں مصروف ہوگئے اور مال غنیمت آنے لگا منافقین مال غنیمت میں مشغول ہوگئے اور پیغمبرؐ کے زمانے میں جو حرکتیں کرتے تھے۔

(ا)ابن ابی الحدید یا تو غافل ہیں یا تجاہل عارفانہ کررہے ہیں اور شاید انھوں نے حذیفہ کا جملہ نہیں دیکھا ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ:آج کے منافقین کل کے منافقین سے زیادہ خطرناک ہیں عہد رسول میں وہ اپنے نفاق کو مخفی رکھتے تھے جب کہ آج کل اس کے اظہار سے وہ کوئی خوف و ہراس نہیں رکھتے،حذیفہ کا ہی یہ قول بھی ہے کہ:عہد رسول میں نفاق نفاق تھا لیکن آج نفاق نہیں بلکہ ایمان کے بعد کفر میں بدل گیا ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے مولیٰ کے سابقہ کلام سے غفلت کی ہے یا جان بوجھ کر تغافل کیا ہے اس لئے کہ اہل بدعت اور روایات کے اختلاف کے متعلق سوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس قوم کی جعلی روایتیں مولیٰ علیؑ کے دور میں دن بہ دن نقل ہورہی تھیں حق اور باطل کا تمیز دینا مشکل ہوگیا تھا اس لئے سائل نے اپنی حیرانی و سرگردانی دور کرنے کے لئے یہ سوال کیا اور مولیٰ علیؑ کا جواب قرینہ ہے کہ منافقین سابق حکام سے تعاون کرتے تھے اور سابقہ حکام کو ان کے کرتوت کا علم تھا بلکہ ان کی شبہ جعل سازی کا سلسلہ قائم تھا اور منافقین اپنے حالات کو چھپانے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے تھے،بلکہ معاویہ کے زمانے میں جو جعلی احادیث نشر ہوئی ہیں تو اس میں کسی کا کوئی کلام نہیں ہے کہ اس میں خود معاویہ کا تعاون تھا اور یہ عہد امیرالمومنین کے بعد کا مسئلہ ہے لہذا سوال کا تعلق مولیٰ کے دور سے کیا بھی نہیں جا تا،اس مقام پر امام علیؑ کا یہ قول بہت مناسب ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:(کہاں ہے وہ لوگ جو ظلم و سرکشی اور ہمارے اوپر زیادتی کی خاطر تصور کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں،ہم راسخون فی العلم ہیں،اللہ نے ہمیں مرتبہ بنایا اور انھیں ذلیل و رسوا کردیا ہے،ہمیں علم و فضل سے نوازا ہے اور انھیں محروم رکھا ہے ہمیں اپنی رحمت و مغفرت کے زمرہ میں شامل کرلیا ہے جب کہ انھیں اس سے نکال کر باہر کردیا ہے،ہماری بدولت ہدایت و سعادت کو حاصل کیا جا تا ہے اور....

اب مال دنیا دیکھ کے وہ رکتیں روک دیں خلفاء نے بھی انہیں مسلمان اسراء کے ساتھ بلاد فارس و روم میں بھیج دیا وہاں دنیا نے انہیں ایسا الجھایا کہ وہ دور پیغمبرؐ کی تمام رکتیں جن پر انہیں سزا تی رہتی تھی بھول گئے اور ان میں سے کچھ تو راہ راست پر آ گئے اور ان کی نیت میں خلوص آگیا کیونکہ فتوحات کا لسلہ چل پڑا تھا۔

جب انہیں چھوڑدیا گیا تو انہوں نے بھی اپنی رکتیں چھوڑدیں اور جب ان کے بارے میں خاموشی برتی گئی تو وہ اسلام کے بارے میں جو واہی تے تھے اس کو بند کردیا گر یہ کہ زیرزمین سازشوں میں مصروف ہوگئے۔

اسی کی طرف سرکار مولائے کائناتؑ نے اشارہ فرمایا ہے کہ منافقین کی سازش کی و ہ سے

......ہمارے ہی ذریعہ گناہوں کا اندھا پن دور کیا جا تا ہے

تعجب تو یہ ہے کہ خود ابن ابی الحدید نے اسی جملہ پر حاشیہ آرائی فرماتے ہوئے لکھا ہے:(امام کا یہ فرمانا کہ:کہاں ہیں وہ لوگ اپنے کو راسخون فی العلم گمان کرتے ہیں)یہ کلام صحابہ کی ایک جماعت کی طرف اشارہ و کنایہ ہے جو مولیٰ سے فضل و فضیلت میں نزاع کرتے رہتے تھے،صحابہ میں سے کچھ ایسے تھے جو اپنے کو فرائض کا ماہر،سب سے بڑا قاری قرآن،ذہین و فہیم اور حلال و حرام کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنےوالا سمجھتے تھے جب کہ سب کو یہ معلوم تھا کہ حضرت علیؑ ہیں،امت مسلمہ کے سب سے بڑے قاضی اور قضاوت بےپناہ علم و فضل کی طالب ہے جب کہ دوسرے فضائل ایک دوسرے کے محتاج ہیں لہذا ثابت ہو کہ مولی سب سے بڑے فقیہ اور صحابہ میں سب سے زیادہ صحاب علم تھے،اس کے بووجود آپ اس بات سے راضی نہ تھے اور سابقہ روایت بھی سچی نہیں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ فلاں صاحب سب سے زیادہ فرائض و واجبات سے آگاہ تھے بلکہ مذکورہ روایت زب و افتراء ہے اور اسے کچھ حاسد قسم کے صحابیوں نے از راہ سرکشی و بر بناء ظلم و ستم،نیز بنی ہاشم کے گھرانے سے دشمنی و عناد نے گڑھنے پر مجبور کردیا ہے کیوں کہ اللہ نے انھیں بلندی عطا کی ہے جب کہ بنی ہاشم کے علاوہ لوگوں کو محروم رکھا ہے)شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید،ج:۹ص:۸۶

مسند احمدج:۵ص:۳۹۱۔حدیث:حذیفہ بن یمان نے نبی سے حدیث نقل کی،مجمع الزوائد،ج:۱۰،ص:۶۳،کتاب مناقب،باب،کوفہ میں آنا،مسند احمد،ج:۵ص:۳۹۰،حدیث:حذیفہ بن یمان نے نبی سے حدیث نقل کی،مصنف لابن ابی شیبۃ،ج:۷ص:۴۶۰،کتاب الفتن،تفسیر ابن کثیرج:۲ص:۳۰۰،احمد ابن حنبل،ص:۴۳،حلیۃ الاولیاء،ج:۱ص:۲۷۹،حذیفہ بن یمان کے حالات میں

حدیثوں میں کثرت سے جھوٹ شامل ہوگیا یہ جھوٹ(منافقین)غلط عقیدہ رکھنےوالوں نے صادر کیا،مقصد یہ تھا کہ مسـلمانوں کـو گمـراہ کردیا جائے،دل اور دل کے عقیدوں کو خبط کردیا جائے،اس لسلہ میں انہوں نے کچھ لوگوں کے بارے میں بڑھا پڑھا کے حدیثیں بنانی شروع کیں حالانکہ ان کی مدح میں دنیاوی مقاصد پوشیدہ تھے کہا جاتا ہے کہ معاویہ کے دور میں اس طرح کی حدیثیں بہ بنائی گئیں۔

جن لوگوں کو علم حدیث میں رسوخ حاصل تھا وہ اس حادثے پر خاموش نہیں رہے بلکہ انہوں نے بہ سی موضـوعی حـدیثوں کا ذکر کیا اور صاف کر دیا کہ یہ حدیثیں موضی ہیں اور ان کے رواۃ قابل اعتبار نہیں ہیں گر یہ محدثین صرف ان پر ہس ن کـرتے تھے،جو صحابیہ کے مرتبے سےنیچے تھے اور ان پر ن کرنے کی ج ارت نہیں کرتے تھے،جن کے لئے صحابہ کا لفـظ اسـتعمال ہوتـا تھا(۱)لیکن کبھی وہ بُسر بن ارطاۃ جیے صحابی پر ن کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔

حضرت امام محمد باقرؑ کے وضعی یثوں کے بارے میں ارشادات

پھر ابن حدید لکھتے ہیں ابوجعفر محمد باقرؑ نے اپنے ب اصحاب سے فرمایا:تم دیکھتے ہو کہ قریش نے ہم پر کیے کیسے ظلـم کـئے اور ہمارے خلاف کیے مظاہرے کئے ہمارے شیعہ اور چاہنےوالوں کو لوگوں نے کس طرح ستایا حضورؐ سرور کائنات کی وفات ہوگئی،حضورؐ نے بتادیا تھا کہ ہم البیۃؑ عام لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں لیکن قریش نے چشم پوشی کی اور حکوم اس کے معـدن(مسـتحقین) کـے ہاتھ سے نکل گئی(لطف یہ ہے کہ قریش نے انصار پر ہمارے حق سے احتجاج کیا اور جب حکوم حاصل ہو گئی تو وہ حکوم کو ایـک کے بعد دوسرے کے ہاتھ میں گھماتے رہے یہاں تک کہ عثمان کے

---

(۱)کلام امیرالمومنینؑ میں احادیث وضی و جعلی سے مراد وہ احادیث ہیں جو مناق صحابہ نے وہ بھی رسول خدا کے دور میں گڑھی تھیں۔

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱۱ص:۴۱،۴۲

بعد)حکومت ہماری طرف واپس ہوئی،انھوں نے ہماری بیعت توڑ دی اور ہم سے جنگ کرنے کو اٹھ کھڑے ہوئے صاحب امر مسلسل ان کے ہاتھ سے تنگی اور سختیاں جھیلتا رہا یہاں تک کہ شہید کردیا گیا پھر (امیرالمومنینؑ کے صا بزادے)امام حسنؑ کی بیعت کی گئی اور معاہدے کئے گئے پھر ان معاہدوں کو توڑنے کے غداری کی گئی اور اہل عراق ان پر لوٹ پڑے یہاں تک کہ آپ کے پہلو کو خنجر سے زخمی کردیا اور آپ کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا گیا آپ کی عورتوں کے زیور لوٹ لئے گئے اور آپ کو حکومت کی باگ ڈور معاویہ کے سپرد کردینا پڑی اور اس نے آپ کا اور آپ کے اہل بیتؑ کا خون بہانا شروع کیا حالانکہ وہ تو پہلے ہی سے کم تھے۔

پھر لوگوں نے امام حسینؑ کی بیعت کی تقریباً بیس ہزار لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور پھر لوگوں نے دھوکا دیا اور آپ کو شہید کر ڈالا جب کہ ان کی گردنوں میں آپ کا قلادہ بیعت موجود تھا۔

پھر ہم اہل بیتؑ مسلسل ذلت و رسوائی اور قتل و غارت گری صحرا اور بیابانوں کی آوارگی جلاوطنی کو جھیلتے رہے ہمیں شہید کیا جاتا رہا ہمیں طرح طرح سے ڈرایا جاتا رہا، نہ ہم اپنی جان کو محفوظ سمجھتے ہیں نہ اپنےچاہئے والوں کی جان کو محفوظ سمجھتے ہیں،آج صورت حال یہ ہے کہ کاذبین و جاحدین اپنے کذب و جحود کو اپنے ظالم بادشاہوں اور بدکردار گورنروں کے پاس تقرب کا ذریعہ بنا کے استعمال کرتے ہیں تا کہ ہر شہر میں ان بادشاہوں اور گورنروں کے قریب رہ سکیں،پس انھوں نے جھوٹی اور مصنوعی حدیثیں بیان کرنا شروع کردیں اور ہم سے ایسی حدیثوں کو منسوب کرتے ہیں جو نہ ہم نے کہی ہے نہ نقل کیا ہے،مقصد یہ ہے کہ اس جھوٹ کے ذریعہ وہ لوگوں کے دلوں میں ہمارا بغض پیدا کر کیں،امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ کے دور میں یہ کام بڑے پیمانے پر ہوا،صورت حال یہ تھی کہ ایک آدمی جس کا لوگ خیر کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور اس کو نہایت متقی اور سچا بھی سمجھتے رہے،وہ خلفا کی فضیلت میں بڑی جیب حدیثیں بیان کرتا تھا،ایسی باتیں جنھیں

اللہ نے پیدا ہی نہیں کیا اورجن کا عالم واقع میں کوئی وجود نہیں انہیں بیان کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ باتیں حق ہیں اس لئے کہ یہ باتیں ان کثیر افراد کے ذریعہ پھیلائی گئی ہیں جنہیں لوگ جھوٹا نہیں مانتے اور ورع وتقدس میں کم نہیں سمجھتے۔[1]

جعلی یثوں کے بارے میں ہ ائنی اور نفطو یہ کی رو ۔

پھر ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ:"ابو الحسن علی بن محمد بن ابوسیف مدائنی ، اپنی کتاب " الاحداث "میں لکھتے ہیں: معاویہ نے عام الجماعۃ کے بعد اپنے گورنروں کو ایک حکم نامہ جاری کیا جس میں لکھا تھا کہ جو بھی ابوتراب اور ان کےاہل بی ع کے فضائل میں کوئی حدیث بیان کرے گا اس سے میں بری الذمہ ہوں پس خطیبوں نے قریہ قریہ ، شہر شہر پابندی کے ساتھ ہر منبر سے علی پر لعن بھیجنی اور ان کے اہل بی ع سے تبراء کرنا شروع کردیا ،وہ علی اور اہل بی علی کو برابھلاء کہتے تھے پھر معاویہ نے حکومت کے تمام گورنروں کو لکھا کہ شیعیان علی اور اہل بی علی کی گواہی نہ قبول کی جائے اس نے لکھ بھیجا کہ عثمان کے شیعہ اس کے چاہنے والے اور اس سے محب کرنے والوں کو نیز وہ لوگ جو اس کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں انہیں اپنی مجلسوں میں منزلت دی جائے اور ان کی زت کی جائے ایسے لوگوں کی روایتیں اور ان کا اور انکے باپ کا نام اور ان کے قبیلوں کا نام لکھ کر کے میرے پاس بھیج دیا جائے، گورنروں نے ای ا ہی کیا نتیجہ میں عثمان کے فضائل ومناقب کی کثرت ہوگئی ، تب معاویہ نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ عثمان کے فضائل بہ ہوگئے ہیں اور تمام جہوں پر کثرت سے پھیل گئے ہیں جب میرا خط تم تک پہنچے تو تم لوگوں کو ایسی روایتوں کی طرف ترغیب دو جس میں صحابہ اور خلفاء اولین کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور ابو تراب فضیل میں اگرکوئی مسلمان کوئی حدیث بیان کرتا ہو تو تم فورا صحابہ کی فضیل میں اس کے متناقض حدیث بنالو یہ کام میرے لئے محبوب تر ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب ہے اور اس طرح علی اور ان کے شیعوں

----

(1)شرح نہج البلاغہ ج :11 ص 43،44

کی حجت باطل کرنا آسان ہوگا اور عثمان کا بیان ان پر بڑا گرا ہوگا،یہ خط جب لوگوں کے سامنے پڑھا گیا تو لوگوں نے صحابہ کے فضائل میں ڈھیر ساری حدیثیں گڑھ ڈالیں جن کی کوئی حقیقت نہیں تھی اور پھر لوگ اسی راستے پر نئی نئی حدیثیں بناتے چلے گئے یہاں تک کہ منبروں سے یہ مفتریات بیان ہونے لگے اور انھیں جعلی حدیثوں کو مدرسوں کے معلمین کے سپرد کردیا گیا اور انھوں نے بچوں اور لڑکوں کو یہ حدیثیں بڑے پیمانے پر پڑھانی شروع کردیں اور بچے ان جعلیات کو اس طرح سیکھنے لگے جیسے قرآن سیکھتے تھے حد تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیبوں عورتوں،خادموں اور چوکیداروں کو ان مفتریات کی تعلیم دی اور جب تک خدا نے چاہا یہ صورت حال برقرار ہی نتیجہ میں بہت سے موضوع کی حدیثیں ظاہر ہوگئیں،بہتانوں کی اشاعت ہوئی اور فقہا،قضاۃ اور ولاۃ سبھی اسی راستے پر چل نکلے اس بلا میں سب سے زیادہ ریاکار قاریوں کا ٹولہ اور کمزور عقلوں والے گرفتار ہوئے جو صرف اپنے حلوے مانڈے کے لئے اور اپنے امیروں کی خدمت میں تقرب حاصل کرنے کے لئے ان جعلی حدیثوں سے کھیلتے تھے نتیجہ میں انھوں نے ان حدیثوں سے خوب مال بنایا اور انعام اور مرتبے حاصل کئے،اب تو صورت حال یہ ہوگئی کہ یہ جھوٹی اور جعلی حدیثیں ان کے ہاتھوں میں بھی پہنچ گئیں جو دیانتدار تھے۔اور کذب و بہتان کو قبول نہیں کرتے تھے انھوں نے ان حدیثوں کو حق سمجھ کر قبول کرلیا اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ یہ حدیثیں باطل ہیں تو ان کی روایت کبھی نہیں کرتے۔

یہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ امام حسن بن علی علیہ السلام کی شہادت ہوجاتی اور فتنہ اور مصیبت میں اضافہ ہوجاتا ہے،پھر ایسا کوئی باقی نہیں بچا جز یہ کہ وہ اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتایا جلاوطنی اور دربدری کا خوف رکھتا ہو،پھر امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد یہ گھٹن اور اضطراب کا دور آجاتا ہے اور عبدالملک بن مروان حاکم ہوجاتا ہے تو شیعوں کے لئے سختیوں کا سامنا ہوتا ہے اور ان پر حجاج بن یوسف کو حاکم قرار دیا جاتا ہے پھر تو اہل تقوی اور دیندار صاحب ورع اور پرہیزگار افراد علی کے بغض کو بہانہ بناکر اس سے قریب ہوجاتے ہیں بلکہ ان کے تمام چاہنےوالوں کی دشمنی کو تقرب کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور ان کے فضل اور گذشتہ کارناموں اور فضائل و مناقب میں روایات کی

بھرمار ہوجاتی ہے اور علی سے دشمنی میں اُن کے فضائل سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور ان پر عیوب لگا کر اُن پر لعن شروع ہوجاتی ہے

ابن عرفہ جو نفطویہ کے نام سے مشہور ہیں اور بڑے محدثین بلکہ ان کے اعلام میں شمار کئے جاتے ہیں اپنی تاریخ میں اسی مناسبت سے فرماتے ہیں: صحابہ کے فضائل میں موضوعی حدیثیں زیادہ تر بنوامیہ کے دور میں گڑھی گئیں تاکہ ان سے تقرب حاصل ہوسکے، بنوامیہ یہ سمجھتے تھے کہ ان وضعی حدیثوں کے ذریعہ ہم بنوہاشم کی ناک رگڑدیتے ہیں۔[1]

جعلی حدیثوں میں صحاحِ ستہ کا حصہ

ممکن ہے کوئی کہے کہ ان جعلی حدیثوں کو صحاح میں جگہ نہ ملی ہوگی، لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے، ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری نے عمروعاص جیسے آدمی سے حدیث لی ہے، اسناد کو عمروعاص سے ملا کے یہ حدیث لکھی ہے کہ عمروعاص نے کہا میں نے ہادی برحق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ، بنوہاشم میرے اولیا نہیں ہیں، ہمارا ولی تو صرف اللہ اور صالح المومنین ہیں[2]

ہاں حدیثوں میں بگاڑ پیدا ہونے سے جہاں یہ فائدہ حاصل ہوا کہ متاخرین کے دماغ میں صحابہ کی عدالت مستحکم ہوگئی یہاں تک کہ عمروعاص جیسے مکار آدمی کی عدالت اور صحیحین (بخاری اور مسلم) میں اس کا نام آجانے سے اس کی عظمت بھی ثابت ہوگئی، وہاں یہ نقصان ہوا کہ اہل حدیث ((طالب)) کا کلمہ حذف کرنے پر مجبور ہوگئے یا تو اس کی جگہ چھوڑ دیا کرتے تھے یا پھر وہاں پر اس کے نام کی جگہ ((فلان)) لکھ دیا کرتے تھے، ابن حجر عسقلانی نے اس موضوع پر طویل بحث کی ہے، آپ کو چاہئے کہ ان کی اس بحث کو دیکھیں۔[3]

----

(۱) شرح نہج البلاغہ ج:۱۱ص:۴۴۔۴۶

(۲) شرح نہج البلاغہ ج:۴ص:۶۴، کلام امیرالمومنینؑ کے ذیل میں، ج:۱۱ص:۴۲

(۳) فتح الباری ج:۱ص:۳۳۱مقدمہ میں

انشاءاللہ آپ کے آٹھویں سوال کے جواب میں صحاح کے بارے میں باقی گفتگو کی جائے گی،اہل سنت حدیثوں پر یوں بھی زیادہ نظر رکھتے ہیں کہ انھوں نے جرح و تعدیل کے جو قواعد بنائے ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت اطہار صلوات اللہ علیہم کے بارے میں ان کے کیا نظریات ہیں اور ان کے دشمنوں کے بارے میں اہل سنت کا کیا نظریہ ہے،آٹھویں سوال کے جواب میں انشاءاللہ کچھ باتیں بھی آئیں جو نفع بخش ہوں گی،ہمارے علما نے بھی اس موضوع پر طویل گفتگو کی ہے،ذوق جستجو رکھنےوالوں کو ان کی کتابیں بھی پڑھنی چاہئے،ہم نے تو اتنی باتیں صرف اس لئے کردیں تا کہ معلوم ہوجائے اہل بدر کی حدیث ہماری نظر میں ہے گر صرف ہم اس کا تحفظ کیا ہے،تردید یا انکار نہیں کیا ہے،اس لئے کہ انکار کے لئے دلیل چاہئے،جس طرح اثبات محتاج دلیل ہے،لیکن تحفظ کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہے،اس حدیث کے ظروف و لبیات کا تذکرہ کردینا کافی ہے تا کہ یہ حدیث کس ماحول میں وارد ہوئی ہے پتہ چل سکے اور میں نے گذشتہ سطروں میں یہ ضرورت پوری کردی ہے۔

اہل بدر کے بارے میں وارد حدیثوں کا متن

بہرحال مذکورہ حدیث کے بارے میں گفتگو کرنا بہتر نہیں ہے جب تک متن حدیث کو نہ پیش کردیا جائے،یہ حدیث(مختلف اللفظ)لیکن متقارب المعنی صورتوں میں وارد ہوئی ہے،ہم صحیح مسلم کی عبارت آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں،مسلم نے اپنی سند کے ساتھ عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت کی ہے،انہوں نے کہا میں نے علیؑ سے سنا ہے کہ ایک دن پیغمبر اعظمؐ نے مجھے،زبیر اور مقداد کو بلایا اور فرمایا کہ((روضہ خاخ تک جاؤ وہاں ایک عماری ہے(جس میں ایک عورت بیٹھی ہے)اس کے پاس ایک خط ہے اس کو لے لو پس ہم چلے اور وہ خط لاکے حضورؐ کی خدمت میں پیش کردیا،وہ خط

حاطب بن ابی بلتعہ کا تھا،اس میں اس نے سرکار دو عالمؐ کے کچھ امور کے بارے میں مشرکین کہ کو جاسوسی کی تھی،سرکارؐ نے حاطب سے پوچھا کہ اے حاطب یہ کیا ہے؟حاطب بولا،سرکارؐ میرے خلاف فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں،میں قریش کے قریب رہتا تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے کچھ ا زا ہیں جو کہ میں ہیں جن کی قرابت کی وجہ سے ان کے اہل و عیال کی حمایت ہوتی ہے،چونکہ میرا کوئی نسبی لگاؤ ان سے نہیں ہے،اس لئے میں نے ان کے لئے جاسوسی کی کہ وہ اسی کا خیال کرکے میرے عزیزوں کی حمایت کریں گے۔

میں نے کفر کی وجہ سے یہ حرکت نہیں کی اور نہ میں دین سے مرتد ہوا ہوں،اور نہ اسلام کے بعد کفر کو پسند کیا ہے حضرت نے فرمایا یہ سچ کہہ رہا ہے،عمر نے کہا یا رسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس گردن اڑادوں،آپ نے فرمایا نہیں یہ غازیان بدر میں سے ہے،اور خداوند عالم اہل بدر کے حال سے واقف ہے،اس نے فرما دیا ہے:جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کردیا ہے،پس اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:(اے ایمان لانےوالو!میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ)[1]

مذکورہ حدیث کا پس منظر

میں عرض کرتا ہوں کہ:

ا۔آپ نے دیکھا کہ اس حدیث میں عمر کو اس لئے نہیں ڈانٹا گیا کہ وہ حاطب پر طعن کررہے تھے،یا ان کے عمل کو برا کہہ رہے تھے،حالانکہ موضوع بحث یہی بات ہے(یعنی سابقون اولون پر طعن کا جواز یا عدم جواز)عمر صرف اس لئے ڈانٹے گئے کہ وہ حاطب پر نفاق کا الزام لگا رہے تھے اور ان کو قتل کرنے کی کوشش کررہے تھے،جب کہ نبیؐ نے حاطب کا عذر قبول کرلیا تھا اور حاطب نے خود کے بارے میں جو نفاق کی نفی کی تھی اس کی تصدیق کردی تھی،حدیث مذکورہ اسی بات کی تصریح کرتی ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم ج:۴،ص:۱۹۴۱کتاب فضائل،اہل بدر اور حاطب بن ابی بلتعہ کی داستان

قرآن مجید حاطب کے فعل کو غلط ثابت کرتا ہے

اس موقعہ پر خداوند عالم نے حاطب کے اس فعل کو غلط قرار دیا،قرآن مجید میں اس موقعہ پر ارشاد ہوتا ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْأَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيتُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْوَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ..قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ.. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَوَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ)(۱)

ترجمہ آیت:(اے ایمان دارو!اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی کی تمنا میں(گھر سے)نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ،تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو اور جو دین حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے وہ لوگ انکار کرتے ہیں،وہ لوگ رسول کو اور تم کو اس بات پر(گھر سے)نکالتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے ہو(اور)تم ہو کہ ان کے پاس چھپ چھپ کے دوستی کا پیغام بھیجتے ہو،حالانکہ تم کچھ بھی چھپا کر یا بالاعلان کرتے ہو میں اس سے خوب واقف ہوں،اور تم میں سے ایسا جو شخص کرے تو وہ سیدھی راہ سے یقیناً بھٹک گیا ہے مسلمانو!

----

(۱)سورہ ممتحنہ آیت۱،۴،۶

(تمہارے واسطے)تو ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے(قول و فعل کا اچھا نمونہ موجود ہے)کہ انھوں نے جب اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان(بتوں)سے جنہیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں ہم تو تمہارے(دین کے)منکر ہیں اور جب تک تم کمل یکتا خدا پر ایمان نہ لاؤ ہمارے تمہارے درمیان کھلم کھلا عداوت اور دشمنی قائم رہے گی۔(مسلمانو)ان لوگوں کے(افعال)کا تمہارے واسطے جو خدا اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے اچھا نمونہ ہے اور جو(اس)سے منھ موڑے تو خدا بھی یقیناً بےپرواہ(اور)سزاوار حمد ہے)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ خداوند عالم اس قرآن میں جس کی تلاوت صبح و شام کی جاتی ہے علانیہ اس صحابی کو ڈانٹ رہا ہے اور اس کو برا کہہ رہا ہے!کہ وہ خدا جو کھلے ہوئے قرآن میں کسی کو خود ڈانٹ رہا ہے اور اس کو برا کہہ رہا ہے تو مسلمانوں کا ڈانٹنا اور انکار کیوں پسند نہیں کرے گا اور کیوں اس کو برا کہنےوالے سے ناراض ہوگا گر یہ کہ وہ خود توبہ کرے تو یہ دوسری بات ہے جو ہماری بحث سے خارج ہے۔

۲۔نبیؐ جو عمر کو روکا تو برا کہنے سے نہیں روکا تھا،بلکہ عمر اس کو جان سے مارنے کی کوشش کر رہے تھے اور سرکارؐ کی رائے میں حاطب قتل کا مستحق بہرحال نہیں تھا یا یہ کہ حضورؐ نے اس کو معاف کردیا تھا نہ یہ کہ اہل بدر کو غلطی کرنے پر انہیں دنیا میں سزا نہیں دی جائے گی،اس بات کا تو کسی نے التزام نہیں کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضورؐ نے خود ہی مسطح بن اثاثہ پر افک کے معاملے میں حد جاری کی ہے[1]

روایتوں میں یہ بات ثابت ہے(مسطح بن اثاثہ حالانکہ اہل بدر میں تھا)دوسرا ثبوت ابھی آپ

---

(۱)مسند ابی یعلی،ج:۸ص:۳۳۸،السنن الکبری، للبیھقی،ج:۸ص:۲۵۰،کتاب المرتد،باب شوہردار عورتوں کو زنا سے متہم کرنے کی حد سے متعلق،سبل الاسلام،ج:۴ص:۱۵،کتاب الحدود حد القذف کے باب میں،تفسیر القرطبی،ج:۱۲ص:۲۰۱۔۲۰۲،تفسیر ابن کثیر،ج:۳ص:۲۷۲،فتح الباری،ج:۳ص:۲۷۲،فتح الباری،ج:۱۳ص:۳۴۲،تحفۃ المحتاج،ج:۲ص:۴۸۰،تاریخ الطبری،ج:۲ص:۱۱۴،حدیث الافک۔

کے دوسرے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے کہ عمربن خطاب نے قدامہ بن مظعون پر حد قائم کی حالانکہ یہ دونوں حضرات اصحاب بدر میں تھے۔(۱)

یث،اہل ب ر کی قطعی لا تی اور نجات کی نما نہیں لیتی

۳۔حضور کا یہ کہنا ہے:((اللہ اہل بدر کے حالات سے مطلع ہے اس نے کہ دیا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کردیا ہے،اس سے قطعی سلا تی کے بجائے صرف سلا تی اور نجات کی امید پیدا ہوتی ہے اور صرف امید اس بات کی مانع نہیں کہ ان کے اعمال کے نتیجے میں ان پر ن نہ کی جائے،جبکہ ان کے اعمال قابل ن ہوں،اس لئے کہ اگر کوئی آدمی علانیہ فاسق ہو تو اس پر ن کے جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں جب کہ اس کی ہلاکت قطعی نہیں ہے،اس لئے کہ خدا کی رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور وہ بخشنےوالا اور رحم کرنے والا ہے۔

۴۔حدیث کا قطعی نجات پر محمول کرنا ایک تکلف ہے،جو بے بنیاد اور بے دلیل بات ہے،اس کا کوئی د وی بھی نہیں کرتا ہے،اہل سنت کی بات دوسری ہے وہ تو تسلیم کرچکے ہیں کہ سارے صحابہ کو استقامت حاصل تھی اور سارے صحابہ جہنم سے محفوظ ہیں اور ہمارا موضوع بحث بھی یہی ہے اس لئے کہ د وی کبھی دلیل نہیں بن تا یہاں پر مقام احتجاج میں اس نظریہ کو پیش کیا جا تا۔

---

(۱)تفسیر القرطبی،ج:۶ص:۲۹۷،المستدرک علی صحیحن،ج:۳ص:۴۶۶،کتاب معرفۃ الصحابۃ قدامہ بن مظعون بن حبیب وہب جمحی سے متعلق بحث میں،المجم الکبیر،ج:۱۹ص:۳۷،جس کا نام قدامہ تھا یعنی قدامہ بن مظعون جمحی بدری،فتح الباری،ج:۷ص:۳۰۶،سیر اعلام النبلاءج:اص:۱۶۱،قدامہ بن مظعون کی سوانح میں،الطبقات الکبری،ج:۳ص:۴۰۱،قدامۃ بن مظعون کے سوانح حیات میں،الاصابۃ،ج:۵ص:۴۲۳،قدامہ بن مظعون کی سوانح میں،تہذیب الاسماء،ج:۲ص:۳۷۱،قدامہ بن مظعون کے سوانح حیات میں،الاستیعاب،ج:۴ص:۱۴۷۲،مسطح بن اثاثہ کے سوانح حیات میں،المقتنی فی سرد الکنی،ج:اص:۳۴۰،ابی عباد مسطح بن اثاثہ کی سوانح حیات میں،سیر اعلام النبلاء،ج:اص:۱۸۷،مسطح بن اثاثہ کے سوانح حیات میں،مشاہیر علماء الامصار،ص:۱۲،مسطح بن اثاثہ کے سوانح حیات میں الثقات،ج:۳ص:۳۸۳،مسطح بن اثاثہ کے سوانح حیات میں نیز اس کے علاوہ منابع،

اہل ب ر کی قطعی لا تی کا اعلان انھیں گناہ پر ابھارے گا

اولاً-اس نظریہ سے برائی کی چھوٹ تی ہے جی ا کہ آپ نے دیکھا کہ سابقون اوّلون والی آیت کی تفسیر میں جو حدیث لائی گئی اس میں اہل بدر کو کس طرح برائی کے لئے آزادی دی جارہی ہے۔

مزید وضاحت کے لئے بخاری شریف کی مندر ۔ ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔((بخاری فلاں سے روایت کرتے ہ‍یں ک‍ہ ابوعب‍دالرحمن اور حبان بن عطیہ میں جھگڑا ہوا ابوعبدالرحمن نے حبان بن عطیہ سے کہا تہیں معلوم ہے تہارے صاحب یعنی علیؑ ک‍س ہم‍ خ‍ون بہانے میں کیوں بڑھی ہوئی ہے،حبان نے کہا تیرا باپ نہ ہو کیوں؟کہا اس کی و ۔ ایک بات ہے جو م‍یں ن‍ےان ک‍و کہت‍ے ہ‍وئے س‍نا ہے،پوچھا گیا بات ہے؟کہا ہو ک ۔ رہے تھے کہ ہمیں زبیر کو اور ابومرثد کو سرکار نے کسی کام سے بھیجا ہم س‍ب گھ‍وڑوں پ‍ر س‍وار تھے....عمر نے کہا یا رسول اللہؐ اس نے خدا اور خدا کے رسول اور مومنین سے خیانت کی ہے،مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گ‍ردن ماردوں،سرکارؐ نے کہا سچ ک ۔ رہے ہو لیکن اس کے بارے میں سوائے ‌یر کے کچھ مہ بولا کرو،پھر عمر نے اعادہ کیا اور کہا اے رس‍ولؐ اس نے خدا سے خدا کے رسول اور مومنین سے خیانت کی ہے آپ اجازت دیں کہ میں اس کی گردن ماردوں،آپ نے فرمایا کیا وہ بدر والوں میں نہیں ہے؟اور کیا تہیں معلوم نہیں،اللہ اہل بدر کے حال سے اچھی طرح واقف ہے،تم جو چاہو کرو،میں نے تم پ‍ر ج‍ن‍ واجب کردی ہے،یہ سن کے عمر رونے لگے اور ان کی آنکھیں دبڈبا گئیں،پھر کہا اللہ اور اللہ کے رسولؐ ۔ تر جانتے ہیں[1]

ملاحظہ ہو اگر ۔ ہم شیعہ اس بات کے قائل ہیں بلکہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کبھی خون ناحق نہ‍یں بہا تے اور ص‍فین و نہروان کی جنہ میں شریک ہونا آپ کے اوپر واجب

----

(۱) صحیح بخاری ج:۶ص:۲۵۴۲،کتاب استتابۃ المرتدین...باب ما جاء فی المتادلین حدیث:۶۵۴۰

تھا،جیسا کہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے[1]

اس کے علاوہ آپ نے نبی کے ہمرکاب ہو کر جنگ کا ایک عہد کیا تھا۔اور نبی نے آپ کو ناکثین قاسطین اور مارقین[2]سے لڑنے کا حکم دیا تھا لیکن حدیث مذکور عام ذہنوں کا بہرحال

----

(۱)بہتر مناسب ہے کہ ہم یہاں پر وہ عبارت تحریر کریں جسے نصر بن مزاحم نے وقعۃ الصفین میں جنگ کے شعلوں کے بھڑک جانے کے بعد طرفین کی یلغار کے سلسلہ میں روایت کی ہے:وہ کہتے ہیں کہ:شامیوں میں سے ایک شخص باہر آیا جو پکار پکار کے کہہ رہا تھا کہ اے ابوالحسن اے علی کہاں ہو آؤ مجھ سے جنگ کرو حضرت علیؑ وارد میدان ہوئے دونوں صفوں کے درمیان ان کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں،اس شامی نے آپ سے کہاں کہ:اے علی!آپ نے جرت کی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے سامنے ایک تجویز رکھوں جس میں ان سارے خون خرابے سے بچاؤ اور اس طرح کی جنگ و خونریزی سے بچنے کی سبیل مضمر ہے،پھر اس کے بعد آپ کو اختیار ہے،امام نے فرمایا:وہ تجویز کیا ہے؟اس نے کہا آپ عراق واپس چلے جائیں ہم آپ کے لئے عراق کا علاقہ چھوڑ دیتے ہیں اور ہم شام چلے جاتے ہیں اور شام ہمارے قبضہ میں رہے آپ اس سے تعرض نہ کریں،امام نے فرمایا:تم نے شفقت بھری نصیحت کی ہے میں اس کی قدر کرتا ہوں مجھے بھی جنگ و جدال کا شوق نہیں ہے بلکہ اس فکر نے میری راتوں کی نیند چھین لی ہے میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ((لم اجد الا القتال او الکفر بما انزل اللہ علی محمد))یا میں ان سے جنگ کروں یا پھر دین محمدی کا منکر ہوجاؤں،اللہ تعالی اپنے اولیاء سے راضی نہیں ہے کہ روئے زمین پر اس کی معصیت ہو اور چپ بیٹھے رہیں امربالمعروف نہ کریں اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہ کریں،بھائی!میں ان سے جنگ کو اپنے حق میں کہیں بہتر سمجھتا ہوں اس سے کہ جہنم میں آگ کی زنجیروں میں جکڑدیا جاؤں،وقعۃ الصفین،ص:۴۷۴،شرح نہج البلاغہ،ج:۲ص:۲۰۷،۲۰۸،اخبار الطوال،ص:۱۸۷۔۱۸۸،ینابیع المودہ ج:۲ص:۸۔۹،اسد الغابۃ ج:۲ص:۶۳،

(۲)المستدرک علی الصحیحین،ج:۳ص:۱۵۰،کتاب صحابہ کی معرفت اور حضرت امیرالمومنینؑ کے اسلام کا ذکر،مجمع الزوائد،ج:۵ص:۱۸۶،کتاب الخلافۃ خلفاء اربعہ کے باب میں،ج:۷ص:۲۳۸،کتاب الفتن،جو دو گروہ کے درمیان صفین میں رونما ہوا ہے اس کے باب میں،مسند ابی یعلی،ج:۱ص:۳۷۹،مسند علی ابن ابی طالبؑ کے بیان میں،مسند البزاز،ج:۲ص:۲۱۵،جو علقمہ بن قیس نے علی سے متعلق روایت کی ہے کہ بیان میں،ج:۳ص:۲۷،جو علی بن ربیعہ اسدی نے علی بن ابی طالب سے متعلق روایت کی ہے،مسندالشاشی،ج:۲ص:۳۴۲،اس روایت کے ذیل میں جو علقمہ بن قیس نے عبداللہ بن مسعود کے بارے میں کی ہے،المعجم الکبیر،ج:۱۰ص:۹۱،اس روایت کے ذیل میں جو علقمہ بن قیس نے عبداللہ بن مسعود کے بارے میں کی ہے۔

انکشاف کرتی ہے،آپ دیکھیں کہ اس حدیث میں صرف یہ امید کی گئی ہے کہ اہل بدر نجات یافتہ ہیں گر محض اس امید کی بنیاد پر حضرت علیؑ نے(امام بخاری کے نظریہ کے مطابق یا ابوعبدالرحمٰن کے نظریہ کے مطابق)امت میں کتنا خون بہایا،امیر المومنینؑ تو ہمارے عقیدہ کے مطابق معصوم ہیں اور آپ اس طرح کی غلطیوں سے اپنی عصمت کی بنا پر بالکل پاک ہیں لیکن آپ دیکھیں کہ اس حدیث کی بنیاد پر عام ذہن کیا سوچ رہا ہے اور اس حدیث کا عام آدمی پر کیا اثر پڑے گا اس لئے کہ عام آدمی بشری کمزوریوں اور انانی جذبات سے محفوظ تو نہیں ہے خصوصاً جب ان کا نفس یہ کہہ کے انھیں گناہ پر ابھارے کہ تم گناہ و ثواب کی فکر کیوں کرتے ہو؟حضورؐ نے تو تمہاری سلامتی کی نص وارد کردی ہے۔

ثانیاً۔ واقعات کو دیکھیں تو خود اہل بدر کا نظریہ آپ کے نظریہ سے میل نہیں کھاتا نہ قرآن مجید اس کی تائید کرتا ہے قرآن نے سابقون کے بارے میں دوسرے سابقون کے نظریہ پر اعتراض کیا ہے یہ سب باتیں آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں عرض کی جاچکی ہیں جہاں میں نے بتایا تھا کہ قرآن مجید کا صحابہ کے بارے میں کیا موقف ہے۔

ثالثاً۔مزید بر آں آپ کے اہل بدر والے اس نظریہ سے خود دوسرے صحابہ سے متفق نہیں ہیں آپ تاریخ تو پڑھیں،میں دوسرے سوال کے جواب میں یہ باتیں بھی پیش کرچکا ہوں۔

اس طرح کی حدیثوں میں گناہ کبیرہ سے بچنے کی قید لگانا ضروری ہے

۵۔اگر یہ مان لیا بھی جائے کہ مذکورہ حدیث سے اصحاب بدر کی نجات یقینی ہے تب بھی اس میں گناہان کبیرہ سے بچنے کی قید لگانا ضروری ہے یعنی ایسے گناہ جو مہلک ہیں مثلاً ارتداد،نفاق،حکم خدا کی تردید اور دین میں بدعت وغیرہ،اس لئے کہ کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مندرجہ بالا گناہ کرنے کے باوجود اہل بدر بخش دئے جائیں گے میرا خیال ہے کہ سابقون اولون کی بخشش کا یقین اہل سنت کو یا تو اس لئے ہے کہ وہ دعوی کرتے ہیں کہ سابقون سے مذکورہ گناہ صادر ہی نہیں ہوئے یا اس لئے کہ اگر انہوں نے ایسے گناہ کئے بھی تو توبہ کرلی لیکن حدیث میں ان دونوں ہی باتوں پر کوئی دلالت موجود نہیں

ہے کہ جب انہوں نے گناہ کیا تھا اس وقت بخش دئے گئے تھے یا اس سے قبل کے گناہ بخش دئے گئے ہیں اور جب حدیث کو مہلک گناہوں سے مقید کردیں گے یعنی ذنوب مہلکہ کا غفران اس مغفرت میں شامل نہیں ہے تو پھر یہ دعوی کہ ان سے اس طرح کے گناہ ہوئے ہی نہیں یا یہ کہ گناہاں کبیرہ کئے لیکن توبہ کرلی،ان دونوں باتوں کے لئے الگ سے دلیل لانی پڑے گی۔

قرآن مجید حاطب کی جس طرح توبیخ کرتا ہے اس سے سلامت قطعی نہیں سمجھی جاسکتی

٦۔خداوند عالم کا یہ کہنا ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ [1]

ترجمہ آیت:(جو خدا اور آخرت سے امیدوار ہے اس کی سیرت میں تمہارے لئے قابل پیروی باتیں ہیں اور جو منھ موڑ لیتا ہے تو اللہ بےنیاز اور سزاوار احمد ہے۔)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حاطب اس وقت تک معرض ہلاکت میں ہے جب تک توبہ نہ کرے،یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ اللہ اور آخرت کا امیدوار ہے،اسے اسوہ ابراہیمی اور اصحاب ابراہیمؑ کی پیروی کرنا ضروری ہے اور اس پیروی کا اظہار اس طرح ہوگا کہ وہ کافروں سے اظہار برائت کرے اور ان سے دور رہے،اگر وہ اس سیرت ابراہیمی کی پیروی نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو خدا سے کوئی امید ہے نہ آخرت سے،اس منزل پاس میں جو بھی پہنچ جائے اس کی ہلاکت میں کسی کو اشکال نہیں ہے بلکہ ارشاد ہوتا ہے(جو منھ موڑے تو اللہ بےنیاز ہے اور سزاوار حمد ہے)اور اس ٹکڑے میں اتنی سخت دھمکی ہے کہ جو کسی پر مخفی نہیں ہے۔

---

(۱)سورہ ممتحنہ آیت:٦

جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ [1]

ترجمہ آیت:(تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد تم کو قیامت کے دن کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی،اس دن تو وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔)

اس آیت میں حاطب کی تردید اور اس کے قبول عذر سے رفض ظاہر ہورہا ہے،حاطب کا شدت سے انکار کیا جارہا ہے اور تہدید کی جارہی ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ اس تہدید و انکار کے بعد بھی اللہ اس کو معاف کرکے اس کی سلامتی کو قطعی قرار دے گا،اس آیت سے امید بھی ظاہر نہیں ہورہی ہے جو معنائے حدیث میں شامل ہے کہ:اگر گناہاں کبیرہ اس سے صادر ہوئے ہیں تو حدیث سے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے بخش جانے کی امید ہے،جب کہ آیت کا اس کا انکار کرتی ہے۔

۷۔چونکہ مذکورہ آیتیں نبیؐ کی حدیث مذکور کے بعد نازل ہوئیں ہیں لہذا دو میں سے کوئی ایک بات ماننی پڑے گی یا تو نبی کریمؐ اس گناہ کی اہمیت سے ہی ناواقف تھے جو حاطب کرچکا تھا،جب کہ ایسا ناممکن ہے بہرحال مان لیں کہ نبیؐ اس گناہ کی اہمیت سے ناواقف تھے اور اللہ نے نبی کریمؐ کے وہم کو دور کردیا اس آیت کو نازل کرکے یا یہ کہ نبیؐ عمر کی منھ زوری کو لگام دینا چاہتے تھے اور ان کو روکنا چاہتے تھے،آپ اس کو معاملات نبوت میں مداخلت سے باز رکھنا چاہتے تھے اس لئے کہ اس سے آگے چل کے بہت سے نقصانات دین کو پہنچ سکتے ہیں اس لئے حضورؐ نے ان کو ڈانٹا،یعنی حضورؐ حاطب کے گناہ کی اہمیت سے واقف تھے اور اس کو معرض خطر میں سمجھ رہے تھے اب دو میں سے جو بات آپ کے دل کو لگتی ہو مان لیں۔

رہا شیعوں کا سوال تو ہم لوگ تو آیات مذکورہ کی صراحت کے بعد ابھی اس حدیث ہی کو

----

(۱)سورہ ممتحنہ آیت:۳

مشکوک سمجھ رہے ہیں ہمیں متن حدیث ہی میں شک ہے دلالت اور سند حدیث میں تو شک و شبہ ہے ہی،کیونکہ اس میں جان بوجھ کے تحریف ہوئی یا غیرارادی طور پر تحریف ہوئی۔

تھوڑی سی گفتگو حدیث حاطب جیسی حدیثوں کے بارے میں

۸۔اس طرح کی دوسری حدیث حاضر کررہا ہوں اس سے بھی اسی حالت کا اظہار ہوتا ہے،ابوہریرہ کہتے ہیں(پھر انصار میں سے ایک آدمی اندھا ہوگیا تو اس نے حضورؐ کو بلا بھیجا کہ اس کے گھر میں ایک مسجد بنادیں تا کہ وہ وہیں نماز پڑھا کرے،سرکارؐ اس کے گھر آئے اور اس کی قوم اس کے پاس جمع ہوئی لیکن ان کا ایک آدمی نہیں آیا،جب حضورؐ نے پوچھا وہ کہاں ہے لوگوں نے اس سوال کے جواب سے چشم پوشی کی لیکن ایک آدمی بولا وہ تو(منافق ہوگیا)آپ نے فرمایا کیا وہ اہل بدر میں سے نہیں ہے؟کہا ہاں اے خدا کے رسولؐ لیکن وہ اسی ویسی حرکتیں کرتا ہے فرمایا،اللہ بدروالوں کے حال سے بہتر واقف ہے تم کو جو سمجھ میں آئے کرو بیشک میں نے تم کو بخش دیا ہے)[۱]مندرجہ بالا حدیث کی سند میں اگر چہ لکاپن ہے،لیکن یہ بھی اہل بدر کی قطعی سلامتی پر دلالت نہیں کرتی۔جس طرح آیہ کریمہ کے معنی سے اس کو کوئی مناسبت نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ حدیث اس آیت کے قبل صادر ہوئی ہو تو بھی اس پر سابقہ اصول جاری ہوں گے۔

۹۔اسی طرح کی ایک حدیث جابر سے ہے،کہتے ہیں کہ حاطب کا ایک غلام تھا وہ حضورؐ کی خدمت میں حاطب کی شکایت لے کے آیا،کہنے لگا خدا کے رسولؐ حاطب ضرور جہنم میں جائے گا،آپ نے فرمایا ہرگز نہیں جھوٹا ہے،وہ جہنم میں نہیں جاتا،وہ بدری مجاہدوں میں ہے اور حدیبیہ میں شریک تھا۔[۲]

---

(۱) صحیح حبان،ج:۱۱ص:۱۲۳،حدیث شمارہ۴۷۹۸،غزوہ بدر میں جہاد کے وجوب کے باب سے متعلق ایسی خبر کا ذکر کرنا جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو اہل بدر نے بدر کے دن کرتوت کئے ہیں خداوند عالم نے اسے بخش دیا اور طلحہ اور زبیر بھی انہیں میں سے ہیں۔

(۲) صحیح ابن حبان ج:۱۱ص:۱۲۲حدیث:۴۷۹۹باب فرض جہاد:جنگ بدر:جنگ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک افراد کے داخل جہنم ہونے کے بارے میں انکار کا تذکرہ

چونکہ بدر اور حدیبیہ کی فضیل   تمام گناہوں سے بخشش کی سند نہیں دے کتی، گناہان کبیرہ کی تو بات ہی ال   ہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ نبیؐ برحق اس غفران کو قطعی قرار دیں،اس لئے کہ اس سے اعمال قبیحہ کی طرف ترغیب لازم آئےگی پ-س ض-روری ہے کہ اس حدیث کو اس معنی پر محمول کیا جائے کہ آپ نے حاطب کے غلام کے اس نظریہ کی تردید کی تھی کہ حاطب کا جہنم میں جان-ا یقینی ہے جب کہ وہ بدر اور حدیبیہ کا شاہد ہے،یہ بھی ممکن ہے کہ غلام نے جن گناہوں کی شکایت کی تھی وہ قابل بخش-ش ہ-وں اور ان کی و. ِ سے اس کا جہنمی ہونا یقینی نہ ہو۔

حکمت اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ   یث حاطب کی تاویل کی جائے

ممکن ہے کہ اس طرح کی حدیثون کی اگر سند و متن محکم ہوں تو ایسی تاویل کی جائے جو حکم   کے تقاضوں کے مطابق ہو،س-اتھ ہی کتاب اور سن   میں اسی معنی کا ظہور ہو جس یاد دہانی پر تاکید،عذرتراشی سے پرہیز اور خواہ مخواہ دوسروں کو سرزنش کرنے سے روکن-ا تاکہ نفس کے بہنے اور نجات کی امید و غیرہ پر ای ا اعتماد نہ ہوجائے کہ جس کی و. ِ سے ا ان محارم کا مرتکب ہو،حدود الہی ک-و ت-وڑ دےاور آ رت میں منکر الہی سے بالکل محفوظ دل میں ڈالی دے یا اسی طرح کے دوسرے گناہوں پہ ابھارے جس سے بچنے کی الل-ہ نے تاکید کی ہے۔ ان تاویلوں سے یہ نتیجہ نلتا ہے کہ حضورؐ بدر میں جہاد کی اہمی   اور اس کی عظیم فضیل   بیان کرنا چاہتے ہیں اور یہ ک-ہ بدر میں جہاد کی و. ِ سےہل بدر کے سابقہ گناہ بخشے جاتے ہیں،اس لئے کہ:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ (1)

(ترجمہ آیت:(اچھائیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں)۔

یا یہ کہ حضورؐ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عمل جاری رکھو چاہے وہ یر ہو یا شر،تمہارا گذشتہ کردار یعنی جن   بدر م-یں ش-رک   تم-ہ-اری سابقہ خطاؤں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔

----

(۱)سورہ ہود آیت۱۱۴،

اب اس کے بعد(گناہ چاہے ثواب)جو عمل بھی اختیار کرو تمہارے اختیار میں ہے جس حاجیوں کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے(کہ عمل کرتے رہو تمہیں بخش دیا گیا ہے)[1]ابوہریرہ حضورؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو خدا کے لئے حج کرے پس وہ فحش نہ بکے اور فاسق نہ ہو تو وہ گناہوں سے یونہی پاک ہوجاتا ہے جس آج ہی ماں کے پیٹ سے نکلا ہو۔[2]

اس بیان سے مقصد یہ ہے کہ ایسی فضیلتوں والا اس بات کا مستحق ہے کہ نبیؐ اس کی اس طرح کی غلطیوں کو معاف کردیں جس سے مقصد اس کی اصلاح ہے یا یہ بتانا کہ اللہ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا ہے نہ کہ اس کی قطعی سلامتی کا اعلان کیا ہے۔

عمداً یا سہواً حدیثوں سے مغالطے ہوتے ہیں

اصل میں یا تو از ان ان مرتبوں سے لاعلم ہوتا ہے جن کے ماحول میں حدیث صادر ہوئی یا جان بوجھ کے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے،بہرحال جو ہو حدیثوں سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے مثال کے طور پر محمد بن مارد کی حدیث ملاحظہ فرمائیں،اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ جب تمہیں معرفت امام حاصل ہوجائے تو پھر جو چاہے کرو،آپ نے فرمایا ہاں میں نے یہ کہا ہے میں نے عرض کیا اس کا مطلب ہے کہ امام کو پہچان لینے کے بعد اس کو اجازت ہے چاہے وہ زنا کرے چاہے چوری کرے یا شراب پیئے،آپ نے فرمایا:(انّا للہ و انّا الیہ راجعون)خدا کی قسم

---

(۱)وسائل الشیعہ ج:۸باب:۳۸شرائط واجبات حج)

(۲) صحیح بخاری ج:۲ص:۵۵۳،کتاب الحج،حج مبرور(مقبول)کی فضیلت کے باب میں انھیں الفاظ میں صحیح مسلم،ج:۲ص:۹۸۴،کتاب حج،حج عمرہ اور روز عرفہ کی فضیلت کے باب میں، صحیح بن خزیمۃ،ج:۴ص:۱۳۱،کتاب المناسک حج کی فضیلت کے بیان میں جس میں جنگ و جدال،فسق و فجور اور گناہوں اور خطاؤں کے کفارہ کے باب میں، صحیح بن حبان،ج:۹ص:۷،کتاب حج،حج و عمرہ کی فضیلت کے باب میں،اللہ کی بخشش گذشتہ گناہوں سے متعلق جو کوئی ایسا حج کرے جس میں جنگ و جدال اور فسق و فجور نہ ہو،مسند ابی الجعد،ص:۱۴۱شعبہ بن منصور کی باقی حدیث کے ضمن میں نیز اس کے علاوہ بہت سارے مصادر میں۔

لوگوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہں کیا یہ ممکن ہے کہ ہم تو عمل کی و .ہ سے پکڑے جائیں اور ہمارے شیعوں پر سے اعمال ساقط ہوجائیں میرے کہنے کا مطلب تو یہ تھا کہ جب تم امام کو پہچان لیتے ہو تو اچھا کام چاہے زیادہ کرو چاہے کم،اللہ ا سے قبول کرے گا۔[1]

واقعہ بدر کے علاوہ بھی ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں لامت قطعی وارد ہوئی ہے

۱۔بہت سے اعمال نیر اور عقائد حقہ ہیں جن کے بارے میں لمات قطعی وارد ہوئی ہے،ملاحظہ ہو ابوذر غفاری کی حدیث آپ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا:کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اسی کلمہ پر مرجائے گر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہوگا میں نے کہا چاہے وہ زنا کرے چاہے چوری فرمایا چاہے زنا کرے یا چوری،میں نے کہا چاہے زنا کرے یا چوری فرمایا چاہے زنا کرے یا چوری میں نے پھر پوچھا چاہے زنا کرے یا چوری فرمایا چاہے وہ زنا کرے یا چوری ابوذر کی چاہت کے خلاف[2]اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں۔[3]

---

(۱)وسائل الشیعہ ج:۱ص:۸۷باب:۲۸باب مقدمہ عبادت حدیث:۲

(۲) صحیح بخاری ج:۵ص:۲۱۹۳کتاب اللباس:باب ثیاب البیض

(۳) صحیح بخاری ج:۱ص:۴۱۷،باب اور کتاب دونوں ہی جنازوں سے متعلق ہے،ج:۵ص:۲۳۱۲،کتاب الاستیذان،جس نے لبیک اور سعدیک جیسے کلموں کے ذریعہ جواب دیا،ص:۲۳۶۶،کتاب الرقاق(بندگی) سے متعلق،جو اسے پیش کیا گیا وہ اس کا مال ہے کے باب میں، صحیح مسلم،ج:۱ص:۹۵۔۹۴،کتاب الایمان اس امر کے انتزاق سے متعلق باب الزکاۃ،صدقہ کی ترغیب کے باب میں،سنن الترمذی،ج:۵ص:۲۷،کتاب الایمان اس امر کے انتزاق سے متعلق باب میں،السنن الکبری،نسائی،ج:۶ص:۱۴۴،ابوذر غفاری کی حدیث میں،مسند ابی عوانہ،ج:۱ص:۲۸،کتاب الایمان،ان اعمال اور فرائض کے بیان میں جن میں قول و فعل کے ذریعہ انجام دیا ہے اور اس کی و .ہ سے جنت میں داخل ہوا،نیز اس دلیل کے سلسلے میں صرف اقرار کافی نہیں ہے جب تک دل سے یقین نہ کرے اور خدا کی رضا کا طالب نہ ہو جو چیز حرام کردیتی ہے اور اس کے علاوہ مصادر۔

عمر کہتے ہیں کہ سرکارؐ نے فرمایا،تم میں سے جو بھی وضو کـرے اور اشہد ان لا الہ اللہ و اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ کہے اس کے لئے جنـ کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے جنـ میں چاہے جس دروازے سے داخل ہو۔[1]

عبادہ بن صامـ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے پیغمبر کو یہ کہتے سنا اللہ نے پانچ نمازیں فرض کـی ہـیں جـو بہـترین وضو کرکے ان کو ان کے وقـ پر ادا کرے اور کامل رکوع و سجود اور خشوع کے ساتھ ادا کرے،اللہ پر عہـد ہے کـہ وہ اس بنـدہ کـو بخشے گا اور جو ایـا نہیں کرے اس کا اللہ پر کوئی عہد نہیں چاہے بخشے چاہے سزادے.[2]اسی طرح کی دوسری حدیثیں ملاحظہ ہوں۔[3]

ابوہریرہ کہتے ہیں ایک ـرب حضورؐ کی خدمـ میں آیا اور کہنے لگا مجھے ایـا عمل بتائیں

---

(۱)السنن الکبری،بیھقی،ج:۱ص:۸۷،کتاب الطہارۃ،وضو کے مستحبات اور واجبات کے بیان میں،باب وضو سے فارغ ہونے کے بعـد کیـا کہے گا انھـیں الفـاظ مـیں صحیح بخاری،ج:۳ص:۱۲۶۷،کتاب الانبیاء باب قول خداوند(یا اھل الکتاب لا تفعلو فی دینکم و لاتقولوا علی اللہ الا الحق انّما المسیح بن مریم رسول اللہ و کلمۃ القاھا الی مریم و روح منہ فاٰمنوا باللہ و رسولہ و لاتقولوا ثلاثۃ...)صحیح مسلم ج:۱ص:۲۰۹کتاب الطہارۃ وضو کے بعد مستحب ذکر کے باب میں، صحیح ابن خزیمہ،ج۱ص:۱۱۰،کتاب الوضوء،بغیر ایجاب کے تطہیر اور استحباب کے ابواب میں،باب تحلیل اور نبی کی رسالت کی گواہی کی فضیلـ اور عبودیت کے بیان میں نیز وہ چیزیں نہ کہی جائیں جو نصاری عیسٰی بن مریم کے بارے میں کہتے ہیں،نیز اس کے علاوہ دیگر منابع و ماخذ

(۲)السنن الکبری،بیھقی،ج:۳ص:۳۶۶تارک الصلواۃ کے باب میں،جس کے ذریعہ اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اس کفر سے مراد وہ کفر ہے جس سے اس کا خـون مباح ہوتا ہے نہ یہ کہ اللہ،رسول پر ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اگر وجوؓ صلاۃ کا منکر نہیں ہے

(۳)سنن ابی داؤدج:۱ص:۱۱۵،باب اوقات نماز کی پابندی،مسند احمدج:۵ص:۳۱۷،عبادۃ بن صامـ کی حدیث،الاحادیث المختارۃ،ج:۸ص:۳۲۰،جس کا نام عبـدالرحمٰن بـن عسـیلۃ الصنابحی،المعجم الاوسط ج:۹ص:۱۲۶،باب الھاء،ہاشم کے اسم کے بارے میں،الترغیب و الترھیب،ج:۱ص:۱۴۸۔۱۵۷۔۱۵۵،تعظیم قدر الصلاۃ ج:۲ص:۹۵۳،وغیرہ مصادر

جس کو کر کے میں جنۃ میں داخل ہوجاؤں،آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ بنا،واجب نمازیں پڑھتا رہ،فرض زکوۃ ادا کرتا رہ،رمضان میں روزے رکھتا رہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہ کہوں گا۔[۱]

دوسری حدیث ابوہریرہ ہی سے ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور مستحب حج کی جزا سوائے جنۃ کے کچھ نہیں۔[۲]

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو حج یا عمرہ کے لئے سفر میں ہو اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے درمیان چاند دیکھے اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں اور اس پر جنۃ واجب ہوجاتی ہے۔[۳]

ظاہر ہے کہ ان حدیثوں کو ہم ظاہر پر حمل نہیں کرتے ورنہ اعمال کی دنیا میں اندھیرا ہوجائے گا اس لئے کہ باقی محرمات و واجبات پر جو دلیلیں اور کتاب و سنۃ میں جو وعید وارد ہوئی ہیں

----

(۱) صحیح بخاری ج:۲ص:۵۰۶،کتاب الزکاۃ،باب زکوۃ کا وجوب اسی لفظ میں صحیح مسلم ج:۱ص:۴۴،کتاب الایمان،اس ایمان کے باب میں جس کی وجہ سے جنۃ میں داخل ہوتا ہے نیز مامور بہ سے جو تمسک ہوجائے وہ جنۃ کا حقدار ہے مسند احمد،ج:۲ص:۳۴۲،مسند ابی ہریرہ،جامع العلوم و الحکم،ص:۲۰۷،الایمان لابن مندۃ،ج:۱ص:۲۶۹،اس بات کے ذکر میں نبی کی اصحاب نے بیعۃ کی اس طرح سے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ کی گواہی دے،الترغیب و الترھیب،ج:۱ص:۳۰۲

(۲) صحیح بخاری ج:۲ص:۶۲۹،باب عمرہ،وجوب عمرہ اور اس کی فضیلۃ کے باب میں اور اسی لفظ میں صحیح مسلم ج:۲ص:۹۸۳،کتاب حج،حج و عمرہ اور روز عرفہ کی فضیلۃ کے باب میں، صحیح ابن خزیمۃ ج:۴ص:۱۳۱،کتاب المناسک،حج و عمرہ کے درمیان فرق کے باب میں،السنن الکبری،بیہقی ج:۵ص:۲۶۱،کتاب حج،حج و عمرہ کی فضیلۃ کے باب میں،سنن ابن ماجۃ ج:۲ص:۹۶۴،باب فضیلۃ حج و عمرہ،موطا مالک،ج:۱ص:۳۶۴،کتاب حج،جو عمرہ کے لئے آئے اس کے باب میں،مسند احمدج:۳ص:۴۴۷،حدیث عامر بن ربیعۃ،

(۳) سنن الدار قطنی،ج:۲ص:۲۸۳،کتاب الحج،انھیں الفاظ میں السنن الکبری،بیہقی ج:۵ص:۳۰،کتاب الحج،جو مسجد اقصی اور مسجدالحرام کے جوار میں اس کی فضیلۃ کے باب میں،سنن ابی داؤد،ج:۲ص:۱۴۳،کتاب مناسک کی ابتداء میں اوقات کے باب میں،المعجم الاوسط ج:۶ص:۳۱۹،الترغیب و الترھیب،ج:۲ص:۱۲۱،وغیرہ

ان حدیثوں سے مطابق نہیں کرتیں،ظاہر ہے کہ ان حدیثوں کی تاویل،کرنی پڑے گی اور استقامہ اور حسن خاتمہ کی قید لگانی پڑے گی،اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نجات اور ابدی نعمتوں کے لئے یہ دونوں چیزیں شرط ہیں،تو آپ جیسے بھی ان حدیثوں کی تاویل کریں حدیث بدر کی بھی وہی تاویل کرلیں،(یعنی استقامہ اور حسن خاتمہ کو حدیث میں قطعی نجات کے لئے شرط قرار دیں)

یث مذکورہ اہل بدر سے مخصوص ہے نہ کی باقی سابقون اوّلون سے

اختتام کلام میں رض ہے کہ(اگر ہم حدیث مذکورہ کی بنار پر اہل بدر کو مغفور و مامون مان بھی لیں تو)یہ حدیث تو صرف اہل بدر سے مخصوص ہے ان کے لئے جو واقعہ بدر میں نبیؐ برحق کے ساتھ تھے تو پھر سابقون اوّلون جن کو اہل سنہ سابقون اوّلون کہتے ہیں ان کی قطعی نجات اور یقینی سلامہ پر یہ دلیل کیسے بن سکتی ہے؟جبکہ سابقون اوّلون کی ایسی حد بندی بھی نہیں کی گئی ہے جو زیادتی اورکمی کو قبول نہ کرے،میرا خیال ہے کہ ہماری گفتگو آپ کے سوال کا کافی جواب ہوگی،ہم اللہ سے استمداد،توفیق و تسدید مانگتے ہیں اور وہی سیدھے راستے کا رہبر ہے۔

سوال نمبر۔۲

ہم اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ صحابہ کبھی ذاتی بُن کی و بِہ سے مجبور ہوجاتے تھے، کبھی کسی مصلحہ سے مجبور ہوجاتے تھے اور کبھی ایک دوسرے پر غبطہ کرنے لگتے تھےہ معاملات اس قول کو محال قرار دیتے ہیں کہ صحابہ بشری کمزوریوں سے منزہ تھے اس کےہِ باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام غلطیوں کے ہوتے ہوئے بھی اللہ ان سے راضی ہے اور یہ رضا صرف زمانہ نبوت تک محدود نہیں ہے بلکہ رضا مطلقاً وارد ہوئی ہے اور اس سے کوئی صحابی مستثنیٰ نہیں ہے گر یہ کہ شریعہ اس کے لئے کوئی خاص نص پیش کرے۔

پھر شیعہ حضرات خلاٗ عمر و ابوبکر و عثمان کے حق میں وہ بھی حضرت علیؑ ہی کی زندگی میں خلاٗ پر قبضہ جمانے کے لئے یہِ تاویل کیوں نہیں کرتے کہ حضرت علیؑ کے پہلےواے خلفا کی رکتیں بشری تقاضوں اور ان کی ذاتی کمزوریوں کا نتیجہ تھیں جن کا شہرعی مواخذہ نہیں کیا جاتا یا یہ کہ مولائے کائناتؑ اور دوسرے خیلفہ آپس میں مل بیٹھ کے راضی ہوگئے تھے کہ خلاٗ۔ کہس کہس کہو دی جائے گی، حالانکہ شیعوں کے خیال کے مطابق مستحق ترین فرد مولا علیؑ تھے۔

جواب۔اس سوال کے جواب میں مندرِہ ذیل باتیں حاضر ہیں

امر اول۔خداوند عالم نے خاص صحابہ کے لئے دو جگہ اپنی رضا کا اظہار کیا ہے،یہ دو آیتوں سے رضا ظاہر ہوتی ہے۔

پہلی آیت تو سابقون اولّین والی آیت ہے اور وہ لوگ جو ان کے اح ان کے ساتھ پیروی کرتے ہیں،اس پر کافی گفتگو ہوچکی ہے اور ہم اعادہ نہیں کریں گے۔

بیعت رضوان کے بارے میں گفتگو

رضوان الٰہی کے بارےمیں دوسری آیت حاضر ہے،ارشاد ہوتا ہے:((یقیناً اللہ راضی ہوگیا مومنین سے جب وہ درخت کےنیچے آپ سے بیعت کررہے تھے،ان کے دل کے حالات سے اللہ واقف ہوا اور ان پر کینہ نازل کیا اور فتح قریب سے سرفراز کیا بہ سا مال غنیمہ بھی دے دیا اور اللہ زیز اور حکمہ والا ہے))[1]پہلی آیت کے ذیل میں یہ رض کیا جاچکا ہے کہ اپنی رضا کی بر اللہ دے تو رہا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ رضا ہمیشہ باقی رہےگی،یہاں اللہ نے درخت کےنیچے بیعہ کرنےوالوں کو اپنے رضا کی بر دی ہے،لیکن اس کے بعد وہ جو اعمال بھی انجام دیں گےاسی کے ح اب سے.زا اور سزا کے مستحق ہوں گے،اس بات کو دو امر کچھ اور مضبوط کرتے ہیں۔

آیہ کریمہ رضا کو مطلق نہیں کرتے بلکہ رضا کا سبب بیان کرتی ہے

پہلی بات تو یہ ہے کہ رضا ان کے لئے مطلقاً وارد نہیں ہوئی ہے بلکہ رضا کا سبب اور اس کا منشا بیان کیا جارہا ہے،سبب رضا ہے درخت کے نیچے بیعہ کرنا اور وہ اس لئے کہ انھوں نے نبیؐ کے طلب بیعہ پر لبیک کہی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر وہ نبیؐ کی نافرمانی کریں گےتو ان پر غضب نازل نہیں ہوگا،پھر اس آیت سے رضا کی تائید کیسے سمجھی جائے؟

بعض آیتیں بتاتی ہیں کہ اس بیعت کے عہد کو پورا کرنا لاقی کی شرط ہے

خداوند عالم نےاسی سورہ میں یہ صراحت کردی ہے کہ وہ بیعہ جو رضائے الٰہی کا سبب ہے،نجات کے لئے کافی نہیں ہے جب تک وفا بالعہد کی بیعہ نہ کی جائے ملاحظہ ہو:

----

(۱)سورہ فتح آیت:۱۸،۱۹

(إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا)[۱]

ترجمہ آیت:((بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کررہے تھے اصل میں اللہ سے بیعت کررہے تھے،اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر تھا،اس کے بعد بھی اگر کوئی بیعت توڑتا ہے تو خود گھاٹا اٹھائے گااور جو اس عہد بیعت کو وفا کرے گا تو عنقریب اللہ اسے اجر عظیم عنایت فرمائے گا))۔

یہ بات صریح ہے کہ رضا و غضب کی چکی ان کے اعمال کے مدار پر گھوم رہی ہے،اللہ راضی بھی ہوگا،ثواب بھی دے گا،غضبناک بھی ہوگا اور سزا بھی دے گا معیار اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی ہے اگر وہ وفا کریں گے کامیاب ہوں گے اور اگر کجروی اختیار کریں گےاور بیعت توڑدیں گے تو گھاٹا اٹھائیں گے اور خود کو نقصان پہنچائیں گےٹھیک یہی بات شیعہ بھی صحابہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

لطف یہ ہے کہ اہل حدیث اور مورخین کا کہنا ہے کہ اس دن حضور نے ان سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ وہ مشرکین سے قتال کریں گے اور جہاد سے بھاگیں گے نہیں[۲]ظاہر ہے

----

(۱)سورہ فتح آیت:۱۰

(۲) صحیح مسلم،ج:۳ص:۱۴۸۴۔۱۴۸۵،کتاب الامارۃ(علامت)قتال کے موقع پر لشکر امام کی بیعت کے استحباب کے باب میں نیز بیعت الرضوان درخت کےنیچے، صحیح ابن حبان ج:۱۰ص:۴۱۵،حدیث:۴۵۵۱،بیعت ائمہ کے باب میں اور جوان کے لئے مستحب ہے،نیز اس بیعت کے بیان میں جو امام کی آزاد لوگوں کی طرف سے ہو نہ۔ غلاموں کی طرف سے،ج:۱۱ص:۲۳۱،حدیث۴۸۷۵،باب المواعدۃ(وعدہ کرنا)والمھادنۃ(کون و وقار کے باب میں نیز اس تعداد کے وصف کے بیان میں جو رسول خداؐ کے ساتھ حدیبیہ کے دن تھے،مسند ابی عوانی،ج:۴ص:۴۲۷۔۴۳۰،بسی اخبار کے باب میں اس امیر کی اطاعت کے بیان میں جس کی طاعت کا امام حکم دیتا ہے اور جس نے اس کی اطاعت کی اس نے امام کی اطاعت کی امام کی صفت کے بیان میں،سنن ترمذی،ج:۳ص:۳۵۵،جابر کی مسند میں تفسیر طبری،ج:۲۶ص:۸۶،تفسیر ابن کثیرج:۴ص:۱۷۸،ابن عبدالبراج کی التمھید،ج:۱۲ص:۱۴۹،السیرۃ النبویۃ،ابن ہشام،ج:۴ص:۳۸۳،(بیعۃ الرضوان)کے بارے میں نیز اس کے علاوہ مصادر۔

کہ اس(لایفروا)سے مراد ہے کہ تمام جنگوں میں نہیں بھاگیں گے نہ کہ صرف صلح حدیبیہ میں،اس لئے خداوند عالم نے آیہ کریمہ میں وفا کی شرط رکھدی ہے، صلح حدیبیہ میں تو جنگ بھی نہیں ہوئی تھی پھر ٹھہرنے اور بھاگنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے،یہ آیتیں اورہ فتح کی ہیں اور سورہ فتح صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا ہے اور اسی وجہ سے غزوہ حنین میں سرکار دو عالمؐ نے انھیں ان کے فرار پر بیعت رضواں یاد دلائی نبیؐ لوگوں کو پکار رہے تھے اےسورہ بقرہ والو!اے بیعت شجرہ والو![1]ظاہر ہے کہ فرار واقع ہوا اور رضا ختم ہوئی، غزوہ خیبر میں ایک جماعت کا فرار ہونا اور غزوہ حنین میں اکثر صحابہ کا فرار بتا رہا ہے کہ انھوں نے بیعت توڑدی اور جب بیعت توڑدی تو رضا باقی نہیں رہی۔

ا کی رضا صرف بیعت رضوان والوں سے مخصوص نہیں ہے

اب ایک بات رہ جاتی ہے وہ یہ کہ یہ مان لیا جائے کہ رضا استمرار کے لئے وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ باقی رہےگی،جیسا کہ آپ فرماتے ہیں اور میں نے جو عرض کیا اس سے چشم پوشی کی جائے تو پھر میں عرض کروں گا کہ رضا کے لئے خاص اصحاب ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ قرآن مجید میں تو عمومی رضا واقع ہوئی ہے خدا ان تمام لوگوں سے اپنی رضا کا اعلان کرتا ہے جو ایمان کی دولت سے مالامال اور اعمال صالحہ سے مزین ہیں۔

ملاحظہ ہوا ارشاد ہوتا ہے:(لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ

----

(۱)مصنف ابی شیبہ ج:۷ص:۴۱۷جنگ حنین

حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)[1]

ترجمہ آیت:وہ قوم جس کے پاس اللہ اور روز آخرت پر ایمان کی دولت ہے اس کو تم ان لوگوں سے محبت کرتا ہوا نہیں پاؤگے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے دشمنی کرتے ہیں چاہے وہ لوگ ان صاحبان ایمان کے باپ ہوں،بیٹے ہوں،بھائی ہوں یا قبیلہ والے ہوں،یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل میں ایمان بیٹھ چکا ہے اور روح ایمان ان کی مدد کررہی ہے(یا خدا اپنی طرف سے ایک روح بھیج کے ان کی مدد کرتا ہے)اللہ انھیں ان باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے،اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں،وہی لوگ اللہ کے لشکر ہیں اور سن لو کہ اللہ کا لشکر ہی فلاح پانےوالا ہے.

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:(إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُوْلَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ* جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ)[2]

ترجمہ آیت:(بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے ہیں دنیا میں سب سے بہتر ہیں،ان کی جزا خدا کے نزدیک عدن کے باغات ہیں جس کےنیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں،یہ شرف اس کو ملتا ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے))۔

بلکہ دونوں مذکورہ آیتوں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب مومنین آخرت میں خدا کی خدمت میں جائیں گے اور اس سے ملاقات کریں گے تو اللہ کی رضا انہیں حاصل ہوچکی ہوگی،پھر علما اہل سنت

----

(۱)سورہ مجادلہ آیت۲۲

(۲)سورہ بینہ آیت:۷،۸

رضا کے لئے استقامت کی قید کیوں نہیں لگاتے اور اگر ان کے لئے خدا کی رضا استقامت سے مقید ہے تو پھر انہوں نے دلیل دینے کے وقت استقامت کی قید کیوں نہیں لگائی؟

رضا بشرط استقامت ہے اور اس کی تائید باقی رہے گی

میری بات کو مندرجہ ذیل امور سے تقویت ملتی ہے۔

۱۔پہلے سوال کے جواب میں میں نے عرض کیا تھا کہ صحابہ کے حالات و مقامات اور ان کے آپسی اختلافات کو دیکھتے ہوئے بیعت رضواں والوں کی یقینی نجات کے بارے میں فیصلہ غلط ہوگا۔

۲۔اگر ان کی نجات قطعی اور یقینی مان لی جائے تو انہیں افعال قبیحہ کی چھوٹ مل جائے گی۔

۳۔مذکورہ آیت سابقون اوّلوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ آیت تب نازل ہوئی ہے جب مسلمانوں کی کثرت ہوچکی تھی اور ان کے لئے نازل ہوئی جو بیعت رضواں میں شریک تھے۔

ان کثیر مسلمانوں میں مغیرہ بن شعبہ(زانی)ابوالعادیہ حضرت عمار یاسر کا قاتل[1]اور منافقون کاسردار عبداللہ ابن ابی تھا،یہ سب لوگ بیعت رضواں والے تھے۔[2]

امر ثانی۔آپ اپنے سوال میں فرماتے ہیں کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ صحابہ(سابقون اوّلون)کو شخصی نزعات پر مجبور کردیا جاتا تھا، کسی پر کوئی مصلحت سوار ہوجاتی اور کبھی ایک دوسرے پر غبطہ کرنے لگتے،پھر شیعہ ابوبکر،عمر،اور عثمان کے قول کی تاویل کیوں نہیں کرلیتے اور حضرت علیؑ کی موجودگی میں ان لوگوں کی خلافت پر قبضہ جمالینے کی تاویل کیوں نہیں کرلیتے کہ خلفائے ثلاثہ کا یہ فعل انھیں ذاتی اور شخصی نزعات کا نتیجہ ہے،شرعاً ان غلطیوں پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

---

(۱)الفصل فی الملل و النحل ج:۴ص: ۔ منہاج السنۃ نبویہ ج:۶ص:۲۰۵)

(۲)امتاع الاسماع ص:۶۰۵مغازی للواقدی ج:۲ص:۶۱۰)

غطبہ اور حسد میں فرق ہے

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ(پہلے غبطہ کی تعریف کردی جائے)غبطہ انسان کے اس جذبے کا نام ہےکہ دوسروں کے اس کسی چیز کو دیکھ کے اپنے پاس بھی اس کے ہونے کی تمنا کرے،نہ کہ دوسرے کے پاس کسی نعمت کو دیکھ کے،اس کے دل میں یہ جذبہ(یا تمنا)پیدا ہو کہ اس آدمی کے پاس سے وہ نعمت زائل ہوجائے دوسرے کے لئے زوال نعمت کی تمنا کا نام حسد ہے۔

لسان العرب کے مصنف نے غبطہ کے مادہ کی تشریح میں غبطہ کے معنی پر ایک طویل گفتگو کے بعد لکھا ہے،کہ ازھری کہتے ہیں(خداوند عالم نے اپنی کتاب میں صاحبان تدبر اور نگاہ اعتبار کے لئے غبطہ اور حسد میں واضح فرق بتادیا ہے)ارشاد ہوتا ہے:

وَلاَ تَتَمَنَّوْاْ مَا فَضَّلَ اللّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُواْ اللّهَ مِن فَضْلِهِ[1]

ترجمہ آیت:اس کی ہوس نہ کرو کیوں کہ فضیلت تو اعمال سے ہے مردوں کو اپنے کئے کا حصہ ہے اور عورتوں کو ان کے کسئے کا حصہ ہے۔یہ اور بات ہے کہ تم خدا سے اس کے فضل و کرم کی خواہش کرو)۔

اس آیت میں واضح ہدایت دی گئی ہے کہ کسی مسلمان بھائی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرنا جائز ہے،لیکن یہ تمنا کرنا کہ وہ نعمت میرے پاس بھی ہوجائے جائز ہے،تو یہ غبطہ میں مغبوط کو اچھی حالت میں دیکھنے کی خواہش کے ساتھ خود کو بھی انسان اسی حالت میں پہنچانا چاہتا ہے اس میں مغبوط کے زوال،نعمت کی خواہش نہیں ہوتی خدا سے مانگتا بھی ہے تو بس یہ کہ جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے اور اللہ اپنی رضا سے اس کو جو کچھ دیتا ہے۔

لیکن حسد کا معالہ دوسرا ہے حسد میں انسان دوسرے کی نعمت کا زوال اور اسی نعمت کا اپنے پاس ہونے کی خواہش کرتا ہے،مقصد یہ ہے کہ کسی کے زوال نعمت کے ساتھ اپنے پاس اسی نعمت کے ہونے کی تمنا غبطہ نہیں حسد ہے۔

----

(۱)سورہ نساء آیت:۳۲

حسد اعظم محرمات میں سے ہے

ظاہر ہے کہ حسد جملہ صحیح نہیں ہے،نبیؐ اور اہل بیت نبی کی حدیثیں اس کی رمت کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں،حضورؐ نے اکثر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان کے اندر حسد رینہ رہا ہے،علی بن جعفرؑ اپنے بھائی موسیٰ بن جعفرؑ وہ اپنے والدہ وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں ایک دن حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ!گذشتہ امتوں کی بیماریاں اندر رینہ رہی ہیں،وہ بیماری حسد ہے،یہ بالوں کی تحلیق نہیں کرتی بلکہ دین کی تحلیق کرتی ہے،اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ اور زبان کو روکے رہے اور اپنے مومن بھائی پر طعنے نہیں مارے۔(۱)

زبیر بن عوام سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا(تمہارے اندر گذشتہ امتوں کی بیماری رینہ رہی ہے وہ بیماری حسد اور بغض ہے،یہ بیماری مونڈنےوالی ہے،لیکن بالوں کو نہیں دین کو مونڈتی ہے،اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے تم اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو اور میں بتاؤں یہ محبت کیسے پیدا ہوگی،کھل کے(بآواز بلند سلام کیا کرو،(۲)

ابوہریرہ کی حدیث میں فرمایا(دیکھو حسد سے بچو حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو یا جھاڑی کو کھا جاتی ہے(۳)

---

(۱)وسائل الشیعہ ج:۱۱ص:۲۹۴باب:۵۵باب جہاد النفس،حدیث:۱۵

(۲)مسند احمد ج:۱ص:۱۶۴،مسند زبیر ابن عوام،سنن ترمذی،ج:۴ص:۶۶۳۔۶۶۴، مجمع الزوائد ج:۸ص:۳۰،السنن الکبری بیھقی،ج:۱۰ص:۲۳۲،کتاب الشھادت،مسند البزار،ج:۶ص:۱۹۲،مسند الشاشی ج:۱ص:۱۱۴،مسند الطیالسی ج:۱ص:۲۷،زبیر ابن عوام کی احادیث میں اس کے علاوہ دیگر منابع اور ماخذ۔

(۳)سنن ابی داود ج:۵ص:۳۳۰،کتاب ادب و حسد کے باب میں سنن ابن ماجہ ج:۲ص:۱۴۰۸،کتاب زہد،باب حسد،مصنف ابن ابی شیبۃ،ج:۵ص:۳۳۰،کتاب ادب وہ جو حسد کے باب میں آیا ہے مسند ابی یعلی،ج:۶ص:۳۳۰،اس پیز کے مورد میں جو روایت ابوزناد نے انس سے کی تھی،مسند عبد بن حمید ص:۴۱۸،مسند الشھاب ج:۲ص:۱۳۶،ساتواں باب،حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے،جامع العلوم و الحکم،ص:۳۲۷،شعب الایمان ج:۵ص:۲۶۶،تفسیر القرطبی ج:۵ص:۲۵۱،مصباح الزجاجۃ ج:۴ص:۲۳۸،کتاب زہد باب حسد اس کے علاوہ بہت سے مصادر ہیں،

ابوبصیر ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں،کفر کی تین .ڑیں ہیں رص،استکبار(خود کو بڑا سمجھنا)اور حسد۔[1]
اس مضمون کی دوسری حدیثیں بھی ہیں۔

اب حسد کے ساتھ دوسرے سے نعمت کا چھین لینا اور اس کا حق غ ب کرنا صرف گفتگو پر اقتصار نہ کرنا(بلکہ ہاتھ اور تلوار کا بھی استعمال کرنا)حسد تو ناقابل معافی .رم ہے ہی،اس کے ساتھ مندر .ہ بالا .رائم کا اضافہ کرنے سے دو گناہ ہوتے ہیں،ایک گناہ حسد اور دوسرا گناہ ظلم،تعدی اور غ ب کی ہوئی چیز کی اہمیت کےساتھ ہی عمل غ ب کی اہمیت بھی بڑھ جائےگی،پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ آپ کے(سابقون اولون)صحابہ کا غ ب(خلافت و فدک)ایسا گناہ ہے جن کا شرعی طور پر کوئی مواخذہ نہیں ہے،جب آپ نے خود ہی یہ فرمایا ہے کہ غبطہ کی وجہ سے انہوں نے خدا کے اس بلند منصب کو ان سے چھین لیا جو شیعوں کے نزدیک اس منصب کے شرعی مالک تھے،اب ایک بات رہ جاتی ہے وہ یہ کہ شیعہ اس فعل غ ب کی یہ تاویل کیوں نہیں کرلیتے کہ ان لوگوں نے اپنی کس رضامندی کی وجہ سے خلافت دوسروں کے حوالے کردی،دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب حقدار خود اس بات پر راضی ہوگیا کہ دوسرا اس کا حق لے لے تو پھر دوسروں کے لئے اس کا حق لینا جائز ہوگیا اور اس کا فعل نافذ ہوگیا،سوال کے اس ٹکڑے کا جواب ہم آپ کے تیسرے سوال کے ذیل میں دیں گے۔انشاءاللہ۔

اپنے اماموں کے بارے میں شیعوں کا نظریہ سنیوں کے اماموں کے بارے میں سنیوں کا نظریہ ان دونوں میں بہت فرق ہے

امر ثالث:آپ کے سابقہ بیان سے ظاہر ہے کہ شیعوں کا اپنے ائمہ اہل بیت کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ اہل سنت کے اپنے اماموں کے متعلق نظریہ سے بالکل الگ ہے،آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ

----

(۱)وسائل الشیعہ ج:۱۱ص:۲۹۴باب۹۴باب جہاد النفس:حدیث:۱

ہی کے بیان کے مطابق اپنے نفس کی محبت اور ہوس کاری کے جذبات نے اہل سنت کے اماموں کا اتنا گرادیا کہ وہ حصول سلطنت کے لئے ٹوٹ پڑے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور حق دار پر زیادتی کر کے آخرت سلطنت پر قبضہ جمالیا یہ عمل شیعوں کے مطابق نص شرع کے خلاف تھا اور اگر سنیوں کے مطابق مانا جائے جب بھی یہ عمل ہوس اور حسد کا نتیجہ ہے

لیکن شیعہ اپنے ائمہ اہل بیت کا ایسا حقدار سمجھتے ہیں جن کی امامت پر نص ہے، گر ان(ائمہ اہل بیت)نے یہ کبھی نہ چاہا کہ وہ اپنے اس حق کو اقتدار کی محبت اور حکومت کی ہوس کے لئے استعمال کریں،بلکہ وہ امام اس لئے ہونا چاہتے تھے کہ حق کو قائم کریں دین کو مضبوط کریں اور عدل کا بول بالا ہوجائے خود ان حضرات کے خطبہ اور حدیثیں اس بات کی شاہد ہیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ ہو(پالنےوالے تو جانتا ہے کہ ہم اہل بیت نہ حکومت کی ہوس رکھتے ہیں اور نہ اس کچرے(دنیا)کے طلب گار ہیں لیکن ہم تو تیرے دین کا علم چاہتے ہیں،تیرے شہروں میں عدل اور اصلاح کا ظہور چاہتے ہیں کہ تیرے مظلوم بندوں کو امن ملے اور تیرے معطل حدود قائم ہوجائیں۔[1]

دوسری جگہ خطبہ شقشقیہ میں ارشاد فرماتے ہیں(لیکن اس کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور کائنات کو پیدا کیا اگر حاضر کا حضور نہ ہوتا اور ناصر کی موجودگی میں حجت کا قیام واجب نہ ہوتا اور خدا اس خلافت کی اونٹنی کی مہار اس کی پیٹھ پر ڈال دیتا(یعنی آزاد چھوڑ دیتا)اور اس کے آخر کو اس کے اول ہی کے پیالے سے پلاتا تم دیکھتےکہ میرے لئے یہ دنیا بکری کی ناک سے نکلی ہوئی گندگی سے بھی زیادہ قابل پرہیز ہوں[2]جب عمر نے شوری کے افراد معین کردئے تو آپ نے ایک گفتگو میں اپنے چچا عباس سے فرمایا(خدا کی قسم مجھے سلطنت کی ہوس نہیں ہےنہ دنیا کی محبت ہے ہاں اگر عدل

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۸ص:۲۶۳

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:اص:۲۰۲،کتاب نہایۃ اور کتاب لسان العرب مادہ عفظ میں آخری عبارت ذکر ہوئی ہے

کو ظاہر کرنے کا موقعہ ملے اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کرانے کا موقعہ ملے تو اس کے بارے میں سوچنا چاہتا ہوں)(۱)

مقام ذیقار میں ابن عباس سے آپ انی جوتی کی قیمت پوچھتے ہیں(اس وقت آپ اپنی جوتیوں کو اپنے دست مبارک سے ہس رہے تھے)ابن عباس نے کہا اس جوتی کی کوئی قیمت نہیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے یہ میری جوتی! تمہاری اس حکومت سے زیادہ محبوب ہے گر یہ کہ حق کو قائم کر کوں اور باطل کو دفع کر کوں۔(۲)

امام حسینؑ کربال کے لئے نلے ہیں آپ کے بھائی محمد حنفیہ لنے آتے ہیں آپ ان سے وصیت کرتے ہیں وصیت میں اپنے ہدف کی وضاحت بھی کرتے ہیں(میں سرکشی ار اتاہٹ میں نہیں نکلا ہوں ظالم اور مفسدین بن کے نہیں نکلا ہوں،میں نےتو اپنے جد کی امت میں اصلاح کے لئے زوج کیا ہے،میرا مقصد ہے،امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا اپنے جد محمد مصطفیؐ اور اپنے والد علی مرتضیٰؑ کی سیرت پر عمل کرنا اور کرانا ہے تو جو مجھے حق سمجھ کے قبول کرے تو اللہ حق ہونے کا زیادہ مستحق ہے اور جو میری باتوں کو نہیں مانے گا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرا اور اس قوم کا حق کے ذریعہ فیصلہ کردے اور اللہ سب سے بہترین فیصلہ کرنےوالا ہے)(۳)

ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنی حکومت کی زرض اور اقتدار کا ہدف اس طرح کی دوسری حدیثوں میں بھی بتادیا ہے،انشاءاللہ میں ایسی حدیثوں کے بڑے حصے آئندہ بھی پیش کروں گا خدا را فیصلہ کیجئے مسلمانوں کی امانت کا حقدار کون ہے؟جب کہ ہم جانتے ہیں کہ منصب امامت ایک بلند اور مقدس مرتبہ ہے امام دین اسلام کی عظمت کا امانت دار ہوتا ہے

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۵۱

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:اص:۸۰

(۳)بحار الانوارج:۴۴ص:۳۲۹

اسلامی تشریعات اس کی زت اور اس کے دینی ماحول کا امین ہوتا ہے،مسلمانوں کے جان و مال اور ناموس کا پاسدار ہوتا ہے،اس لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امام کی یرخواہی میں اخلاص برتیں اس کی اطاع   کریں اور اس کی نصرت کرتے رہیں۔

اس تفصیل کے بعد میں آپ کے دینی شعور اور ضمیر کو آواز دیتا ہوں اور بس(آپ کو امام   کے بارے میں)جو نظریہ۔ اچھا لگے اسے اختیار کرلیں(گر یہ یاد رکھیں)کہ خدا کی شہادت اس کی سرپرستی اور اس کا فیصلہ کافی ہے۔

سوال نمبر۔۳

ہم اہل سنت اور آپ شیعہ حضرات کیوں نہیں ایسا کرتے کہ صدر اسلام میں جو بھی(تلخ و شیرین)واقعات ہوئے ہیں ان میں ہم علیؑ کی سیرت اور خاص کر امام حسنؑ کی سیرت پر عمل کریں یعنی ان حضرات نےجن باتوں کا اقرار کیا ہم بھی اقرار کریں اور ان حضرات نے جن باتوں کا انکار کیا ہم بھی انکار کریں لہذا ذیل کے امور پر پابندی سے عمل کریں۔

۱۔علی علیہ السلام نے ابوبکر کی خلافت کا اقرار کیا۔

۲۔آپ نے عمر کے لئے ابوبکر کی تنصیب خلافت کا اقرار کیا۔

۳۔آپ نے شوری کی ایک فرد ہونے کا اقرار کیا۔

۴۔معاویہ کی شام پر حکومت کا انکار کیا،اس لئے کہ آپ اس کو حکومت کے لئے نااہل سمجھتے تھے،اس کے علاوہ اس کی حکومت کی وجہ سے اسلامی سماج میں فتنہ و فساد پھیل رہا تھا۔

جواب:مجھے اس بات کا حق حاصل کہ آپ سے پوچھوں اقرار کا کیا مطلب ہے؟آپ اقرار سے کیا مراد لیتے ہیں؟

جو ہورہا ہے اس کو ہونے دینا

۱۔اگر اقرار سے آپ کی مراد یہ ہے کہ جیسی چل رہی ہے چلنے دینا اس میں مدد دینا اس کے بازو کو مضبوط کرنا اور مقصد یہ ہو کہ اسلام کی مصالح کا تحفظ ہوتا رہے اسلام میں اختلاف کی خلیج نہ پیدا ہو،کلمہ اسلام میں پھوٹ نہ پڑے،ان تمام باتوں کے علاوہ حالات ابھی انقلاب کی اجازت نہیں دیتے یا انقلاب کی ذرا سی کوشش کی جائے تو ڈر ہو کہ اسلام کی اس انقلاب سے جو حاصل ہوگا اس سے زیادہ نقصان پہنچ جائے گا،تو یقیناً اس طرح کا اقرار تو ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے کیا ہے لیکن اس اقرار سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ زبردستی خلیفہ بن بیٹھنےوالوں کی خلافت شرعی تھی یہ بات تو واضح ہے کہ حقدار اگر اس امید میں خاموش ہوجائے کہ اس کا حق کبھی نہ کبھی اس کو ملے گا تو یہ خاموشی اس کے استحقاق کو باطل نہیں کرتی،یہ خاموشی(اگر آپ کے بیان کے مطابق اقرار ہے)تو اس طرح کا سکوت تو امام حسنؑ نے بہرحال کیا،جب آپ نے اپنے والد ماجد کی پیروی کرتے ہوئے معاویہ سے دوسری بار جنگ کی کوشش کی اور پھر(ماحول سازگار نہیں پایا تو)خاموش ہوگئے،اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام اور آپ کی اولاد طاہرہ نے بھی خلفائے جور کے دور میں خاموشی اختیار کی اور یزید کے دور میں اور یزید کے بعد دوسرے غاصبوں کے دور میں ائمہ اہل بیتؑ نے عملی احتجاج نہیں کیا اور آپ حضرات کے شیعہ بھی اپنے اماموں کی پیروی میں اسی خاموشی اور سکوت کی سیرت پر عمل کرتے رہے،ائمہ اہل بیتؑ کی یہ خاموشی آپ کے خلفائے ثلاثہ سے ہی مخصوص نہیں ہے جیسا کہ آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے اور اگر کہیں عملی احتجاج ہوا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اماموں کی سیرت میں اختلاف تھا ہمارا ہر امام اپنے ماحول کے اعتبار سے عمل کرنے کا مکلف ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

حالات حاضرہ کو جاری رکھنا اور شرعی شکل دینا

۲۔اور اگر آپ اقرار سے یہ مرادلیتے ہیں کہ دونوں خلیفہ نے جو حالات پیدا کئے تھے اس سے مولائے کائناتؑ راضی تھے اور آپ ان کے افعال کو شرعی جواز دینا چاہتے ہیں اس حیثیت سے کہ شریعت کی

نظر میں وہ غ ب اور زیادتی کی حدوں میں نہیں آتے،یعنی آپ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ حقدار اپنی لیے اور حق سے دوسرے کے حق میں دس بردار ہوگیا اور جس کے حق میں دس بردار ہوا ہے حق لیے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق اب اس کی طرف منتقل ہوگیا تو یہ بات غلط ہے اس کے دو اسباب ہیں۔

خلافت کا تعین ۰ ا کرتا ہے خلیفہ کو حق(نہیں کہ وہ دوسرے کے حق میں دست بردار ہوجائے)

ا۔شیعہ مذہب کی دلیلوں کی بنیاد پر خلیفہ یا امام کو صرف اللہ ہی معیّن کرتا ہے اور اسی کی طرف سے نص ہوتی ہے،کسی امام کو یہ حق نہیں ہے وہ اپنے بجائے کسی اور کو خلیفہ بنادے یہ حق تو نبی کو بھی حاصل نہیں(کہ وہ خدا کے معین کردہ امام سے امامت و خلافت لیکے)کسی اور کو خلیفہ اور امام بنادے اگر نبیؐ نے بھی ایسا کیا تو یہ امر الٰہی کی تردید اور اس کے فرائض سے کھلواڑ ہوگا۔

(مندرجہ بالا بات کی شہادت تاریخ سے ملتی ہے)جب حضور سرور عالمؐ نے عربوں کے سامنے اپنی نبوت پیش کی کہ وہ نبی کو نبی سمجھ کے آپ کی مدد کریں،یہ بات ہجرت کے پہلے کی ہے تو حضورؐ نے جب اپنی نبوت پیش کی تو جن لوگوں کے سامنے نبوت پیش کی گئی تھی ان میں بنوعامر بھی تھے تو ان میں سے ایک شخص نے سرکارؐ سے یہ سوال کیا کہ ہم آپ کی اطاعت کریں اور خدا آپ کو اپنے مخالفوں پر غالب کردے تو کیا آپ کے بعد ہمیں حکومت ملے گی،آپ نے صاف فرمایا،یہ حق تو اللہ کو ہے جس کو چاہے گا دے گا۔[1]عبادہ کی حدیث ہے کہ ہم نے پیغمبرؐ کی اس بات پر بیعت کی کہ آپ کی بات سنیں گے اور آپ کا حکم مانیں گے صاحبان امر سے(ان کی خلافت کے معاملے میں)جھگڑا نہیں کریں گے حق جہاں بھی ہوگا ہم حق ہی کا ساتھ دیں گے اور خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنےوالے کی پرواہ

----

(۱)الثقات ج:اص:۸۹،۹۰خود کو رسول خداؐ نے قبائل کے سامنے پیش کیا،تاریخ طبری،ج:اص:۵۵۶،السیرۃ النبویۃ،ابن ہشام ج:۲ص:۲۷۲،البدایۃ و النہایۃ،ج:۳ص:۱۳۹،السیرۃ الحلبیۃج:۲ص:۳،الکامل فی التاریخ،ج:اص:۶۰۹،ابوطالب اور خدیجہ کے ذکر وفات کے بیان میں نیز رسول اللہؐ کا عرب کے سامنے خود کو پیش کرنا،کتاب الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ الثلاثۃ الخلفاء ص:۳۰۴،

نہیں کریں گے[1]اس حدیث سے ظاہر ہے کہ امام و خلا کے کچھ حق دار ہیں جن سے لڑنا حرام ہے،عمرو بن اشعث کی حدیث ہے کہ میں نے سرکار صادق آل محمد علیہم السلام کو فرماتے سنا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم اہل بیت میں سے کوئی امام آزاد ہے کہ جس کے حق میں چاہے امامت کی وصیت کردے،نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ سے آپ کے ہر جانشین کے لئے عہد لیا ہے،یہاں تک اسی معاہدے کے تحت ہر امام اپنے بعد والے امام پر نص کرتا اور امر صاحب امر تک پہنچتا ہے۔[2]

محمد بن فضیل ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو صاحب امانت کے حوالے کردو امام نے فرمایا باری تعالیٰ کا یہ خطاب ائمہ اہل بیت سے ہے کہ امام اپنے بعد والے کے حوالے کردو اور دوسروں کو اس سے مخصوص نہ کرو اور حق دار کو امامت سے الگ نہ کرو۔[3]

یزید بن سلیط ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں،اسی حدیث میں ساتویں امام کے صاحبزادے علی بن موسیٰ کی امامت پر نص بھی ہے،فرماتے ہیں کہ اے ابوعمارہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے گھر سے نکلنے والا ہوں(نکلتا ہوں)تو میں اپنے فلاں بیٹے کو اپنا وصی بنا رہا ہوں اور دوسرے بیٹوں کو بظاہر اس کا شریک بنا رہا ہوں لیکن باطنی طور پر وہی میرا وصی ہے

---

(۱)مسند احمدج:۳ص:۴۴۱مسند احمدج:۳ص:۴۴۱،عبادۃ بن ولید کے حدیث میں،یہی عبارت السنن الکبریٰ بیہقی،ج:۸ص:۱۴۵،السنن الکبریٰ،ج:۴،کتاب البیعۃ،ص:۴۲۱،سمعاً و طاعۃ بیعت کے بیان میں،ص:۴۲۲،مسند ابن جعد،ص:۲۶۱،سیر اعلام النبلاء،ج:۲ص:۷عبادۃ بن صامت کے حالات میں،تذکرۃ الحفاظ،ج:۳ص:۱۱۳۱،ابن عبدالبر کتے باب میں،تاریخ دمشق،ج:۲۶،ص:۱۹۶،عبادۃ بن صامت کی سوانح حیات میں،صحیح ابن حبان،ج:۱۰،ص:۴۱۳،مسند ابی داؤد،ج:۴ص:۴۰۷،

(۲)الکافی ج:۱ص:۲۷۸باب:اللہ سے امامت کا عہد،حدیث۲،

(۳)الکافی ج:۱ص:۲۷۶،۲۷۷،اس باب میں کہ امام اپنے بعدوالے کا تعارف کراتا ہے اور خداوند عالم کا قول(کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچادو)ان ائمہؑ کے بارے میں آیت کا نزول ہوا ہے،حدیث۳،

پس میری وصیت تمہارا اسی لئے ہے،اگر مجھے(وصی بنانے کا)اختیار ہوتا تو میں اپنے بیٹے قاسم کو وصی بناتا اس لئے کہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں اور اس پر بہت مہربان ہوں،لیکن وصی اور امام کا معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جو کو چاہتا ہے بناتا ہے۔[1]ائمہ اہل بیت سے اس سلسلے میں کثیر تعداد میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔[2]

منصب(امامت)کی اہلیت صرف اسی میں ہوتی ہے جس کو اللہ منصب کے لئے معین کرتا ہے

حسن تو یہ ہے کہ اللہ نے بھی صرف اسی کو صاحب منصب قرار دیا ہے جس کے اندر اس منصب کی اہلیت دیکھی ہے اور اس کے علاوہ ہر کسی کے اندر صلاحیت منصوب کو معدوم پایا ہے،ثبوت کے لئے مشاہدہ کافی ہے ہم ان فوائد و آثار پر غور کریں،جو امیرالمومنینؑ کے خلیفہ ہونے سے امت کو حاصل ہوئے،امیرالمومنینؑ کی خلافت پر شیعوں کے دعوے کے مطابق نص وارد ہوئی ہے،اگر مولا علیؑ کو پیغمبرؐ کے بعد خلافت حاصل ہوجاتی اور صاحب اقتدار ہوجاتےتو اس سے کیا فائدے حاصل ہوتے خود حدیث نبیؐ سے معلوم کیجئے۔

۱۔حدیث ثقلین ملاحظہ فرمایئے،حضور سرورؐ کائنات کا ارادہ ہے کہ اس دنیا کو چھوڑنے سے پہلے ایک ایسی تحریر لکھ دیں کہ امت گمراہی سے محفوظ رہے آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں اس حدیث کے بارے میں کافی گفتگو ہوچکی ہے شواہد کا فیصلہ ہے کہ حضور کائناتؐ اس تحریر کے ذریعہ مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کی خلافت کا اعلان کرنا چاہتے تھے اور آپ کی خلافت کو اس انداز میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے مخالفوں کے لئے راستے بند ہوجائیں،اس بات کا اعتراف عمر نے بھی کیا ہے،یہ واقعہ آئندہ کے صفحات میں آئے گا،سرکار دو عالمؐ امت کو گمراہی سے بچانا

----

(۱)الکافی ج:۱ص:۳۱۴باب اشارہ و نص علی ابی الحسن الرضاؑ حدیث۱۴،

(۲)الکافی ج:۱ص:۲۷۶،۲۸۱،وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں

چاہتے تھے اور امہ کے لئے اس سے بڑی بات کیا ہوگی کہ وہ گمراہی سے محفوظ رہے۔

۲۔معصومہ کونین صدیقہ طاہرہ کا ایک خطبہ شاہد ہے کہ علیؑ کی خلا سے کیا فائدے حاصل ہوئے،معصومہ نے یہ خطبہ دیکے کہ مسلمانوں نے علی علیہ السلام کی خلا سے عدول کرکے دوسرے کو خلیفہ بنا کے کیا کیا نقصانات نہیں اٹھائے!معصومہ اپنے چھوٹےوالے خطبے میں فرماتی ہیں:خدا کی قسم ابوالحسن سے انھیں کوئی دشمنی نہیں تھی،گر دشمنی تھی آپ کی تلوار کی دھار سے اور آپ کی صراط مستقیم پر تیز روی آپؑ کی وقعہ سے جو لوگوں کے لئے قابل پیروی ہے اور ذات خدا میں آپؑ کے خلوص سے پیغمبرؐ نے زمام حکومہ جن ہاتھوں میں دی تھی اگر یہ اسی ہاتھ میں رہنے دیتے تو خدا کی قسم وہ انھیں باندھ کے رکھتا اور ان کے ساتھ نرم روی سے چلتا کہ چلنے میں پسلیاں نہ بجتیں اور راکب کو رکنہ (Jarking) نہیں ہوتی وہ انہیں ایک گھاٹ پر پہنچاتا(اپنے حوض پر پہنچاتا)جو کنارے تک لبالب بھرا ہوا ہے اور ان لوگوں کو سیراب کردیتا وہ لوگ یرت میں پڑجاتے بلغیر کسی بیکار کوشش کے پیاسا سیراب ہوجاتا اور بھوک مٹ جاتی ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں نازل ہوتیں اور اللہ ان کے اعمال کو قبول کرتا،سنو بیدار ہوجاؤ جب تک زندہ رہوگے دنیا اپنے جائب تمہیں دکھاتی رہےگی اور اگر تم تجب ہی کرنا چاہتے ہو تو سب سے زیادہ تجب نیز یہ حادثہ ہے دیکھ لو انہوں نے کس کا سہارا لیا ہے اور کس سہارے کو پکڑا ہے جے ولی بنایا گیا ہے وہ بھی برا ہے اور وہ معاشرہ بھی جس نے ولی بنایا اور ظالموں کو برا بدلا ملے گا۔

خدا کی قسم انہوں نے اگلے حصے کو چھوڑ کے دم پکڑی(افضل کو چھوڑ کے ادنی کے پیچھے بھاگے)چاق و چوبند اور تجربہ کار آدمی کو چھوڑ کے بڑھے کی بیعہ کرلی،اس قوم کی جلد ہی ناک کٹےگی،جس کو یہ غلط فہمی ہے کہ ہم بہہ اچھا کام کررہے ہیں،حالانکہ بیدار رہنا یہی لوگ فادی ہیں لیکن نہیں سمجھ رہے ہیں،ان پروائے ہو جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ پیروی کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو رہنمائی نہیں کرتا گر جن کی رہنمائی کی جاتی ہے انھیں کیا ہوا ہے یہ کیے فیصلے کرتے ہیں اومنی حالہ ہوئی

اور ابھی وضع حمل کا انتظار ہی کر رہی تھی کہ ان لوگوں نے دوہنا شروع کردیا نتیجہ میں انہیں خون اور بدبودار پانی ملا جس میں تلخی ہے یہیں پر باطل گروہ کو نقصان اٹھانا پڑا اور بعدوالوں کو معلوم ہوگیا کہ ان کے پہلےوالوں نے جو بنیاد رکھی تھی وہ ت ۔ نش-ین ہ-وچکی ہے،پھر تم اپنے نفس کی تعریف کرو اور اطمینان سے بیٹھ کے ایک جو ٹلیے فتنے کا انتظار کرو تمہیں چمکتی ہوئی تلواروں کی بش-ارت ہ-وا ورتمہارے حالات کے اضطراب کی بشارت ہو،ظالموں کے ظلم و استبداد کی خوشخبری ہو،جو تمہارے مال غنیمت پر قبضہ جمالیں گے اور تمہارے بوئے ہوئے کو کاٹ لے جائیں گے[1]معصومہؑ کا ایک دوسرا خطبہ بھی ہے انشاءاللہ مناسب مقام پر اسے بھی پیش کیا جائے گا۔

۳۔ابوعمر جونی کہتے ہیں جب ابوبکر کی بیعت ہوئی تو سلمان فارسی نے کہا کرداذونا کرداذ تمہاری سمجھ میں جو آیا وہ تم نے کیا لیکن اگر یہ لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کئے ہوتے تو آسمانوں سے بھی کھاتے اور زمین سے بھی پاتے۔[2]

۴۔حبیب بن ثابت کہتے ہیں سلمان فارسی نے بیعت والے دن فرمایا تم بڑھے کو خلیفہ بنا کے سمجھے کہ تم نے صحیح کیا اور اپنے نبیؐ کے اہل بیتؑ کو ولایت نہ دے کے تم نے غلطی کی اگر تم خلافت اہل بیت نبیؐ میں قرار دیتے تو دو آدمی بھی اختلاف نہیں کرتے اور تم پیٹ بھر کھاتے[3] سلمان کے یہ جملے حروف ردہ والی حدیث کے موقعہ پر آنا چاہئیں جو میں نے آپ کے چوتھے سوال کے جواب میں پیش کیا ہے۔

۵۔اسی طرح کی حدیث ابوالھیعہ سے بھی ہے،کہتے ہیں جب سرکارؐ کی وفات ہوئی تو ابوذر نہیں تھے،ابوذر آئےتو(سقیفہ کا ڈرامہ ختم ہوچکا تھا)ابوبکر خلیفہ بن چکے تھے،ابوذر نے تبصرہ کیا فرمایا:

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۳۳۔۲۳۴،بلاغات النساء ابن طیفور ص:۲۰،اقوال فاطمہ بنت رسول اللہؐ،جواہر المطالب فضائل امام علیؑ،ابن دمشقی ج:۱ص:۱۶۵۔۱۶۹،

(۲)انساب الاشراف ج:۲ص:۲۷۴،امر سقیفہ)

(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۴۹،اور اسی طرح ج:۶ص:۴۳

تم نے قناعت (تھوڑے)کو صحیح سمجھا اور قرابت پیغمبر کو چھوڑ دیا،اگر اس امر خلافت کو تم اپنے نبی کے اہل بیت میں قرار دیتے تو تمہارے یہاں دو آدمی آپس میں اختلاف نہیں کرتے(۱)

دوسری جگہ آپ نے عثمان کے دور میں ایک معرکۃ الآرا خطبہ دیا ہے ملاحظہ ہو:کہتے ہیں جو مجھے پہچانتا ہے پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں ربذہ کا رہنےوالا ابوذر غفاری ہوں میں جندب بن جاندہ ربذی ہوں بیشک اللہ نے منتخب کیا آدم کو،نوح کو،آل ابراہیم کو اور آل عمران کو،ساری کائنات میں ایک ذریت سے دوسرے سے افضل ہے اور اللہ سننےوالا اور جاننےوالا ہے،محمدؐ اولاد نوحؑ میں منتخب کئے گئے،جو ابراہیمؑ کے وارث اور اسماعیلؑ کے خاندان سے ہیں اور محمدؐ کی وہ عترت جو رہنما ہے،ان کے شرف بلند کئے گئے اور انہیں پوری قوم پر حق فضیلت دیا گیا،وہ ہمارے درمیان ایسے ہیں جیسے بلند آسمان یا پردہ دار کعبہ یا منصوب قبلہ یا بلند ہوتا ہوا سورج یا سفر کرتا ہوا چاند یا رہبری کرتے ہوئے ستارے،یا زیتون کا درخت جس کا تیل روشنی دیتا ہے اور جس کی زیادتی میں برکت دی گئی ہے محمدؐ آدم کے وارث ہیں اور تمام انبیا ما لف کو جو فضیلت دی گئی محمدؐ ان تمام فضائل کے وارث ہیں اور علی بن ابی طالبؑ محمدؐ کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں اے وہ امت جو اپنے نبی کے بعد حیرت میں پڑگئی اگر تم نے اسے آگے بڑھایا ہوتا جس کو اللہ نے بڑھا رکھا ہے اور اسے پیچھے ہوتا تو تم آسمانوں سے بھی پاتے اور زمین سے بھی کھاتے اور خدا کے دوست کمزور نہ ہوتے اور فرائض خدا کو معطل نہیں کیا جاتا اور تمہارے درمیان اگر دو آدمی بھی اختلاف کرتے تو ان کے مسائل کا حل تم کتاب خدا ور سنت نبیؐ میں پالیتے لیکن اب تو تم جو کیا وہ کردیا اب اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتو!عنقریب ظالم جان جائیں گے کہ کس ٹھکانے پر پہنچنےوالے ہیں۔(۲)

۶۔عمر اصحاب شوریٰ کو معین کررہے ہیں کہتے ہیں اگر تم نے حضرت علیؑ کو اپنا ولی بنایا تو خدا

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۱۳

(۲)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۷۱،زمانہ عثمان میں

کی قسم وہ تمہیں واضح حق کے راستے پر ڈال دیں گے اور روشن حجت تمہارے سامنے پیش کردیں گے۔[1]

میں پوچھتا ہوں مسلمان اور عالم اسلام کے لئے اس سے بہتر بات کیا ہوگی؟(کہ انہیں حق کے راستے پر چلایا جائے)بہرحال گذشتہ مضمون کی کثیر حدیثیں ہیں جو نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کی طاہر زبانوں پر ہمہ وقت جاری رہتی تھیں۔ان حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ منصب امامت و خلافت کے لئے منصوص افراد پر کفایت کرنا ضروری ہے اور ان منصوص کا قائم مقام دوسرا ہو ہی نہیں سکتا کہ شریعت اس کی جانب داری کرے اور منصوص علیہ کو معزول کردے(اگر چہ منصوص علیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غاصبوں کو معزول کردے)کاش یہ حق اسے دیا گیا ہوتا۔

عثمان کی خلافت پر کوئی نص نہیں تھی مگر وہ معزول ہونے پر تیار نہیں تھے

لطیفہ یہ ہے کہ جب عوام نے عثمان سے(ان کی بدکرداریوں کی بنا پر)مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے معزول ہوجائیں تو عثمان نے احتجاجاً ایک جملہ کہا کہنے لگے اللہ نے جو قمیص مجھے پہنائی ہے اس کو نہیں اتاروں گا۔[2]حالانکہ وہ عوام کی بیعت کی بنیاد پر خلیفہ بنے تھے۔اللہ نے کوئی نص نہیں فرمائی تھی،اس کے باوجود لوگ اہل بیتؑ کے بارے میں یہ جھوٹا دعوی کرتے ہیں کہ وہ منصوص من اللہ تو تھے ان کے علاوہ کوئی منصوص علیہ نہیں تھا گر انہوں نے خود کو معزول کرلیا تھا اور اپنا حق دوسروں کو دیدیا تھا اور ان کی حکومت پر راضی تھے،باب کو مزید واضح کرنے کے لئے ملاحظہ ہو۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ،ج:۱ص:۱۸۶،انھیں الفاظ اور مختلف تعبیر میں نہج البلاغہ کی ج:۶ص:۳۲۶،پر بھی ہے المستدرک علی صحیحین،ج:۳ص:۱۰۱،والامامۃ و السیاسۃ،ج:۱ص:۲۶،والطبقات الکبری،ج:۳ص:۳۴۲،تاریخ یعقوبی،ج:۲ص:۱۵۸،عمر بن خطاب کے زمانے میں،المصنف،عبدالرزاق،ج:۵ص:۴۴۶،۴۴۷،ابوبکر کی بیعت کے بارے میں،الادب المفرد،بخاری،ص:۲۰۴،انساب الاشراف،ج:۳ص:۱۴،حضرت علی بن ابی طالبؑ کی بیعت کے بارے میں،اورج:۶ص:۱۲۰،امر شوری اور عثمان کی بیعت سے متعلق،والعقد الفرید،ج:۴ص:۲۵۵،الفتوح،ابن اعثم،ج:۱ص:۳۲۴،عمر بن خطاب کے قتل کے بارے میں،تاریخ مدینۃ،ابن شیبۃ،ج:۳ص:۸۸۲،

(۲)تاریخ طبری،ج:۲ص:۶۷۵،۳۵سنہ کے واقعات میں،الکامل فی التاریخ،ج:۳ص:۶۷،۳۵سنہ کے واقعات میں،المنتظم،ج:۵ص:۵۵،۳۵سنہ کے واقعات میں،اہل مصر اور ان کے موافقین کا عثمان کے خلاف خروج،تاریخ دمشق،ج:۳۹،ص:۴۳۸،عثمان بن عفان کے سوانح عمری میں۔

دور خلافت کے جاری رکھنے سے معالم حق کی بربادی لازم آتی ہے

اولاً۔عمر اور ابوبکر زبردستی خلیفہ بنے تھے لیکن یہ غلط فہمی نہ ہو کہ دونوں حقدار کی حقیقت کا اعتراف بھی کر رہے تھے بلکہ وہ سرے سے(اہل بیت کو)خلافت کا حقدار ہی نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ نص سے تجاہل عارفانہ کر رہے تھے اور ان کا دعوی تھا کہ خلافت عام قریش کا حق ہے یا یہ کہ بنوہاشم کا حق بہرحال نہیں ہے باقی چاہے جس کا حق ہو،دلیل یہ تھی کہ خلافت اور نبوت ایک ہی گھر میں جمع نہیں ہو سکتی(دوسری دلیلیں بھی ہیں)اس صورت مین اہل بیت کا ان دونوں کی خلافتوں پر جہاد کرنا اور خود ساختہ خلیفہ کی خلافت کا اقرار کرنا حکم الٰہی میں تحریف اور معالم کو ضائع کرنا ہے وہ معالم حق جس کو لوگوں تک پہنچانا لازم ہے یہ کیسے کہا جائے کہ اس اقرار سے صرف اس دور کے لوگوں کے لئے خدا کی نشانیاں ضائع ہوں گی،میں کہتا ہوں کہ جمہور عالم اسلام کے لئے تو وہ نشانیاں ضائع ہو ہی گئیں اس لئے کہ جمہور اہل سنت منصب خلافت کے لئے نص کے قائل نہیں ہیں سب یہ ہے کہ خودساختہ خلفا نے خود بنا کے پیش کیا اور ان حضرات کو نص سے تغافل رکھایا یہ کہ خود غافل کیا حالانکہ نص موجود تھی اور ایک بڑا گروہ نص کا قائل تھا نص کا اعلان اور اس کی تاکید کر رہا تھا اس نص کے ذریعہ لوگوں کے سامنے حجت پیش کر رہا تھا پھر آپ خود سوچیں کیا ہوتا ہے اگر آپ کی طرح اہل بیت اور ان کے شیعہ بھی غاصبوں کی خلافت کا اقرار کرلیتے اس کی شرعی حیثیت کا اعلان کردیتے اور اہل بیت اطہار اور ان کے شیعہ ان کا انکار کرنے کے بجائے خاموش رہتے؟مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب استدارک کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے لکھتے ہیں کہ عیسی بن مہران نے اپنی کتاب((الوفاۃ))[1]میں اپنی اسناد سے حسن بن حسین عرنی سے انہوں نے کہا

---

(۱)شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی نے کتاب فہرست میں کہا:عیسی بن مہران جو مستعطف کے نام سے مشہور تھا جس کی ابوموسی کنیت تھی اس کی تصنیف میں کتاب الوفاۃ میں تلعبری نے ایک جماعت سے اور انھوں نے ابن ہمام سے اور انھوں نے احمد بن محمد بن موسی نوفلی سے ہمیں خبر دی اور ابن ندیم نے اسے کتابوں میں ذکر کیا،مقتل عثمان سے متعلق کتاب میں،الفہرست باب عیسی،ص:۱۴۲،نجاشی نے کہا(عیسی بن مہران مستعطف جس کی کنیت ابوموسی تھی اس کی چند کتابیں ہیں انھیں میں سے ایک کتاب مقتل عثمان نامی بھی ہے،کتاب الوفاۃ)کتاب الکشف الرجال باب عیسی ص:۲۹۷،

مجھ سے مصبح العجلی نے ان سے ابو وانہ نے ان سے اعمش نے ان سے مجاہد نے ان سے عمر کے صاحبزادے نے وہ کہتے ہیں کہ جب میرے باپ عمر پر سخت وقت آیا یعنی موت کا وقت تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ ذرا علیؑ کو بلا لو میں علیؑ کو بلا کے لایا تو میرے باپ کہنے لگے ابوالحسن میں ان لوگوں میں شامل ہوں جنھوں نے آپ سے منھ پھیر لیا تھا اور میں نے ہی سب سے پہلے آپ سے جھگڑا کیا لیکن میں آپ کا ساتھی ہوں آپ مجھے معاف کردیں،مولا نے کہا معاف تو کردوں گا لیکن تم بھی اعتراف دو آدمیوں کے سامنے کرو! یہ سن کے میرے باپ نے دیوار کی طرف منھ موڑ لیا اور کچھ دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا ابوالحسن آپ کیا کہہ رہے ہیں مولا علیؑ نے کہا مجھے جو کچھ کہنا تھا کہدیا،شرط وہی کہ دو آدمیوں کی موجودگی میں یہ بات کہو،عمر نے پھر دیوار کی طرف منھ پھیر لیا اور بہت دیر تک خاموش رہے یہاں تک کہ مولائے کائناتؑ اٹھے اور باہر نکل گئے،ابن عمر کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے کہا،علیؑ نے تو آپ کے ساتھ انصاف کیا تھا،کاش آپ صرف دو آدمیوں کو گواہ بناکے یہ بات کہہ دیتے عمر نے کہا بیٹا تم کو نہیں معلوم ہے علیؑ چاہتے ہیں کہ دو آدمی بھی میرے لئے استغفار نہ کریں۔[1] اگرچہ میں اس روایت کی صحت پر کمل یقین نہیں رکھتا لیکن قصہ شوریٰ کے حوالے سے مورخین کا بیان اس روایت سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے،عمر اصحاب شوریٰ کو نامزد کررہے ہیں اور ہر ایک کی کمزوری بھی بیان کرتے جارہے ہیں تاکہ ارکان شوریٰ کو خلافت سے دور رکھنے کی وجہ لوگوں کی سمجھ میں آجائے[2] انہوں نے سب پر بڑے بڑے عیب لگائے لیکن جب مولا علیؑ کا نام

---

(۱)بحارالانوارج:۳۰،ص:۱۴۲،ابوبکر اور عمر نے غصب خلافت سے متعلق جو موت کے وقت ندامت و شرمندگی کا اظہار کیا ہے کے باب میں،حدیث۱۰،اسی الفاظ میں،ج:۸ص:۲۰۶،

(2)الاستیعاب ج:۳ص:۱۱۱۹،علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سوانح حیات میں،الامامۃ و السیاسۃ،ج:اص:۲۶،کتاب الآثار،ص:۲۱۷،الانساب الاشراف ج:۶ص:۲۲۱،تاریخ المدینۃ،ابن شبۃج:۳،شوریٰ اور قتل عثمان سے متعلق بیان میں،ص:۸۸۰۔۸۸۱۔۸۸۲۔۸۸۳،شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۲۶،کنزالعمال،ج:۵ص:۷۴۰،حدیث:۱۴۲۶۶،ص:۷۴۲،حدیث۱۴۲۶،الفائق فی غریب الحدیث،ج:۳ص:۱۶۸،غریب الحدیث،ابن سلام،ج:۳ص:۳۳۱،مادہ قتب میں،الفتوح،ابن اعثم،ج:اص:۳۲۴،عمر ابن خطاب کے قتل کے بیان کے آغاز میں۔

لیا تو صرف یہ کہا کہ علیؑ بہ خوش مزاج اور پر مذاق ہیں۔[1]

پھر فوراً یہ بھی صراحت سے کہہ دیا کہ اگر تم ان کو حاکم بناؤگے تو وہ تمہیں حق پر چلاکے چھوڑیں گے اور روشن حج قائم کریں گے،یہ بات پہلے بھی گذرچکے ہے،یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عمر مولا علیؑ کو خلا سے قریب کرنا چاہتے تھے اور انھیں کس طرف اشارہ کررہے تھے،

بلکہ طبری کہتے ہیں کہ لوگ نکلے اور عمر کے پاس آئے اور کہنے لگے اے امیرالمومنین آپ کسی کو خلیفہ تو بنادیں پس عمر نے کہا میں نے اپنے قول کے بعد تمہارے بارے میں اپنی رائے کو جمع کیا تو میں اس حکومت کا ولی ایک ایسے آدمی کو بنا رہا ہوں جو اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم کو حق کے راستے پر ڈال دے اس کے بعد انہوں نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا پھر مجھے غش آگیا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص باغ میں داخل ہوا جو اس نے خود لگایا تھا اور ہر ڈالی سے تازہ پھل توڑے اور انہیں نچوڑ نچوڑ کر اپنے سر پر ڈالنے لگا،میں سمجھ گیا کہ خدا کا امر غالب ہے اور عمر مرنےوالا ہے تو میں مروں یا زندہ رہوں خلا کا بار اب نہیں اٹھاؤں گا تم پر واجب ہے کہ اس گروہ(شوریٰ)کی بات مانو!پھر طبری نے عمر کی طرف سے شوریٰ کے تانے بانے پیش کیئے ہیں،جو مشہور ہے اور جانا پہچانا ہے۔[2]

عمری کی گفتگو کے الٹ پھیر سے تو یہ صاف ظاہر ہورہا ہے کہ انہوں نے بہ چالاکی سے گوٹی بڑھا کے شوریٰ کو امر پر اس انداز میں لاددیا کہ سوائے عثمان کے کوئی خلیفہ بن ہی نہیں تا

----

(۱)الاستیعاب ج:۳ص:۱۱۱۹،علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سوانح حیات میں،الانساب والاشراف ج:۶ص:۲۲۱،تاریخ المدینۃ،ابن شیبۃج:۳ص:۸۸۰،شرح نہج البلاغہ ج:۳ص:۳۲۶۔۳۲۷،کنزالعمال ج:۵ص:۷۴۰،حدیث:۱۴۲۶۶،ص:۷۴۲،حدیث:۱۴۲۶،الفائق فی غریب الحدیث،ج:۳ص:۱۶۸،غریب الحدیث،ابن سلام،ج:۳ص:۳۳۱،مادہ قنب میں،الفتوح،ابن اعثم،ج:۱ص:۳۲۴،عمر ابن خطاب کے قتل کے بیان کے آغاز میں۔

(۲)تاریخ طبری،ج:۲ص:۵۸۰،اس کے بعد شوریٰ کا قصہ ہے،کلمہ(رہقتنی)تاریخ طبری سے الفیہ کے پروگراموں میں حذف ہوگیا ہے لہذا ہم نے موجودہ نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے جو معجم فقہی کے پروگرام میں درج ہے لحق کردیا ہے۔

تھا ممکن ہے کہ وہ پہلے امیرالمومنینؑ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہوں،اس امید پر کہ شاید اس کے بدے میں امیرالمومنینؑ انہیں معاف کردیں لیکن سابقہ روایت میں گذرچکا(کہ امیرالمومنینؑ نے معاف کرنے کی بیڑھی شرط رکھ دی)تو جب عمر امیرالمومنینؑ سے مایوس ہوگئے تو ان کے دل میں بدخیالی آئی(اور وہ جنت کے خواب دیکھنے لگے)انہوں نے امیرالمومنینؑ کو اس جماعت میں قرار دیا جو دنیا کے بندے تھے اور خدا پر جسارت کرنےوالے تھے پھر ایسی کہ امیرالمومنینؑ کی خلافت کے ہر راستے کو مسدود کردیا گیا اور کچھ ایسی تدبیر کی خلافت پھر عثمان ہی کے خاندان میں رہے اس خاندان میں جو حکومت کے لئے کچھ بھی کرتا تھا اور دنیا حاصل کرنے کے لئے کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا عمر کی تدبیر کا یہ منشا بھی یہی تھا کہ خلافت مولا علیؑ اور آپ کے اہل بیتؑ تک کبھی پہنچ ہی نہ سکے۔

عمر نے یہ رکہ یا تو عثمان کی محبت میں کی تھی یا امیرالمومنین علیہ السلام کے اعراض کرنے کے لئے کہ ان کے دل میں آپ کی طرف سے بہت پرانا کینہ تھا یا اس لئے کہ آپ نے انہیں معاف نہیں کیا تھا یا اس لئے کہ وہ ڈر رہے تھے کہ حکومت اگر علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ تک پہنچ گئی تو ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجائےگی اور ان کی ناانصافی جو انہوں نے اہل بیتؑ کے ساتھ کی تھی تاکہ حکومت ان تک نہ پہنچے تو ظاہر ہوجائےگی اور لوگ اہل بیتؑ کی بات سننے لگیں گے۔

بہرحال جو بھی ہو یہ روایت سچی ہو یا جھوٹی ایک بات تو سمجھ میں آرہی ہے کہ امیرالمومنینؑ کو اہمیت دیکے خلافت کے معاملات سے خودبخود پردہ اٹھایا جارہا ہے اور یہ کہ لوگوں کے سامنے حکم الٰہی بالکل ظاہر تھا(اور سب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مولا علیؑ خلافت کے مستحق ہیں)اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں اور یہی باتیں امیرالمومنینؑ کے لئے قوی تر مانع ہیں جو آپ کو اور اہل بیتؑ کو غیروں کی خلافت کے اقرار سے روکتی ہیں اور خلیفہ غاصب کی شرعیت سے انکار کرتی ہیں کاش کہ انہیں اقرار کا حق ملا ہوتا۔

ا لام کی اعلیٰ ظرفی اجازت نہیں دیتی کہ شریعت الٰہیہ کی پیروی قہر و غلبہ اور بزور کروائی جائے

ثانیاً۔اسلام کی اعلیٰ مزاجی اس کے پیغام کی بلندی اور مثالی تعلیمات اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ شریع الٰہیہ کی پیروی قوت کے ذریعہ کرائی جائے اور نہ اس کی اجازت دیتی ہے کہ حقدار اپنا حق زبردستی حاصل کرے جب کہ شریعہ اسلامی میں خلاف الٰہیہ کا مقام بہ بلند اور بےپناہ قدامہ و عظمہ کا حامل ہے بخصوص قہر و غلبہ اور زور و زبردستی کی بدولت اپنے حق پر تسلط،حسد و غیرہ کی طرح نفسانی خواہشات کی پیروی اور پسندیدہ صفات اخلاقی کے منافی ہے جس کا تذکرہ دوسرے سوال کے جواب میں بھی کچھ حد تک کیا جاچکا ہے۔

(اسلام کے بارے میں تو کم از کم یہ بات نہیں کہی جا سکتی)البتہ اسلام ہی کے معاصر اس وقت عرب میں دودین تھے یہودی اور نصرانی،ان کے بیان کے مطابق شریعہ مقدسہ کی پابندی قہر و غلبہ کے ذریعہ کی جا سکتی ہے اور دینی مناصب قوت کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے لیکن یہ جواز بھی ان خرافاتی قصّوں کی بنیاد پر تھا جنہیں دین میں تحریف و تاویل کرکے بنایا گیا تھا اور انھیں باتوں کو وہ دونوں قومیں دین سمجھتی تھیں،اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں ہی دین چونکہ آسمانی تھے اس لئے حقیقہ میں ان فضول باتوں سے پاک تھے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دین اسلام جیسا عظیم دین جو تمام ادیان کا خاتم ہے اور اپنی تشریع میں مثالیہ اور ہر کمال کا جامع ہےس کے اندر یہ غلط بات جائز ہوجائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب یہ طے ہوگیا کہ ائمہ اہل بیتؑ ہی امامہ کے حق دار ہیں اور ان کے حق پر خدا کی طرف سے نص ہے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو پھر ان حضرات کی طرف سے دونوں خلیفہ کی خلاف کے اقرار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور شریعہ کی جانب داری کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے اس لئے کہ یہ دونوں باتیں نص الٰہی کے منافی ہیں اور دونوں ہی باتیں اسلامی شریعہ کے تقدس اور اس کی اعلی ظرفی اور مثالی کردار کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امت کے کاروبار کو چلانے کے لئے اپنا نائب بنائے

ہاں خلیفہ شرعی کو اس بات کا حق حاصل ہے یہ کہ وہ امت کے امور کی دیکھ ریکھ کے لئے خاص خاص شہروں میں یا خاص حالات کے تحت کسی کو اپنا نائب بنادے اسی طرح کہ یہ شخص اس کا نائب ہو اس کی زیرنگرانی ہو اور اس کا ماتحت ہو،لیکن خلیفہ وہی(مصوص من اللہ)رہے گا،یہ نیابت خلافت کا بدل ہرگز نہیں ہوگی کہ خلیفہ اس کے حق میں دست بردار ہوگیا ہو یا اس کو ہبہ کردیا ہو یا اس کے ہاتھوں خلافت کو بیچ دیا ہو۔

سب کو معلوم ہے کہ مذکورہ بالا معنی میں نیابت ان دونوں خلفا کو بہرحال حاصل نہیں تھی نہ کسی دوسرے خلیفہ کو یہ خصوصیت حاصل تھی وہ لوگ تو بس خود ہی حکومت کے ولی بن بیٹھے تھے خود کو حاکم اور خلیفہ اور ائمہ اہل بیت کو اپنی رعایا اور محکوم سمجھتے تھے۔

شیعہ اچھی طرح اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اہل بیتؑ اپنے حق سے دست بردار نہیں ہوئے

شیعوں کو اس بات کی کامل بصیرت ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ اپنے حق سے دست بردار نہیں ہوئے تھے بلکہ ان حضرات نے ہر دور میں اس بات کی شکایت کی ہے کہ ان کا حق غصب کرلیا گیا ہے اور ان پر ظلم کیا گیا ہے،ہر عہد میں وہ ظالموں کا انکار کرتے رہے،ان سے اظہار برائت کرتے رہے اور ان کی مخالفت میں بولتے رہے وہ لوگ اس اظہار برائت اور انکار کو دین واجب التمسک کا تتمہ مانتے تھے اور نجات کو اس پر موقوف سمجھتے تھے اس بات کی تائید میں شیعوں نے اپنے اماموں سے بےشمار حدیثیں روایت کی ہیں جو استفاضہ کی حد اور تواتر کے مرتبے کو پہنچی ہوئی ہیں،نتیجے میں صورت

حال یہ ہوگئی کہ یہ عقیدہ ان کے ضروریات دین میں شامل ہوگیا وہ اس میں نہ اختلاف کرتے ہیں نہ ہی اس عقیدے کو چھوڑنے پر تیار ہیں۔

یہ دعوی کرنا کہ شیعہ اپنے اماموں کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں کہاںتک حقیقت پر مبنی ہے؟

ہو تا ہے کہ کوئی یہ د وی کرے کہ شیعہ اپنے اماموں کی طرف جھوٹے افعال کی نسب دیتے ہیں اس معاملے میں شیعہ خطاکار ہیں اور اماموں پر بہتان باندھتے ہیں یہ د وی خاص طور سے ان لوگوں کا ہے جو شیعیہ کے چہرے کو مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کے اوپر بڑے بڑے گناہوں کی تہمہ رکھتے ہیں لگتا ہے وہ لوگ دین اور حق کو پہچانتے ہیں نہیں اور انہوں نے اپنے دینی عقیدے اور مسلک کی بنیاد محض افترا پردازی،گمراہی،بدعت اور خرافات پر رکھی ہے۔

مذکورہ دعوی کی تردید اور شیعوں کی صداقت کے شواہد

حقیقت تو یہ ہے کہ مذکورہ د وی اس لئے ہے کہ شیعہ حق پر ہیں اور ان کی دلیلوں کی کوئی کاٹ دشمن کے پاس موجود نہیں ہے شیعوں نے اپنی دلیلوں کو ڈھال بناکے ان دشمنوں کی خصومت برداشت کی اور ان کے تمام راستے بند کردیئے،مجبور ہو کے دشمنوں نے ہٹ دھرمی اور بہتان کا سہارا لیا تا کہ شیعوں کے لئے نفرت پیدا کر کیں اور اتنی نفرت پیدا کردیں کہ ان کا دعوی اور ان کی دلیلوں کی طرف کوئی تو جہ ہی نہ دے ورنہ اگر ذوق جستجو رکھنےوالا ان اپنے مسلمات و جذبات سے الگ ہو کے از نگاہ انصاف دیکھے اور دلائل و شواہد کا مطالعہ کرے تو شیعوں کی صداقت اس پر مشکوک نہیں رہےگی وہ سمجھ لے گا کہ شیعوں نے اپنے

اماموں کی طرف کوئی جھوٹ نہیں منسوب کیا ہے اس لئے کہ شیعہ اماموں سے بہ محبۃ رکھتے ہیں بڑی عقیدت رکھتے ہیں ان کی سیرت کو مقام استدلال میں پیش کرتے ہیں اور ان کی سیرت سے سبق لے کے اسی پر زندگی گذراتے ہیں۔

جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جب کہ شیعہ انھیں عقیدوں کی وجہ سے ہمیشہ بلاؤں کا سامنا کرتے رہے

ا۔اگر یہ باتیں ان کے اماموں سے صادر نہیں ہوتیں تو شیعہ ان باتوں کو محض افترا کے طور پر ان کی طرف منسوب نہیں کرتے،نہ انھیں دین سمجھ کے مانتے،نہ ان پر اپنے عقائد کی بنیاد رکھتے اس لئے کہ محض جھوٹ اور افترا کے لئے بلائیں جھیلنے اور مصیبتیں اٹھانے پر کوئی تیار نہیں ہوتا ہے،شیعہ صرف انہیں عقائد کی وجہ سے شروع ہی سے دنیا بھر کی سختیاں جھیلتے رہے اور مصیبتیں اٹھاتے رہے ہیں۔

پھر یہ سوچیئے کہ عقائد اور معلومات میں غلطی کب ہوتی ہے جب انسان مرکز سے دور ہو مثلاً انبیائے کرامؑ کے بارے میں یا ان کی تعلیمات کے بارے میں غلطی کا امکان اس لئے ہے کہ انبیاءؑاور امت کے درمیان ہزاروں صدیوں کے پردے حائل ہیں صاحب دعوت اور مبشرین اور ان کی سیرت کے ناقلین کے درمیان ایک بُعد زمانی پایا جاتا ہے،لیکن شیعہ اور سنیوں کے اماموں کے درمیان اس بعد زمانی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لئے کہ یہ عقائد تو شیعوں کے یہاں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے دور ہی میں جانے پہچانے جاچکے تھے جیسا کہ ابھی پیش کئے جائیں گے ان عقیدوں کی مزید وضاحت شہادت حسینؑ کے بعد ہوگئی اس لئے کہ ہمارے اماموں نے یہ سمجھ لیا کہ ابھی ہمیں سلطنت کا مطالبہ نہیں کرنا ہے اور مستقبل قریب میں حکومت ہمیں نہیں ملنےوالی ہے تو آپ حضرات نے شیعہ ثقافت کی تہذیب و تربیت پر بھرپور توجہ دی اور اپنے علوم و معارف کو شیعوں کے درمیان پھیلانا شروع کیا تا کہ شیعوں کا ایک ماحول اور شیعہ طرز زندگی کا ایک خاکہ لوگوں کے سامنے آجائے شیعہ عقائد

ایے دور میں سامنے آرہے تھے جس وقت شیعہ اپنے اماموں کے ساتھ رہ رہے تھے انہیں یکے بعد دیگر اپنے ائمہؑ سے دوسو سال تک اختصاص حاصل رہا بلکہ غیبت صغریٰ کے زمانے کو بھی اس سے ملا لیا جائے تو یہ مدت اور بڑھ جاتی ہے جس میں شیعہ اپنے اماموں کے ساتھ وقت گذارتے رہے اور بلاواسطہ ان سے مستفید ہوت رہے پھر ملاوٹ کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا،میں نے غیبت صغریٰ سے نواب اربعہ کے توسط سے بہرحال لگاؤ بنا ہوا تھا دوسوستر(۲۷۰)سال تک شیعہ اپنے اماموں سے لتے جلتے رہے پھر ممکن نہیں ہے کہ ہر امام کی کوئی رائے یا کوئی نظریہ ان کے شیعوں سے پوشیدہ رہا یا کوئی اختلاف پیدا ہوا ہو۔

اگر شیعہ مفتری ہوتے تو ان کے امام ان سے الگ ہوجاتے

اگر شیعوں کے پاس ان کے معصوم اماموں کا بنایا ہوا مذہب نہ ہوتا بلکہ ان کا خود ساختہ مذہب ہوتا تو اماموں پر واجب تھا کہ وہ شیعوں کا انکار کردیتے اور اگر شیعہ اپنے افترا اور بہتان پر اصرار کررہے ہوتے تو معصوم امام پر واجب تھا کہ وہ شیعوں کو چھوڑ دیتے انھیں خود سے دور کردیتے ان سے الگ ہوجاتے اور ان کے ساتھ مل جل کے ہرگز نہ رہتے جب کہ غلط کاروں کے ساتھ انہوں نے ایسا ہی سلوک کیا،مثلاً امیرالمومنین علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا جو آپ کی ذات میں غلو کرتے تھے،امام صادق علیہ السلام ابوالخطاب اور اس کی جماعت سے الگ ہوگئے بعد کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام نے بھی ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جو اماموں کے طریقوں سے الگ ہو کے اپنا راستہ بنارہے تھے اور معصوموں کی ذات کو لوٹ کررہے تھے لیکن شیعوں کے ساتھ ان حضرات کا لگاؤ ہمیشہ بنارہا،آپ حضرات اپنے شیعوں کے ماحول میں پائے جاتے تھے شیعہ فرقہ ان سے طاقت حاصل کرتا رہا،ان کی محبت شیعوں کی پہچان بن گئی،شیعہ انھیں کی طرف متوجہ رہے،ان کی خوشی میں خوش اور ان کے غم سے رنجیدہ،ان کی سیرت کے جویا اور ان کے طرز زندگی سے واقف ہونے کے لئے کوشاں،ان کے فقہ

احادیث اور تعلیمات پر عمل پیراں رہے اور ان گرانقدر چیزوں کے اپنے توبات اور کتابوں میں محافظ رہے،ان کی حدیث اور سیرت کا تذکرہ اپنی مجلسوں میں کرتے رہے،انہیں پر بھروسہ کرتے رہے اور ان کو اپنے لئے عزت کا سبب سمجھتے رہے بلکہ انھیں آثار و معالم کے ذریعہ دشمن پہ حملہ کرتے رہے۔

دنیا کا طریقہ ہے کہ کسی بھی مذہب کے امام کی رائے اور خیالات کا علم اس امام کے اصحاب کے واسطے سے اور اس کے خاص لوگوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے پھر ائمہ اہل بیت کے مذہب کا علم ان حضرات کے شیعوں کے واسطے سے کیوں نہیں ہوگا؟جب کہ یہ شیعہ ان حضرات کے آس پاس ہمیشہ موجود رہے،ان کے مخصوص افراد بنتے رہے اور ان کے افعال میں مدد کرتے رہے،یہ سلسلہ طویل مدت تک چلتا رہا اور سب کے سامنے یہ عمل ہوتا رہا جب کہ اس دور کے رئیسوں اور بادشاہوں سے شیعہ اتنے قریب نہیں تھے جتنا اپنے اماموں سے تھے۔

ائمہ اہل بیتؑ کی میراث کا تحفظ شیعوں ہی نے کیا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شیعہ ان حضرات سے مخصوص تھے

اس کے باوجود اگر کوئی ہٹ دھرم اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ شیعہ اہل بیت کے اماموں سے مخصوص نہیں تھے اور ان سے مذہبی معاملات میں ہدایتیں نہیں لیتے تھے اور یہ کہ شیعوں نے اہل بیت سے جھوٹی حدیثیں منسوب کی ہیں تو میں اس سے کہوں گا کہ پھر ان دعاؤں[۱] اور زیارتوں[۲] کا کیا کرو

---

(۱)جیسے دعائے کمیل،صباح،عشرات،نیز وہ دعائیں جو حضرت امیرالمومنینؑ سے مروی ہیں اور عرفہ کے دن امام حسینؑ کی دعا،صحیفہ سجادیہ کی دعائیں،دعائے افتتاح،ابوحمزہ ثمالی جو رمضان میں پڑھی جاتی ہے نیز باقی ماہ رمضان کے روز و شب اور سحر کی دعائیں اور رجب و شعبان کی دعائیں،شب جمعہ۔کی دعائیں نیز اس کے علاوہ بے شمار دعائیں،مضامین عالیہ جو اللہ کی تمجید سے متعلق ہے اور اس کی تقدیس اور ثناء سے متعلق ہے۔

(۲)جیسے حضرت امیرالمومنینؑ کی زیارت جو(امین اللہ)کے نام سے معروف ہے اور آپ کی باقی زیارتیں جو مختلف مناسبتوں سے پڑھی جاتی ہیں،زیارت وارثہ،نصف شعبان کی شب میں امام حسینؑ کے لئے نیز آپ کی باقی زیارتیں جو مختلف مناسبتوں سے پڑھی جاتی ہیں تمام ائمہؑ کے لئے زیارت جامعہ کبیرہ اور باقی معصومینؑ کی زیارتیں جو بلند و بالا مضامین کا دفتر ہے۔

گے جو صرف شیعوں کے پاس ہیں اور ان کے اماموں سے مروی ہیں دعاؤں اور زیارتوں کی ایک بڑی مقدار ہے جو مختلف مواقع پر مختلف الفاظ میں ائمہ اہل بیت سے وارد ہوئی ہے وہ دعائیں اور زیارتیں حکمت ،موعظہ،خطابت اور دوسرے مضامین عالیہ پر مشتمل ہیں جن کو پڑھ کے پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں جو ائمہ اہل بیت کو حاصل تھیں اور علم الٰہی کے یہ خزانے صرف شیعوں کے پاس ہیں جو شیعوں کو دوسرے فرقوں سے ممتاز کرتے ہیں اس لئے کہ ان دعاؤں اور زیارتوں کی زبان اور ان کے مضامین پکار پکار کے کہہ رہے ہیں کہ یہ مضامین صرف وہی وارد کرتا ہے جس کو ادھر سے علم ملا ہے اور یہ دوسروں کے بس کا روگ نہیں ہے۔نگاہ انصاف سے دیکھیں تو یہ نتیجہ نکلے گا کہ ائمہ اہل بیت نے شیعوں کو جو دعائیں ودیعت کی ہیں یا جو زیارتیں وارد فرمائیں اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ شیعہ ان سے مخصوص تھے شیعوں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دینا ضروری سمجھا اور شیعہ ان کی رضا کے طالب اور ان کے پسندیدہ افراد تھے۔

ورنہ یہ دعائیں اور زیارتیں سینوں کے پاس کیوں نہیں ہیں؟انہوں نے کیوں نہیں نقل کیا یا اگر نقل کیا تھا تو کیوں نہیں حفاظت سے رکھا اور اس کے حق کی رعایت کیوں نہیں کی؟(۱)

---

(۱)ہمعصر دینی مرجع سید شہاب الدین مرعشیؒ صحیفہ سجادیہ کے مقدمہ میں اپنی استدراک جو۱۳۶۱سنہ میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے اور ہم۱۳۵۳ھ گذار رہے ہیں میں نے اس کا ایک نسخہ علامہ معاصر شیخ جوہری طنطاوی کی خدمت میں ارسال کیا جو صاحب التفسیر بھی ہیں جس کی شہرت مفتی اسکندریہ کے نام سے ہوئی ہے تاکہ وہ مطالعہ کریں پھر انھوں نے صحیفہ پہنچنے کی قاہرہ سے مجھے اطلاع دی اور میرا اس گرانقدر ہدیہ پر شکریہ ادا کیا اور اس کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہوگئے یہاں تک کہ آپ نے کہا:اس وقت ہماری بدبختی یہ ہے کہ ہم اس اثر جاوید تک رسائی نہیں رکھتے جو نبوت اور اہل بیت کی میراث کا ایک جزء ہے اور میں نے جتنا غور و خوض کیا اسے مخلوق کے کلام سے بالا اور خالق کے کلام کے بعد ہی پایا،پھر مجھ سے اس کے بارے میں سوال کیا کہ آیا علماء اسلام میں سے کسی نے اس کی شرح کی ہے پھر میں نے شارحین کے اسماء درج کئے جے میں بھی جانتا تھا پھر میں نے ریاض السالکین سید علی خان کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے بھی اس کے پہنچنے کی خبر دی،اور لکھا کہ میں عزم مصمم رکھتا ہوں کہ اس گرانقدر صحیفہ کی شرح کروں،اگر شیخ جوہری طنطاوی اپنی کثیر معلومات اور کثیر اطلاع کے باوجود اس صحیفہ سجادیہ سے بے خبر رہے جب کہ اس کی شہرت اور اس کا پرچا، تب خیال کے اہل ہونے کے باوجود شیعوں کے درمیان تھی تو پھر جو کم اطلاع رکھتے ہیں ان کے لئے کیسے ممکن ہے پھر ان کا کیا حال ہوگا جو صحیفہ سجادیہ سے کم رتبہ اور اہمیت کتاب رکھتے ہوں گے۔

یہ بات ماننی پڑےگی کہ جس طرح قرآن مجید صداقت نبوت کی گواہی دیتا ہے اسی طرح یہ اور وضائف اس بات کی گوہی دیتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت کو یہ نبیؐ کی طرف سے میراث میں ملے ہیں اور شیعوں کو یہ علم ائمہ اہل بیتؑ کی طرف سے درحقیقت نبیؐ کی ہدایت سے ملا ہے۔ائمہ اہل بیتؑ کی واردہ کردہ دعاؤں اور زیارتوں کو دیکھئے پھر غور کیجئے کیا یہ ممکن ہے کہ اتنی عظیم المرتبہ دعائیں اور اتنی معنی خیز زیارتیں شیعہ یا کوئی اور ان اپنی طرف سے بنالے اور پھر اس کو اہل بیتؑ کی طرف منسوب کردے،عادۃً یہ مشکل ہے کہ اتنے بڑے مجموعہ کی بنیاد کذب اور بہتان پر ہو اور ان ارشادت کو وارد کرنےوالا کوئی نہ ہو جو ان کو حق پر جمع کرسکے بلکہ حق تو یہ ہے کہ عادۃً یہ مشکل ہے کہ اتنے بڑے مجموعہ کی بنیاد کذب اور بہتان پر ہو اور ان ارشادت کو وارد کرنےوالا کوئی نہ ہو جو ان کو حق پر جمع کرسکے بلکہ حق تو یہ ہے کہ عادۃً ان دعاؤں کا صدور ائمہ اہل بیتؑ کے علاوہ کسی سے بھی ناممکن ہے اس لئے کہ اہل بیتؑ نبی کریمؐ کے وارث ہیں اور انھوں نے سرکار سے علم لیا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اہل بیتؑ اظہار گفتگو کے بادشاہ تھے[1]اور انہیں کے پاس حکمت اور فصل خطاب تھا۔[2]ایک طرف تو یہ علمی ذخیرہ شیعوں کی صداقت کا گواہ ہے اس لئے کہ شیعہ اس خزانے کے تنہا وارث ہیں اس خزانے کی معرفت شیعوں کو ہے اور اسی خزانے کی وجہ سے وہ عالم اسلام میں قابل عزت ہیں دوسری طرف یہ علمی خزانہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ شیعوں اپنے اماموں کی طرف جو نسبت دی ہے وہ سب کی سب صحیح ہے اور شیعہ اپنے اماموں سے مخصوص ہیں ان کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں،ان کے علوم و معارف کے حامل ہیں اور اماموں کی خاص عنایت کے مستحق ہیں شیعوں کو ان کے اماموں نے اپنے مقدس مبارک اور شریف علوم سے فیضیاب کیا ہے۔

شیعوں کے کردار میں اماموں کے اخلاق کی جھلک

خیال وہ ہے جو ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کے مقدمہ میں امیرالمومنینؑ کی سوانح حیات میں لکھا ہے،وہ لکھتے ہیں جہاں تک وسعت اخلاق خندہ پیشانی،زندہ دلی،اور تبسم کا سوال ہے تو مولائے کائنات کی ان صفات میں مثال دی جاتی ہے یہاں تک کہ آپ کے دشمن ان صفات حسنہ کو

---

(۱) نہج البلاغہ ج:۲ص:۲۶۶ (۲)بحارالانوار ج:۹ص:۲۰۹،ج:۲۸ص:۵۳

عیب کی کے پیش کرتے تھے،عمروعاص نے اہل شما سے کہا علیؑ بہت زیادہ پر مذاق آدمی ہیں(ہنسنے ہنسانےوالا)حلانکہ عمروعاص کا یہ جملہ بھی اس کا نہیں ہے بلکہ اس کا نہیں ہے بلکہ اس نے یہ جملہ عمر بن خطاب سے لیا ہے،جب عمر نے مولا علیؑ کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا تھا تو یہ کہا تھا کہ خدا تمہارے باپ کو بخشے اگر تم پر مذاق نہ ہوتے تو عمر تم ہی پر اقتصار کرتا عمروعاص نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے اور مقام مذمت میں وارد کیا ہے صعصعہ ابن صوحان اور آپ کے دوسرے شیعہ اور اصحاب آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپؑ ہمارے درمیان ہم ہی جیسے بن کے رہتے تھے،نرم دل منکسر مزاج اور سہل القیادۃ تھے،پھر بھی ہم پر آپ کی ہیبت اس طرح طاری رہتی تھی جیسے ایک قطار میں بندھے ہوئے قیدیوں پر ان کے سامنے کوئی تلوار لے کے کھڑا ہو۔

یہ اخلاق حسنہ آپ کے اولیا اور آپ کے چاہنےوالوں میں میراث کے طور پر منتقل ہوئے اور اب تک ان کے اندر باقی ہیں جس طرح آپ کے دشمنوں کو جفا بدروی اور بداخلاقی ان کے بزرگوں سے میراث میں لی ہے اور اب تک باقی ہے جو اخلاقیات میں سرسری نظر بھی رکھتا ہے وہ اس فرق کو ضرر محسوس کرے گا۔[1]

ظاہر ہے کہ جب ائمہ اہل بیتؑ کے اندر یہ صلاحیت تھی کہ وہ اپنے شیعوں کو اپنے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھال تے تھے اور ان کے اندر اپنے اخلاق عالیہ کو منتقل کرتے تھے جیسے نرم دلی،وسعت اخلاق و غیرہ تو پھر ان کے اندر یہ صلاحیت بھی ماننی پڑےگی کہ وہ شیعوں کو امامت و خلافت کے بارے میں اپنے مذہب سے باخبر رکھتے اور انہیں حکم دیتے کہ وہ امامت کے معاملے میں ان کے مذہب کی پیروی کریں اور چونکہ شیعہ ذاتی طور پر ان حضرات سے متاثر تھے اور اخلاق میں ان کے نقش قدم پر چلتے تھے تو وہ بہرحال عقیدہ امامت و خلافت میں بھی ان کی پیروی کرتے تھے اور ان کے مزہب سے الگ نہیں تھے اس لئے کہ یہ تو ایک علمی مسئلہ تھا اور اس کا جان لینا اور مان لینا تو اخلاق و سیرت کی عملی پیروی سے زیادہ آسان ہے شیعہ ایک زمانے سے سنی بھائیوں کی بےرحمی ظلم

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۲۵۔۲۶،علیؑ کے ایک قول اور ان کے فضائل کا ذکر۔

اور زیادتی جھیلتے چلے آرہے ہیں اس کے باوجود ان کے اندر اخلاقی وسعت بیعہ کی نرمی اور خوش خلقی پائی جاتی ہے ورنہ حالات کا تو تقاضا یہ تھا کہ وہ سنیوں کو اپنا دشمن سمجھ لیتے ان کی طرف سے دل میں کینہ رکھتے اور ان سے بداخلاقی سے پیش آتے یہ صرف ائمہ اہل بیت کی سیرت کا اثر ہے کہ شیعہ دشمنی کینہ اور حسد جھیل رہے ہیں لیکن اپنے اماموں کی سیرت چھوڑنے پر تیار نہیں۔

اہل سنت کی ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے کنارہ کشی

حالات کا نگاہ انصاف سے جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ جمہور اہل سنت نے اپنے عقائد و ثقافت میں ائمہ اہل بیت سے کچھ نہیں لیا ہے اور ہمیشہ ان حضرات کو معزول سمجھا ہے،ہر دور میں سنی سماج چاہے عوام ہوں یا خواص،چاہے فقہا ہوں یا روات،سب کے سب اہل بیت سے ہمیشہ الگ رہے خاص طور سے متاخر،ائمہ کو سنیوں نے بالکل ہی نظرانداز کردیا جن کے دور میں شیعہ امامیہ کے عقائد اور معالم نکھر کر سامنے آئے اور شیعوں کو ایک مستقل اور ممتاز حیثیت ملی حالانکہ سنی حضرات اس تاریخی حقیقت سے انکار کی کوشش کرتے بہرحال اہل بیت کا احترام تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن ان کا یہ انکار قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اصول دین میں یہ لوگ اشاعرہ،ماتریدی اور معتزلی فرقہ کی پیروی کرتے ہیں،جب کہ فروع میں مذہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب پر عمل کرتے ہیں وہ اپنے عقائد و فقہ میں سے کسی بات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب نہیں کرتے حلانکہ اہل بیت کی طرف سے فقہ و اصول اور اقوال جو بھی وارد ہوئے ہیں ان میں سے اکثر مذکورہ بالا فرقوں کے نظریہ سے بالکل ہی الگ ہیں ائمہ اہل بیت کی باتوں پر صرف ائمہ اہل بیت کے شیعہ عامل ہیں،سنی ان کو سرے سے نہیں مانتے۔

شیعیان اہل بیت ع اور دشمنان اہل بیت ع کے بارے میں سنیوں کا نظریہ

جمہور اہل سنت کے ان لوگوں سے خوب دوستی کرتے ہیں جنہوں نے اہل بیت ع سے جنگ کی یا ان کو برا بھلا کہا ایسے افراد کا یہ لوگ بہت احترام کرتے ہیں ، ان کی غلط حرکتوں سے تجاہل برتتے ہوئے انہیں کی

روایتوں سے احتجاج کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کی غلطیوں کی یا تو توجیہ کریں یا ان کی صفائی پیش کرکے ان کی طرف سے معذرت کرلیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اہل بیت کے شیعہ ایسے لوگوں سے ہمیشہ الگ رہے اور شروع ہی سے ان کی سخت مخالفت کی اور کڑا رویہ اپنایا(لیکن دشمنان اہل بیت کی حمایت)یہ حضرات صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے کبھی اہل بیت کی پیروی نہیں کی ان سے کوئی سروکار نہیں رکھا اور اہل بیت کے نقش قدم پر اس طرح نہیں چلے جس طرح وہ اوّلین یعنی عمر،ابوبکر کے نقش قدم پر چلتے آئے اور انہوں نے اہل بیت سے ویسی محبت بھی کبھی نہیں کی جیسی ان دونوں سے وہ محبت کرتے رہے ہیں بلکہ بعض مقامات پر تو اہل سنت کے خواص و عوام کے دل میں اہل بیت کی طرف سے جو کینہ ہے وہ ان کی تحریروں میں ظاہر بھی ہوگیا ہے،افسوس کی بات یہ ہے کہ جوش و جذبہ کے عالم میں انہوں نے اپنے دل کے حالات کھول کے بیان کردئے اور چھپانے کی کوشش کی گر چھپا نہیں سکے۔

ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں علما اہل سنت کے کچھ نظریے

۱۔علامہ ذہبی سنّی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں،ابوجعفر محمد بن علی امام بھی تھے اور مجتہد بھی یعنی کتاب خدا کی تلاوت کرنےوالے،شان میں بڑے تھے،لیکن علم قرآن میں ان کا درجہ ابن کثیر اور ان کے جیسے علما تک نہیں پہنچتا تھا،فقہ میں وہ ابوزنا اور ربیعہ سے کم تھے اور سنت نبوی کی معرفت اور اس کا تحفظ ابن شہاب اور قتادہ سے کم درجہ پر تھا۔[1]

افسوس!ذرا دنیا کی زبوں حالی اور پستی دیکھئے یہ لوگ کس سے مقابلہ کررہے ہیں حد ہوگئی کہ ایسے(نچلے طبقے کے)لوگ محمد باقر علیہ السلام سے افضل بتائے جارہے ہیں حالانکہ امام محمد باقرؑ کے لئے آپ کے جد کی سیرت میں نمونہ عمل ہے امیرالمومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ((میری ذات اوّل ہی

---

(۱)سیرہ اعلام النبلاءج:۴ص:۴۰۲ترجمہ ابی جعفر باقر

کے مقابلے میں مقام شک میں کب تھی کہ مجھے ایے لوگوں کا مقارن بنایا جارہا ہے۔[۱]

۲۔اور سنیوں کے امام الحدیث بخاری،انہوں نے کبھی امام جعفر صادق علیہ السلام کی کسی حدیث سے احتجاج نہیں کیا اپنی صحیح میں آپ سے کوئی روایت بھی نہیں لی[۲]حالانکہ مروان بن حکم[۳](لعون پیغمبرؐ)اور عمران بن حطان[۴]خارجی(جس نے مولی امیرالمومنین علیؑ کے قاتل ابن مجلم کی بڑی تعریف کی ہے اور ابن لجم کو متقی پرہیز گار اور عنداللہ ماجور قرار دیا ہے)ان سے روایتیں لی ہیں۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن اسود نے ان سے یحیي بن سعید نے کہا کہ:اگر جعفر ابن محمد کا معالہ یہ ہے کہ۔ اگر تم ان سے معافی مانگوگے تو وہ کوئی ہرج نہیں محسوس کریں گےاور اگر تم ان پر محمول کروگے تو وہ خود پر محمول کرلیں گے۔[۵]

۳۔یحیي بن سعید کہتا ہے کہ جعفر ابن محمد نے مجھے ایک لمبی حدیث لکھوائی وہ حدیث حج

----

(۱)نہج البلاغہ ج:۱ص:۳۵

(۲)تذکرۃ الحفاظ،ج:۱ص:۱۶۷،امام جعفر صادق علیہ السلام کی سوانح حیات کے ضمن میں،سیر اعلام النبلاء،ج:۶ص:۲۶۹

میزان الاعتدال،ج:۲ص:۱۴۴،امام جعفر صادق علیہ السلام کی سوانح حیات کے ضمن میں،المغنی فی الضعفاء،ص:۱۳۴،تہذیب التہذیب ج:۲ص:۹۰امام جعفر صادق علیہ السلام کی سوانح حیات میں۔

(۳) صحیح بخاری ج:۱ص:۲۶۵،کتاب صفۃ الصلاۃ،باب مغرب میں قرات کا بیان ج:۲ص:۵۶۷،کتاب الحج،حج تمتع افراد قرآن اور نسخ حج کے بیان میں اگر قربانی ہمراہ نہ ہو،ج:۲ص:۸۱۰،کتاب الوکالۃ باب اگر وکیل کو کوئی چیز ہبہ کردے یا قوم کے شفیع کو تو نبیؐ کے بقول جائز ہے جو آپ نے ہوازن گروہ کے جواب میں فرمایا تھا کہ انھوں غنیمتوں کے بارے میں سوال کیا تھا اس پر رسولؐ نے کہا میرا حصہ تمہارے لئے ہے،ج:۳ص:۱۰۴۲،کتاب الجہاد و السیر،ج:۳ص:۱۳۶۲،کتاب فضائل الصحابۃ،ج:۴ص:۱۵۳۲،کتاب المغازی،غزوہ حدیبیہ کے باب میں ج:۴ص:۱۶۷۷،کتاب التفسیر باب جنگ میں جانےوالوں راہ خدا میں جہاد کرنےوالوں کے برابر نہیں ہیں ج:۵ص:۲۰۳۹،کتاب طلاق

(۴) صحیح بخاری ج:۵ص:کتاب اللباس ص:۲۱۹۴،ریشمی لباس کے باب ص:۲۲۲۰،باب نقص صور

(۵)تاریخ کبیر ج:۲ص:۱۹۸حالات جعفر بن محمد بن علیؑ

کے بارے میں تھی لیکن ان کی لکھوائی ہوئی حدیث کے خلاف میرے دل میں پھانس ہے میرے نزدیک مجالد ان سے زیادہ پیارا ہے۔[1]

۴۔ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی نے امام صادق علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کا ان روایتوں سے احتجاج کیا جا تا ہے جو ان کی اولاد کے علاوہ لوگوں نے نقل کی ہیں،اس لئے کہ ان کی اولاد سے جو حدیثیں آئی ہیں ان میں تو بہت سے مناکیر(قابل انکار)باتیں ہیں،ہمارے اماموں میں سے جن لگوں نے ان کی اولاد کی حدیث دیکھی ہے وہی لوگ ان کے اقوال کو کمزور بتاتے ہیں[2]

حالانکہ آپ کی اولاد مسلمانوں میں سادات کا درجہ رکھتی ہے اور انہیں اولاد میں ائمہ اہل بیت بھی ہیں۔

۵۔مصعب بن عبداللہ زبیری کہتے ہیں کہ مالک ابن انس جعفر بن محمدؑ سے روایت لیتے تو تھے لیکن جب بلند مرتبہ راویوں کی حدیثیں لکھ لیتے تھے تو سب سے آخر میں امام جعفر صادقؑ حدیث رکھتے تھے۔[4]

٦۔احمد بن حنبل سے امام صادق علیہ السلام کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے ان سے یحيٰی نے روایت کی ہے لیکن انہیں کمزور بتایا ہے۔[5]

۷۔ابن عبدالبر کہتے ہیں،امام صادق علیہ السلام قابل اعتبار تھے،صاحب عقل تھے صاحب حکمت ،بڑے پرہیز گار اور فاضل تھے،جعفری فقہ انھیں کی طرف منسوب ہے اور شیعہ امامیہ

---

(۲)سیر اعلام النبلاءج:٦ص:۲۵٦،جعفر بن محمد صادق علیہ السلام کی سوانح حیات میں،الکامل فی ضعفاءالرجال،ج:۲ص:۱۳۱۔۱۳۲۔۱۳۳،جعفر بن محمد صادقؑ کی سوانح حیات میں،اور کتاب نصب الرایۃ،ج:۲ص:۴۱۳،اور تہذیب التہذیب ج:۲ص:۸۸،

(۴)تھذیب الکمال ج:۵ص:۷٦،حالات جعفر بن محمد الصادق،الکامل فی ضعفاءالرجال ج:۲ص:۱۳۱،حالات جعفر بن محمد الصادقؑ۔

(۵)العلل و معرفۃ الرجال ص:۵۲بحرم الدم ص:۹۷

انھیں کی فقہ پر عمل کرتے ہیں،لیکن شیعوں نے ان کے بارے میں بہ سے جھوٹ منسوب کر رکھے ہیں مجھے تو یاد نہیں ہے ابن عیینیہ نے کہا ہے ان جھوٹی باتوں میں سے اس کے پاس کچھ محفوظ ہیں۔[۱]

۸۔ابن حجر کہتے ہیں کہ امام صادقؑ کے بارے میں سعد نے کہا ہے کہ آپ کثیرالحدیث تو ہیں لیکن آپ کی روایتوں سے احتجاج نہیں کیا جا تا اس لئے کہ وہ ضعیف راوی ہیں،ان سے ایک بار پوچھا گیا کہ کیا آپ نے یہ حدیثیں اپنے والد سے لی ہیں تو بولے ہاں پھر دوسری بار پوچھا گیا تو کہنے لگے میں نے اپنے والد کے مخطوطات میں دیکھا ہے۔[۲]

۹۔ابوحاتم نے حضرت امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے واجب ہے کہ ان کی حدیثوں کا اعتبار کیا جائے لیکن صرف ان حدیثوں کا جن کو ان کی اولاد یا ان کے شیعوں نے روایت نہیں کیا ہو،خاص طور سے ابوصلت نے۔[۳]

حالانکہ امام رضا علیہ السلام کے صرف ایک ہی بیٹے تھے یعنی ابوجعفر محمد الجوادؑ۔

ابوحاتم کہتا ہے کہ ان کے صاحبزادے ان کے حوالے سے عجیب و غریب روایتیں بیان کرتے تھے اباصلت و غیرہ بھی عجائب کے راوی تھے لگتا ہے ان کو وہم ہوتا تھا یا غلطی کرتے تھے[4]

۱۰۔ابن طاہر کہتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام اپنے آبا و اجداد کے حوالے سے عجائب بیان کیا کرتے تھے۔[۵]

۱۱۔نباتی نے امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب حدیث کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے

---

(۱)التمہید،ابن عبدالبرج ج:۲،ص:۶۶،حالات جعفر بن محمد بن علیؑ،

(۲)تھذیب التہذیب ج:۲،ص:۸۸حالات جعفر بن محمد بن علیؑ

(۳)الثقات ج:۸،ص:۴۵۶حالات علی بن موسی رضاؑ

(۴)المجروحین ج:۲،ص:۱۰۶حالات علی بن موسی الرضاؑ،تھذیب التھذیب ج:۷،ص:۳۳۹حالات علی بن موسی الرضا،سیرہ اعلام نبلاء،ج:۹،ص:۳۸۹حالات علی الرضاؑ

(۵)المغنی فی الضعفاء،ج:۲،ص:۴۵۶،میزان الاعتدال ج:۵،ص:۱۹۲حالات علی بن موسی الرضاؑ

کہ جو ایسی حدیثوں کی روایت کرتا ہے ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے اور ان سے بچا جائے۔[1]

۱۲۔اور ابن خلدون نے بہت سخت باتیں لکھی ہیں،لکھتا ہے کہ اہل بیت کا مذہب بالکل اکیلا ہے جس کو انہوں نے بدعۃً ایجاد کیا ہے،ان کی فقہ منفرد ہے،ان کے مذہب کی بنیاد قدح صحابہ اور اپنے اماموں کی عصمت ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اماموں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا حالانکہ یہ سارے اصول بالکل واہیات ہیں اس طرح کی شاذ باتیں خوارج بھی کیا کرتے ہیں،ہمارے علما جمہور کا اس مذہب اور ایسے عقائد میں کوئی رول نہیں ہے بلکہ ہمارے علما نے ان عقائد سے شدت سے انکار کیا ہے اور بڑے پیمانے پر مخالفت کی ہے ہم ان کے مذہب کے بارے میں کچھ نہیں جانتے نہ ان سے کوئی روایت لیتے ہیں اسلامی ملکوں میں ان کے آثار بھی نہیں پائے جاتے مگر ان کے وطن میں ملتے ہیں،شیعہ کتابیں ان کے ہی شہروں میں ملیں گی جہاں ان کو حکومت چل رہی ہے۔[2]

مذکورہ بالا بیان ابن خلدون کے قلم سے اگر چہ اہل بیت کی دشمنی اور ان کے بغض میں ڈوب کے نکلا ہے بلکہ خود حضرت نبیؐ کی دشمنی میں ڈوبا ہوا ہے اس لئے کہ آپؐ نے ہی اہل البیت کو اپنی امت کا مرجع قرار دیا تھا جو انہیں گمراہی اور ہلاکت سے بچانے کے ذمہ دار تھے لیکن ایک بات اس بیان سے بہرحال صاف ہوگئی وہ یہ کہ علما جمہور بلکہ جمہور اہل سنت کو اہل بیت سے کوئی مطلب نہیں ہے یہ لوگ اہل بیت سے ہمیشہ کنارہ کشی کرتے رہے۔

مذکورہ بالا بیان اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ شیعہ ہمیشہ خود کو اہل بیت سے منسوب کرتے رہے انہیں اپنا امام سمجھتے رہے اور ان کی پیروی کرتے رہے جب کہ سنی ان پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ لوگ خواہ مخواہ خود کو اہل بیت سے منسوب کرتے ہیں اور جھوٹ باتیں منسوب کرتے ہیں۔

---

(۱)تہذیب التہذیب ج:۷ص:۳۳۹،حالات علی بن موسی الرضاؑ

(۲)مقدمہ ابن خلدون ج:۱ص:۴۴۶ساتویں فصل،علم فقہ اور اس کی اتباع و فرائض

کاش میں سمجھ تا کہ جب یہ بڑے بڑے علما اہل بیت کے لوگوں کو علم میں کمتر،حدیث میں ضعیف اور شاذ و غیرہ بتارہے ہیں تو وہ کون سے اہل بیت تھے جنھیں نبیؐ نے(حدیث عترت و اہل بیت میں)گمراہی سے بچنے کا ذریعہ اور ہلاکت سے نجات کا وسیلہ بتایا تھا۔[1]

کسی بھی صاحب عقل کے لئے میرا یہ سوال قابل غور ہے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا تا اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے تا کہ اس سوال کے جواب سے ان اطمینان بخش نتیجہ تک پہنچ سکے اور خدا کے سامنے عذر پیش کرنے کے لائق بن سکے اس دن جب وہ خدا کے سامنے کھڑا ہوگا،((یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئاً ولا ہم ینصرون))[2]

ترجمہ آیت:((جس دن کوئی بھی دوسرے اپنے دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی))۔

ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں عام سنیوں کے کچھ نظریئے

عام اہل سنت بھی اہل بیت کے بارے میں اپنے علما کی پیروی کرتے ہیں کبھی اپنے علما کا دفاع بھی کرتے ہیں اور کبھی عجیب و غریب انداز میں صفائیاں پیش کرتے ہیں لیکن ایک بات سب میں مشترک ہے یعنی جب اہل بیت کا معاملہ آتا ہے تو وہ بالکل الگ ہوجاتے ہیں اور شدت سے اہل بیت سے کنارہ کشی کرتے ہیں،تاریخ کے واقعات اور مسلمان ملکوں کے حالات میرے مذکورہ بالا بیان پر شاہد ہیں۔

میں نمونے کے طور پر کچھ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ابن اثیر ۳۶۳ھ کے بغداد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ابوتغلب بغداد کا کوتوال تھا کہ سرکشی کرنےوالے اور شرپسند عناصر نے بغداد کے مغربی علاقے میں فساد برپا کردیا۔

---

(۱)جیسا کہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ و غیرہ میں آیا ہے

(۲)سورہ دخان آیت:۴۱

سنی شیعہ فساد شہر میں بہت تیزی سے پھوٹ پڑا،سوق عام کے کچھ اہل سنت نے ایک عورت کو ناقہ پر بٹھایا اور اس کا نام عائشہ رکھا خود ان کے مردوں میں کسی کا نام طلحہ اور کسی کا نام زبیر رکھا گیا اور پھر دوسرے فرقے سے انہوں نے قتال شروع کیا اور کہنے لگے ہم علی بن ابی طالبؑ سے لڑرہے ہیں اسی طرح کی شرانگیز باتیں کرنے لگے۔[1]

ابن کثیر لکھتا ہے کہ عاشور کے دن بغداد میں رافضیوں کی طرح بہت سی شنیع(غلیظ)بدعتوں پر عمل کیا گیا اہل سنت اور رافضیوں کے درمیان ایک بڑا فتنہ ہوا دونوں ہی عقل سے کورے یا کم عقل تھے ان پر کسی کا کنٹرول نہیں تھا فتنہ یہ تھا کہ اہل سنت نے ایک عورت کو اونٹ پر بٹھایا اور اس کا نام عائشہ رکھا مردوں میں کسی نے اپنا نام طلحہ رکھا تو کسی نے زبیر اور کہنے لگے ہم علیؑ کے اصحاب سے جنگ کررہے ہیں نتیجہ میں بغداد کی گلیوں میں بہت خون بہا اور دونوں فرقوں میں سے بہت سے لوگ مارے گئے۔[2]

۲۔جب جمہور اہل سنت نے دیکھا کہ وہ عزائے حسینؑ کو روکنے سے عاجز ہیں اور شیعوں کو حسین شہید پر ماتم کرنے سے نہیں روکا جا سکتا نہ آپ کی زیارت پر پابندی لگائی جا سکتی ہے تو انہوں نے غم حسینؑ کی ضد میں ایسے طریقے قائم کئے جن سے ان کے رجحان فکر کا پتہ چلتا ہے،کاش کسی کی سمجھ میں یہ بات آجاتی کہ وہ شیعوں سے کہتے ہیں کہ ہم تم سے زیادہ حسینؑ اور اہل بیتؑ پر حق رکھتے ہیں پھر وہ اپنے طریقے پر عزائے مولا اور زیارت حسینؑ کا دستور بناتے اور اس طرح زیارت کرتے جو ان کے عقیدے کے مطابق ہوتا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے مقابلہ میں دشمنان اہل بیتؑ کی عزاداری قائم کی اور ان کی بزرگی کا اعلان کیا وہ مصعب ابن زبیر کا ماتم ٹھیک شیعوں کی طرح کرنے لگے اور جس طرح شیعہ حسینؑ مظلوم کی زیارت کرتے ہیں اسی طرح وہ مصعب ابن زبیر کی زیارت کرنے لگے یہ سلسلہ ان میں برسوں چلتا رہا۔[3]

---

(۱)الکامل فی التاریخ ج:۷ص:۳۴۰،۳۶۳ سنہ کے حادثات۔

(۲)البدایہ و النھایہ ج:۱۱ص:۲۷۵،۳۶۳ سنہ کے حادثات۔

(۳)البدایہ و النھایہ ج:۱۱ص:۳۲۶،۳۲۳،۳۶۳ سنہ کے حادثات،الکامل فی التاریخ ج:۸ص:۱۰،۳۶۳ سنہ کے حادثات

ظاہر ہے کہ مصعب ابن زبیر کوئی ایسی شخصیت تو ہے نہیں کہ جس کا ا حترام کیا جائے نہ اس کی اندر ایسی کوئی صفت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کو مقدس سمجھا جائے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں نے مصعب ابن زبیر کا غم عزاداری کے لیے کیوں منتخب کیا،ایک بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ اور اس کے مسلک کے لوگ جو زبیریوں کے نام سے جانے جاتے ہیں اہل بیتؑ سے کھلی ہوئی دشمنی رکھتے تھے جمہور اہل سنت کے دل میں اہل بیتؑ سے جو کینہ اور بغض بھرا ہوا ہے اس کا مظاہرہ اسی طرح ہو تا تھا کہ کسی دشمن اہل بیتؑ کی عزاداری کا اہتمام کیا جائے اور انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے دل کینہ کا اظہار اس وسیلہ سے کیا۔

۳۔ابن اثیر کے حوالہ سے عرض کرتا ہوں کہ شیعہ کے خلاف بغداد میں جو فتنہ اٹھا تھا وہ بھی اہل بیتؑ سے دشمنی کا ایک مظاہرہ تھا جو اہل سنت کی طرف سے کیا جارہا تھا اس فتنہ کا سبب یہ تھا کہ اہل کرخ(شیعوں)نے باب سماکین کو قلائین نے باب مسعود کی باقی ماندہ عمارت کو تعمیر کیا اور اس میں بہت سے گنبد بنائے ان گنبدوں پر سونے کے پانی سے ایک کتبہ لکھا کتبہ کا مضمون تھا(محمد و علی خیرالبشر)اہل سنت نے کہا یہ تحریر غلط ہے انہوں نے کہا کہ ان گنبدوں پر لکھا ہوا ہے:(محمد و علی خیر البشر فمن رضی فقد شکر و من ابیٰ فقد کفر)یعنی محمد و علی خیر بشر ہیں جو اس پر راضی ہے اس نے شکر ادا کیا اور جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے،اہل کرخ(شیعہ)نے کہا ہم نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے ہم اپنی مسجدوں پر یہی لکھتے چلے آئے ہیں بات خلیفہ تک پہنچ گئی اس دور میں خلیفہ عباسی قائم بامراللہ تھا اس نے عباسیوں کے نقیب ابوتمام اور علویین کے نقیب عدنان بن رضی کو دریافت حال کے لیے بھیجا اور فتنہ کو روکنے کی بھی ہدایت کی یہ دونوں آئے حالات کا جائزہ لیا اور دونون نے شیعوں کے عمل کو صحیح قرار دیا اور ان کی تصدیق کی،خلیفہ نے حکم دیا اور نواب رحیم نے بھی کہ جنگ و جدال بند کردی جائے لیکن اہل سنت نے نہیں مانا،قاضی ابن مذہب زہری اور دوسرے حنبلیوں نے لکھا ہے ان میں عبدالصمد کے اصحاب بھی شامل ہیں کہ اہل سنت نے بہت طوفان مچایا اور

شہر کے رئیس الرؤسا نے شیعوں پر بہت تشدد کیا آخر شیعوں نے اس کتبے سے خیرالبشر ہٹا کر وہاں علیہما السلام لکھ دیا لیکن سنی اس پر بھی راضی نہیں ہوئے ان کا مطالبہ تھا کہ ہم وہ تختی ہی اکھیڑ دیں گے جس پر محمدؐ و علیؑ لکھا ہوا ہے اور یہ کہ شیعہ اذان میں(حیّ علیٰ خیر العمل)نہ پکاریں شیعوں نے یہ مطالبہ رد کردیا جس کی وجہ سے فتنہ بڑھتا رہا اور تین ربیع الاول تک آپس میں قتل و غارت اور ربیہ اور باب بصرہ کے علاوہ تمام سنی محلوں میں گھوم کر لوگوں کو اس کے خون کا بدلہ لینے پر ابھارتے رہے جب دفن کرکے واپس پلٹے تو مشہد کے باب سوم پر حملہ کردیا(کاظمین پر حملہ کردیا)لوگوں نے اس کا دروازہ بند کردیا تو انہوں نے دیوار میں نقب لگانی شروع کردی اور دربانوں کو ڈرایا،دھمکایا ان خبیثوں نے مارے ڈر کے دروازے کھول دیئے یہ لوگ مشہد میں درانہ گھسے اور تمام قندیلیں لوغ لیں،محرابوں میں جو کچھ سونا چاندی تھا سب کو لوٹ لیا،سارے پردے لوٹ لئے،تربت اور دیواروں پر جو قیمتی سامان تھے وہ بھی لوٹ لیا یہاں تک کہ راہ ہوگئی تو یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوئے،دوسرے دن پہلے سے زیادہ(بڑا)مجمع آیا اور مشہد(کاظمین)میں آگ لگادی گئی سارے کمروں میں اور برامدوں کو جلا ڈالا،موسیٰ بن جعفر اور محمد بن علی علیہما السلام کی ضریح میں آگ لگادی اور ان دونوں قبوں میں بھی آگ لگادی جو ان کی ضریح کے اوپر بنائے گئے تھے پھر اس ضریح کے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا دیا اور اتنے گندم کام کئے کہ اس سے پہلے دنیا میں ایسے کام نہیں ہوئے تھے۔

(ربیع الاوّل)مہینہ کی پانچویں تاریخ کو وہ لوگ پھر آئے اور دونوں مظلوم اماموں(یعنی موسیٰ بن جعفر اور محمد بن علی رضا علیہما السلام)کی قبر کھودنی شروع کی تاکہ دونوں حضرات کے جسم اطہر کو حنبلیوں کے قبرستان میں لے جائیں لیکن ملبہ بہت تھا اس لئے نشان قبر نہیں پاسکے تو پھر آس پاس میں نقب لگا کے قبر تک پہنچنا چاہا عباسیوں کے نقیب ابوتمام نے جب یہ خبر دیکھی اور دوسرے ہاشمیوں اور کچھ سنیوں کو یہ خبر لی تو وہ لوگ آئے اور اپنے لوگوں کو اس فعل قبیح سے روکا۔[1]

---

(۱)الکامل فی التاریخ ج:۸ص:۳۰۱۔۳۰۲بغداد میں جو جھگڑا ہوا اور مشہد کو جلایا یہ حادثہ سال۴۴۳ھ میں ہوا۔

یہ شواہد جو میں نے عرض کیے کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ اہل سنت کا اہل بیت نبویؑ سے کوئی واسطہ نہیں اور یہ لوگ ائمہ اہل بیتؑ سے الگ کیوں رہے؟صرف اس لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ ہماری فقہ،ہمارے عقائد،ہماری ثقافت،کچھ بھی تو اہل بیتؑ سے میل نہیں کھاتی سب کچھ البیتؑ سے الگ ہے اس لئے ہم بھی اہل بیتؑ سے الگ ہیں۔

ائمہ اہل بیتؑ نے امت کی ہدایت و ثقافت اور تہذیب اخلاق کو اہمیت دی

لیکن ائمہ اہل بیتؑ چونکہ نبیؐ کے وارث اور آپؐ کے علوم کے حامل تھے اس لئے انہوں نے ہمیشہ نبیؐ کے بعد امت کی ہدایت کا خود کو ذمہ دار سمجھا اور امت کی ثقافت پردھیان دیتے رہے تا کہ اسلامی سماج کو صحیح سمت کی نشان وہی کرتے رہیں یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے سب سے اہم کام یہ سمجھا کہ علم و معرفت کا زیادہ سے زیادہ پرچار کیا جائے اس سلسلہ میں مولائے کائناتؑ کا قول ثبوت کے طور پر حاضر ہے آپؑ فرمایا کرتے تھے مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں[1]حدیث مشہور میں جناب کمیل سے مروی ہے جناب کمیل کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور صحرا کی طرف لے کر چلے جب ہم لوگ صحرا میں بالکل اکیلے ہوگئے تو آپؑ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا(اے کمیل دلوں میں ظرفیت ہوتی ہے اور وہ دل

---

(۱)المستدرک علی صحیحین ج:۲ص:۳۸۳،کتاب فتن میں مذکور سنتیں،ج:۴ص:۸۳۸،دلائل،علامات اور اشراط کے باب میں ج:۶ص:۱۱۹۶،جس نے کہا صافی بن صیاّد ہی دجاّل ہے کہ باب میں اسی کے مانند تفسیر طبری ج:۱۳ص:۲۲۱میں ہے،المستدرک علی صحیحین ج:۲ص:۵۰۶،معتصر المختصرج:۲ص:۳۰،مناقب علی کے بیان میں لیکن(تفقدونی)کس جگہ(لا تسالونی)نیز دیگر مختلف الفاظ میں ہر منتخب احادیث میں ذکر ہوا ہےج:۲ص:۶۱،مجمع الزوائدج:۴ص:۲۶۹،کتاب النکاح،المصنف،ابن ابی شیبہ ج:۳ص:۵۳۰،مسند الشاشی ج:۲ص:۹۶،مسند البزارج:۲ص:۱۹۲،الفتن،ابن نعیم بن حمادج:اص:۴۰،فتح الباری ج:۱۱ص:۲۹۱،تحفۃ الاحوذی ج:۷ص:۲۷،فیض القدیرج:۴ص:۳۵۷،حلیۃ الاولیاءج:۴ص:۳۶۶،تہذیب التہذیب ج:۷ص:۲۹۷،تہذیب الکمال ج:۲۰ص:۴۸۷،الطبقات الکبری ج:۲ص:۳۳۸،علی بن ابی طالب کے حالات میں الاصابۃج:۴ص:۵۶۸،تہذیب الاسماءص:۳۱۷،تلخیص المتشابۃج:اص:۶۲،اخبار کہ،ج:۳ص:۲۲۸ ان اشیاء کے اوائل کے بیان میں جو زمانہ قدیم سے آج تک کہ میں رونما ہوتی ہیں

سب سے بہتر ہے جس میں علم کی زیادہ گنجائش ہے میں جو کہہ رہا ہوں اس کی حفاظت کرنا لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔عالم ربانی.

۲۔نجات کے راستے کا طالب علم.

۳۔گنوار کمینے لوگ.

ہر آواز دینےوالے کی پیروی کرنےوالے جو ہوا کے رخ پر چل دیتے ہیں انہوں نے نور علم سے روشنی لی نہ قابل اعتبار سہارے پر تکیہ کیا)پھر آپؑ نے علم کی فضیلت میں ایک لمبی گفتگو کی اور تحصیل علم کو فرض ثابت کیا پھر آپؑ نے صدر اقدس پر ہاتھ رکھ فرمایا۔اے کمیل یہاں بہت علم ہے کاش میں اس علم کو اٹھانےوالا پاتا۔[۱]

عمروبن مقدام کہتا ہے جب میں جعفر بن محمدؑ کو دیکھتا تھا تو مجھے یقین ہوجاتا تھا کہ آپ کا لگاؤ شجرہ نبوت سے ہے میں نے آپ کو باب جمرہ پر کھڑے ہوئے دیکھا آپ کہہ رہے تھے مجھ سے پوچھو!مجھ سے پوچھو![۲]

صالح بن ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا جعفر بن محمدؑ کہہ رہے تھے مجھے کھودینے سے پہلے مجھ سے پوچھو!میری طرح میرے بعد تم سے کوئی بھی حدیث بیان نہیں کرے گا[۳]ائمہ اہل بیتؑ سے ایسی بہت سی باتیں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔

---

(۱)نہج البلاغہ ج:۴ص:۳۶،نزھۃ الناظر و تنبیہ الخاطر ص:۵۷،کنزالعمال ج:۱۰ص:۲۶۳،حدیث:۲۹۳۹۱،تاریخ بغدادج:۶ص:۳۷۶،اسحاق بن محمد بن احمد بن ابان کے حالات میں،تاریخ دمشق ج:۵۰ص:۲۵۲کمیل بن زیاد کے حالات میں تہذیب الکمال ج:۲۴،ص:۲۲۰کمیل بن زیاد کے حالات میں،تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۱۱،امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،حلیۃ الاولیاءج:۱ص:۸۰،التدوین فی اخبار القزوین ج:۳ص:۲۰۹،صفوۃ الصفوۃ ج:۱ص:۳۲۹۔۳۰۳۔

(۲)سیر اعلام النبلاءج:۶ص:۲۵۷،جعفر بن محمد صادقؑ کے حالات میں،الکامل فی ضعفاءالرجال ج:۲ص:۱۳۲،جعفر بن محمد صادقؑ کے حالات میں تہذیب الکمال ج:۵ص:۷۹،جعفر بن محمد صادقؑ کے حالات میں

(۳)تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۱۶۶حالات جعفر بن محمد صادقؑ،سیر اعلام النبلاءج:۶ص:۲۵۷حالات جعفر بن محمد صادقؑ،تہذیب الکمال ج:۵ص:۷۹حالات جعفر بن محمد صادقؑ(میں تمہیں جو بتاؤں گا وہ میرے بعد کوئی بھی نہیں بتائے سکے گا)

جب جمہور نے منھ موڑ لیا تو آپ حضرات نے اپنے شیعوں کو بہت اہمیت دی

ائمہ اہل بیت نے جب یہ دیکھا کہ جمہور ہم سے منحرف ہے اور ہماری باتوں کو قبول نہیں کرتے تو ان حضرات پر یہ بات بہت گراں گذری،اس سلسلہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کا قول ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہوں آپ فرمایا کرتے تھے ہمیں نہیں معلوم کہ ہم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کریں جب ہم ان سے وہ حدیثیں بیان کرتے ہیں جو ہم نے نبیؐ سے سنی ہیں تو وہ ہنسنے لگتے ہیں اور ہم چپ رہیں تو ایسا ہم کر نہیں سکتے۔[1]

پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارے سلسلے میں لوگوں کو بڑی سخت آزمائش کا سامنا ہے اگر ہم انھیں دعوت دیں تو وہ ہماری سنتے نہیں اور انھیں ان کے حال پر چھوڑدیں تو ہمارے بغیر وہ ہدایت پا نہیں سکتے۔[2]

اسی طرح کی شکایت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی کی ہے[3]

مجبور ہو کر ائمہ اہل بیت نے جمہور اہل سنت سے تقیہ اور کتمان کرنا شروع کیا اور اپنے شیعوں کی طرف متوجہ ہوگئے،ان حضرات نے اپنے شیعوں کو اختصاص بخشا،ان سے مطمئن ہوئے،انہیں اپنا رازدار بنایا،انہیں اپنی سیرت کے سانچے میں ڈھالا اور عقیدہ،فقہ،اخلاق،حسن سلوک اور تمام علوم جو انھیں ورثہ میں ہادی برحق سے ملے تھے اپنے شیعوں کو بخش دیئے یہی وجہ ہے کہ شیعیان اہل بیت (محبت اہل بیت اور اپنے اماموں کی خصوصی توجہ کی وجہ سے)تمام عالم اسلام میں ممتاز اور سربلند ہوگئے اور دشمنان اہل بیت سے بےنیاز ہوگئے بلکہ ان سے بچتے رہے اور ان کی طرف سے بالکل ہی روگردانی کردی۔

---

(۱)الکافی ج:۳ص:۲۳۴

(۲)الارشادج:۲ص:۱۶۷۔۱۶۸،اعلام الوری باعلام الہدیٰ ج:اص:۵۰۸الخرائج و الجرائح ج:۲ص:۸۹۳،مناقب آل ابی طالب ج:۳ص:۳۳۶،کشف الغمہ ج:۲ص:۳۳۹۔۳۴۰،بحارالانوارج:۲۶ص:۲۵۳ج:۶ص:۲۸۸

(۳)الامالی للصدوق ص:۷۰۷،وسائل الشیعہ ج:۲۱ص:۱۴۲،بحارالانوارج:۲۳ص:۹۹۔

عالم ا لام میں ائمہ اہل بیتؑ کا بہرحال ایک مقام ہے

عنایات الٰہی کا یہ فیصلہ ہے کہ حجت تمام کرنے کے لئے اہل بیت کے ائمہ اطہارؑ کی اپنی ایک حیثیت ہے اور یہ مقام ان کی اپنے قوت بازو کی کمائی ہے،ان کا علم ان کا جہاد،ان کا تقویٰ،ان کی حکمت،ان کی حسن سیرت،کتاب و سنت کے ارشادات ان کی فضیلت میں ان کی عظمت و بزرگی،ان کے شیعوں کی جد و جہد،مسلسل قربانیاں،یہ تمام باتیں نظرانداز کرنے کے لائق نہیں ہیں اور انھیں صفات حسنہ کی وجہ سے عام عالم اسلام ان کی عزت کرنے پر مجبور ہے اور انہیں ایک مقام دیتا ہے۔

ثبوت یہ ہے کہ جب جمہور اہل سنت نے دیکھا اور محسوس کیا کہ(اہل بیتؑ کو چھوڑ دینے کے بعد)ان کے عقیدے میں کافی خامیاں آگئی ہیں تو کوشش شروع کردی کہ شیعہ اپنے اماموں سے عقیدہ،امامت و خلافت سے جو بات کہتے ہیں اس کا سرے سے انکار کردیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ شیعوں نے یہ بات اپنی طرف سے گڑھی ہیں ائمہ اہل بیتؑ اور مولا علی علیہ السلام تو دونوں خلفا(ابوبکر و عمر)کی خلافت کا اقرار کرتے تھے اور ان سے راضی تھے اور یہ کہ اس دلیل کی بنیاد پر ہم اہل بیتؑ کے تابع ہیں نہ کہ شیعہ لوگ،دلیل میں انہوں نے ایسی نادر الوجود اور کمیاب حدیثیں پیش کی ہیں جو یا تحریف شدہ ہیں یا جھوٹی ہیں یا مقام تقیہ میں ہیں بہرحال استدلال سے قاصر ہیں وہ حدیثیں تو خود ہی کمزور ہیں بھلا ان قوی ثقہ اور حسن حدیثوں کا کیا مقابلہ کر کیں گی جو شیعہ اپنے ائمہ اہل بیتؑ سے خاص طور سے امامت و خلافت کے سلسلے میں وارد کرتے ہیں اور جن کی بنیاد پر شیعوں کے عقیدہ امامت کی عمارت کھڑی ہوئی ہے،جو حدیثیں پکار پکار کے کہتی ہیں کہ النبیؐ کے عقیدہ امامت کی عمارت کھڑی ہوئی ہے،جو حدیثیں پکار پکار کے کہتی ہیں کہ النبیؐ کا حق غصب کیا گیا،ان پر ظلم کیا گیا اور ان کو ہمیشہ ستایا گیا اور جن حدیثوں میں ائمہ اہل بیتؑ ظلم کرنے والے غاصبوں کا انکار کرتے ہیں وہ حدیثیں اور دلیلیں قائم حقیقتیں ہیں،روشن و ضیا بار حدیثیں ہیں ان میں

شک کی گنجائش ہے نہ شبہ کی جگہ۔اور اگر کوئی غبی شبہ کرتا بھی ہے تو ہمیں کوئی ایسی حقیقۃ بتا دیجئے جو چاہے جتنا بھی روشن ہو گر شبہ سے بری ہو اور شک سے پاک،لیکن یہ دیکھیں کہ شبہ کر کون رہا ہے؟وہی جو اس حقیقۃ کو ماننا چاہتا ہے یا ہٹ دھرمی کی بنیاد پر اس کو ماننا نہیں چاہتا ہے،خاص طور سے یہ حقیقۃ (عقیدہ امامۃ)اس پر شبہ تو کیا ہی جائے گا اس لئے کہ یہ ایک بڑے گروہ کے لئے لقمہ تلخ بنی ہوئی ہے،اقتدار غالب کے خلاف ہے اور ایک ایسی بات کو ثابت کر رہی ہے جس کا انکار کرنے والا فضیحۃ کا مستحق ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ شکوک و شبہات کی بنیاد پر حق جھٹلایا نہیں جا تا ہے اور شک و شبہ کسی حق کے انکار کی دلیل نہیں بن تا کوئی وجہ نہیں ہے کہ محض شک و شبہ کی وجہ سے ایک واضح حقیقۃ کا انکار کیا جائے اور اس پر یقین نہ کیا جائے کوئی بھی صاحب عقل اور انصاف پسند انسان اس حقیقۃ کی وضاحت اور اس کا جلوہ دیکھ کے یہی فیصلہ کرے گا۔

خلافت کے معاملے میں ائمہ اہل بیت(ہدیٰ)علیہم السلام اور ان کے خاص لوگوں کی تصریحات

ا۔خود ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور ان حضرات کے خاص افراد(جو ائمہ ھدیٰ کی وثاقت و جلالت پر متفق تھے)کی وافر تصریحات موجود ہیں،ان عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان مقدس افراد نے امر خلافت کے بارے میں شکوا کیا ہے،یہ کہا ہے کہ ان پر ظلم ہوا ہے،ان حضرات نے ظالموں کا انکار کیا ہے،ان عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ خلفاء کی خلافت پر بالکل راضی نہیں تھے نہ اسے پسند کرتے تھے اور اس کی شرعیت کے منکر تھے،یہی وجہ ہے کہ شرعی اعتبار سے غاصبان خلافت تجاوز و عدوان کی حدوں میں رہے اور ائمہ ھدیٰ علیہم السلام انہیں ظالم اور غاصب سمجھتے بھی تھے اور کہتے بھی تھے۔

یہ تصریحات غیر شیعہ کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں،ایسی کتابوں میں جو کافی مشہور ہیں اور ان کا صدور شک سے پرے ہے ان عبارتوں کا صدور اس طرح ہوا ہے کہ اجمالی طور پر یا تفصیل سے علماء جمہور انکار نہیں کرتے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کا امر خلافت کے معاملے میں صریح بیان

یہ امیرالمومنین علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنے حق کے غاصبوں کی کافی شکایتیں کی ہیں اور صاف لفظوں میں ان کے ظلم کا اظہار کیا ہے اور انہیں ظالم کہا ہے۔

ا۔آپ کا مشہور خطبہ ملاحظہ ہو جو خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے اس مشہور خطبہ میں آپؑ نے ان لوگوں کی بہت مذمت کی ہے جنھوں نے آپ کو الگ کرکے خلافت پر زبردستی قبضہ کرلیا،آپ خطبہ شقشقیہ میں فرماتے ہیں:

لیکن خدا کی قسم فلاں نے خلافت کی قمیص کو کھینچ تان کر پہنا،حالانکہ وہ جانتا تھا کہ میں خلافت کے لئے ایسا ہی ہوں جیسا چکی کے لئے کھونا،مجھ سے(علم و حکمت کے)چشمے نلتے ہیں اور میری بلندیوں تک طاہر علم و خیال نہیں پہنچ سکتا،تو میں نے خلافت سے اپنے کپڑے کو سمیٹے رکھا اور یہ سوچنے لگا کہ میں اپنے بریدہ ہاتھوں سے حملہ کر بیٹھوں یا اس اندھری رات میں صبر کروں جس میں سن رسیدہ کھوسٹ ہو رہے ہیں اور بچے بوڑھے ہو رہے ہیں اور مومن کچلا جارہا ہے یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے،تو میں نے طے کیا کہ ان حالات میں صبر کر لینا سب سے مناسب بات ہے۔میں نے اس حال میں صبر کیا کہ میری آنکھ میں تنکا اور حلق میں ہڈی تھی میں اپنی میراث کو لٹتا ہوا دیکھ رہا تھا،یہاں تک کہ پہلے نے اپنا راستہ لیا اور فلاں بن فلاں کو اپنے بعد ذمہ دار بنا گیا اس نے خلافت کی اونٹنی کو بہت شدت سے دوہا اور اسے ایک ایسی کھردری وادی میں لے گیا جہاں بار بار ٹھوکر لگتی تھی اور راستہ اوبڑکھابڑتھا،اس وادی میں وہ بار بار پھسلتا تھا اور اکثر عذر پیش کرتا تھا خدا کی قسم

لوگ خبط ہو کے رہ گئے تھے،تلوّن اور اعتراض کا دور دورہ تھا پھر میں نے مدت کی درازی اور امتحان کی سختیوں پر صبر کیا یہاں تک کہ دوسرے نے بھی اپنا راستہ لیا اور منصب خلافت کا ذمہ ایک جماعت کو دے کے چلا گیا۔

اس نے مجھے بھی جاعلین خلیفہ میں قرار دیا یہ سوچ کر کہ میں بھی انھیں جیسا ہوں یا اللہ یہ شوریٰ بھی کیا چیز تھی! میرے بارے میں مستحق خلافت ہونے کا شبہ ہی کب تھا کہ مجھے ایسے لوگوں کے برابر قرار دیا گیا،بہر حال اصحاب شوریٰ میں ایک آدمی تو اپنے کینہ پروری کی وجہ سے ایک طرف جھک گیا دوسرے نے سسرال کی طرف داری کی اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا کھڑا ہوا،پہلو اور پیٹ کو پھلائے اور اس کے ساتھ اس کے باپ کے بیٹے بھی آئے پس مال خدا کو یوں کھانے لگے جیسے اونٹ فصل بہار کی سبزی پرتے ہیں یہاں تک کہ اس رسی کے بٹ کھل گئے اور اس کی بدرفتاری سے عوام بھڑک اٹھی اور اس کی شکم پروری نے اسے تباہ کردیا[1](ابن عباس کا جب کلام پیش کیا جائے گا تو اس خطبہ کی توثیق بھی پیش کی جائے گی)

۲۔طلحہ و زبیر کے بارے میں امیرالمومنین علیہ السلام کی گفتگو جس میں آپ نے فرمایا:خدا کی قسم مجھے ہمیشہ اپنے حق سے دور رکھا گیا اور مجھ پر دوسروں کو ترجیح دی گئی۔یہ سلسلہ اس دن سے جاری ہے جس دن خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو بلا لیا اور آج بھی وہی صورت حال باقی ہے۔[2]

۳۔سقیفہ کے ڈرامے کے بعد حضرتؑ نے اس وقت فرمایا جب آپ کا مددگار آپؑ کے اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی نہیں تھا تو آپؑ فرماتے ہیں((پس میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ میرا مددگار سوا میرے اہلبیتؑ کے کوئی نہیں ہے تو میں ان کے بارے میں موت سے ڈرا اور آنکھوں میں تنکے برداشت کرنے اور حلق میں پھانس لگنے کے باوجود میں نے غصہ کو ضبط کیا اور تلخ گھونٹ پی لیا۔[3]

---

(۱)نہج البلاغہ ج:۱ص:۳۰۔۳۵

(۲)نہج البلاغہ ج:۱ص:۴۲

(۳)نہج البلاغہ ج:۱ص:۶۷وتقویۃ الایمان محمد بن عقیل ص:۶۸

۴۔آپؑ ہی کا ارشاد ہے:ائمہؑ صرف قریش میں وہ بھی شجرہ ہاشم میں قرار دیئے گئے ہیں ان کے علاوہ کسی میں امامت کی صلاحیت نہیں ہے اور حکمرانوں کی اصلاح کرنا بھی ان کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔(۱)

۵۔ایک اور جگہ آپؑ کا ارشاد ہے یہاں تک کہ نبیؐ کی وفات ہوئی اور قوم اپنے پچھلے مذہب پر پلٹ گئی راستے ان کے سامنے بدل گئے،ٹیڑھے میڑھے راستوں پر اعتماد کرنے لگے،غیر رحم میں صلہ رحم کرنے لگے،ان سب کو چھوڑدیا جن کی مؤدت کا حکم دیا گیا اور عمارت کو اس کے ستون بنیاد سے ہٹادیا اور ایسی جگہ بنایا جو اس کے لئے مناسب نہیں تھی وہ جگہ ہر غلطی کا معدن اور ہر تاریکی کا دروازہ تھی،لوگ حیرت میں گمراہ ہوگئے اور نشہ میں ان کی عقل ضائع ہوگئی،آل فر ون کے طریقہ پر انہوں نے صرف دنیا سے رشتہ جوڑ کے اسی پر بھروسہ کی اور دین سے الگ ہوگئے پھر دین کو چھوڑ ہی دیا۔(۲)

۶۔کسی نے آپؑ سے پوچھا کہ آخر جب آپ مستحق تھے تو قوم نے آپؑ سے خلافت کیسے چھین لی؟آپ نے فرمایا کچھ آثار ہیں کچھ طریقے ہیں ایک قوم نے ہمیں ہمارا حق دینے میں بخل کیا اور دوسری قوم نے ہمارا حق دوسروں کو دینے میں سخاوت کی فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف پلٹ کے قیامت میں جانا ہے۔(۳)

۷۔اپنے بھائی عقیل کو ایک خط میں آپ لکھتے ہیں((آپ قریش کو چھوڑ دیں اور انہیں گمراہیوں میں لوٹنے دیں،اختلافات میں جولانیاں کرنے دیں اور کیچڑ میں بھٹکنے دیں،انہوں نے مجھ سے جنگ پر ٹھیک اسی طرح اتفاق کیا ہے جس طرح پیغمبرؐ سے لڑنے پر جمع ہوئے میں نے قریش کے ساتھ گذارہ کیا اور کئی راستوں سے گذرا ہوں انہوں نے میرے رحم کو قطع کیا اور مجھ سے میری ماں کے بیٹے کی سلطنت چھین لی))(۴)

----

(۱)نہج البلاغہ ج:۲ص:۲۷ (۲)نہج البلاغہ ج:۲ص:۳۶۔۳۷

(۳)نہج البلاغہ ج:۲ص:۶۳۔۶۴

(۴)نہج البلاغہ ج:۴ص:۶۱،امامت و سیاست ج:اص:۵۱علیؑ کا مدینہ سے خارج ہونا

۸۔آپؑ معاویہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ((کتاب خدا نے بہت سی نادر چیزیں ہمارے لئے جمع کردی ہیں اور خداوند عالم کا یہ قول ہے:(وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ)[۱]

ترجمہ آیت:صاحبان رحم ایک دوسرے کے اوپر زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اور یہ قول:(إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ)[۲]

ترجمہ آیت:ابراہیمؑ کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں جو ابراہیمؑ کی پیروی کریں اور یہ نبیؐ اور ایمان دار لوگ ہیں اللہ تو صاحبان ایمان کا سرپرست ہے۔اور اسی بنیاد پر مہاجرین نے انصار سے رسول خداؐ کے حوالے سے احتجاج کیا اور کامیاب ہوگئے تو اگر اسی آیت کے اصول پر انھیں کامیابی ملی تو تمہارے مقابلے میں ہم زیادہ حقدار تھے اگر اس کی طرح کھینچے ہوئے لے جارہے تھے تاکہ میں بیعت کروں!تو اگر اس تحریر سے میری مذمت کا ارادہ کیا ہے تو کامیاب نہیں ہوا بلکہ اس میں تو مدح کا پہلو نکل رہا ہے اور تو نے مجھے ذلیل کرنے کا اردہ کیا تو تو خود فضیحت کا شکار ہوگیا مومن جب تک اپنے دین میں شک نہ کرے اور اس کا یقین بدگمانی میں نہ بدلے اس وقت تک اس کے مظلوم ہونے میں کوئی بے عزتی کی بات نہیں ہے حالانکہ مذکورہ بالا دلیل تیرے غیر کے لئے ہے لیکن میں نے تجھ کو بقدر ضرورت لکھ دیا۔[۳]

۹۔آپؑ نے فرمایا:((لوگو!مجھے معلوم ہے کہ تم میرا انکار کروگے لیکن میں کہوں گا ضرور۔پس زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم نبیؐ امی نے مجھ سے عہد کیا تھا اور فرمایا کہ یہ امت

---

(۱)سورہ انفال آیت:۷۵

(۲)سورہ آل عمران آیت:۶۸

(۳)نہج البلاغہ ج:۳ص:۳۰

میرے بعد تم سے غداری کرے گی))[1]

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ اکثر اہل حدیث نے اس خبر کو یا تو انہیں الفاظ میں نقل کیا ہے یا اس کے قریب المعنیٰ الفاظ میں۔[2]

۱۰۔اور حضرتؑ نے فرمایا کہ میں چالیس آدمی بھی اپنی حمایت میں پاتا،تو اس قوم کے مقابلے میں اٹھ کھڑا ہوتا۔

معاویہ کا ایک مشہور خط ہے جو اس نے امیرالمومنینؑ کو بھیجا تھا،خط کے ذیل میں معاویہ لکھتا ہے:(میں آپ کو وہ دن یاد دلا رہا ہوں جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اور آپ اپنی بیوی کو خچر پر بٹھا کے اور اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تاریکی میں نکلا کرتے تھے،آپ نے اہل بدر اور سابقین میں سے کسی گھر کے دروازے کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ وہاں دستک دی اور اپنی نصرت کے لئے پکارا،آپ بیوی کو لے کر ان کے پاس جاتے رہے اور اپنے بچوں کا انھیں واسطہ دیتے رہے اور صحابی پیغمبر کے خلاف ان سے نصرت طلب کرتے رہے تو آپ کا جواب دینے والے نہیں تھے مگر صرف چار یا پانچ آدمی،میری جان کی قسم آہ،اگر آپ حق پر ہوتے تو لوگ آپ کا جواب ضرور دیتے لیکن آپ کا دعویٰ باطل تھا اور آپ وہ بات کر رہے تھے جس سے خود ناواقف تھے اور ایسی جگہ تیرمار رہے تھے جو آپ کی دسترس میں نہیں تھی اور شاید آپ بھول گئے ہیں لیکن میں وہ بات نہیں بھولا ہوں جو آپ نے ابوسفیان سے کہی تھی۔

جب آپ کو ابوسفیان نے حرکت میں لانے کی کوشش کی اور آپ کو جوش دلایا تو آپ نے کہا تھا کہ اگر چالیس آدمی بھی مجھے مل جاتے تو میں اس قوم کے خلاف کھڑا ہوجاتا یعنی آج پہلے دن

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۳ص:۱۵۰

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۴ص:۱۰۷،اسی طرح کے الفاظ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ کتاب المستدرک،ج:۳ص:۱۰۷،مسند الحارث،ج:۲ص:۹۰۵،تذکرۃ الحفاظ،ج:۳ص:۹۹۵،تاریخ دمشق،ج:۴۲ص:۴۴۷،البدایۃ و النہایۃ،ج:۶ص:۲۱۸،تاریخ بغداد،ج:۱۱ص:۲۱۶

مسلمانوں کے لئے آپ مسئلہ نہیں بنے ہیں اور آپ کی خلفا سے یہ پہلی بغاوت نہیں ہے اور نہ کوئی نئی بات ہے۔[۱]

صفین کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اسی طرح کی بات خود امیرالمومنینؑ کی گفتگو میں بھی ملے گی۔[۲]

۱۱۔حضرت فرمایا کرتے تھے((میں زمانہ پیغمبرؐ کے ایک .ڑ کی طرح تھا لوگ مجھے سر اٹھا اٹھا کر یوں دیکھتے تھے جیسے آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہیں،پھر دنیا نے مجھ سے آنکھیں موندلیں اور میری برابری میں فلاں،فلاں آگئے،پھر مجھے عثمان جیسے پانچ آدمیوں کے مقارن بنایا گیا تو میں نے کہا وائے ہوذفرپر))[3]

۱۲۔آپ نے اپنی حکومت کے ابتدائی ایام میں فرمایا،جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو اپنے پاس بلالیا تو ہم نے یہ سوچا کہ ہم آپؐ کے اہل،وارث اور اولیا ہیں نہ کہ دوسرے لوگ،ہم سے کوئی بھی اقتدار کے بارے میں نہیں لڑے گا اور لالچ کرنےوالا کم سے کم ہمارے معاملے میں لالچ نہیں کرے گا لیکن قوم نے ہمیں الگ کردیا اور ہمارے نبیؐ کا اقتدار ہم سے لےلیا،پس حکومت ہمارے غیر کے ہاتھوں میں چلی گئی اور ہم رعایا بن گئے،اب تو صورت حال یہ ہے کہ کمزور بھی للچائی ہوئی نظروں سے ہمیں دیکھ رہا ہے اور ذلیل بھی ہم پر حملہ کرنے کی سوچ رہا ہے،اس کی وجہ سے ہماری آنکھیں رو رہی ہیں دل ڈرے ہوئے ہیں اور کراہیں نکل رہی ہیں،خدا کی قسم اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ مسلمان فرقوں میں بٹ جائیں گے اور کفر واپس آجائے گا اور دین برباد ہوجائے گا تو ہم دشمن کو اسی کے ہتھیار سے مارتے۔[۴]

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۴۷

(۲)واقعہ صفین ص:۱۶۳

(۳)ذفر،عمر کا بدل ہے جسے امامؑ نے بطور تقیہ ملامت استعمال کیا ہے،شرح نہج البلاغہ،ج:۲ص:۳۲۶

(۴)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۳۰۷

۱۳۔جس وقت آپ بصرہ جارہے تھے تو آپ نے فرمایا((جب حضور سرور کائناتؐ کی وفات ہوئی تو قریش نے حکومت کے معاملہ میں ہم پر دوسروں کو ترجیح دی اور ہم سے ہمارا وہ حق چھین لیا جس کے ہم ساری دنیا میں سب سے زیادہ حقدار تھے تو میں نے سمجھ لیا کہ اس معاملے میں صبر کرنا مسلمانوں کو تقسیم کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور ان کے خون بہانے سے زیادہ اچھا ہے صورت حال یہ تھی کہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور دین کو تو ابھی تھا جا رہا تھا جو تھوڑی سی کمزوری سے خراب ہوجاتا اور ذراسی بات بھی اس پر فوراً اثر ڈالتی،طلحہ اور زبیر کو کیا ہوا ہے؟یہ لوگ تو اس حکومت کے راستے پر چلنے کے مستحق نہیں ہیں جو اونٹنی دودھ دینا بند کرچکی ہے اس کا دودھ پینا چاہتے ہیں اور جو بدعت مرچکی ہے اس کو زندہ کرنا چاہتے ہیں))(۱)

۱۴۔دوسری جگہ حضرت نے فرمایا((لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی حالانکہ میں ابوبکر سے زیادہ امر خلافت کا مستحق تھا پھر بھی میں نے سنا اور خاموشی سے اطاعت کی صرف اس خوف سے کہ لوگ دوبارہ کافر ہوجائیں گے اور ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگیں گے،پھر لوگوں نے عمر کی بیعت کر لی تب بھی میں نے سنا اور چپ چاپ خاموشی سے اطاعت کی حالانکہ میں عمر سے زیادہ مستحق خلافت تھا لیکن مجھے خوف تھا کہ لوگ کفر کی طرف واپس چلے جائیں گے اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگیں گے اور اب تم لوگ عثمان کی بیعت کرنا چاہتے ہو تو میں آج بھی سنوں گا اور اطاعت کروں گا،عمر نے مجھے پانچ آدمیوں کے ساتھ چھٹا آدمی قرار دیا ہے وہ ان پر میری فضیلت سے واقف نہیں ہے اور نہ یہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں جب کہ ہم سب لوگ فضیلت کے معاملے میں برابری کا درجہ رکھتے ہیں؟خدا کی قسم اگر میں بولنا چاہوں گا تو ان کے عرب و عجم اور ان کے ذمی اور مشرک کوئی بھی میری کسی بات کو جواب نہیں دے سکے گا اور ایسا میں کر سکتا ہوں(۲)

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۳۰۸

(۲)تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۴۳۴،حالات علی ابن ابی طالبؑ،کنزالعمال ج:۵ص:۷۲۴،حدیث۱۴۲۴۳،میزان الاعتدال ج:۲ص:۱۷۸حالات حارث بن محمد،لسان المیزان ج:۲ص:۱۵۶حالات حارث بن محمد،الضعفاء للعقیلی ج:۱ص:۲۱۱حالات حارث بن محمد

۱۵۔حضرتؑ نے فرمایا،سرکارؐ نے مجھ سے کہا تھا علیؑ،لوگ تمہارے خلاف اکھٹا ہوں گے تمہیں اس وقت وہی کرنا ہے جس کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں ورنہ پھر اپنے سینے کو زمین سے متصل کردینا(بے تعلق ہوجانا)تو جب مجھ سے حضورؐ الگ ہوگئے تو میں نے کروہ باتوں کو برداشت کیا اور اپنی آنکھوں میں تنکے کو جھیل گیا اور آنکھیں بند کئے رہا اور اپنے سینے کو زمین سے سادیا(اور صبر کیا)۔(۱)

۱۶۔روایت ہے کہ معصومہ کونین علیہا السلام آپؑ کے گھر بیٹھے رہنے پر ایک مرتبہ آپ سے گفتگو نے لگیں اور بہت دیر تک آپؑ کو سمجھاتی رہیں کہ آپؑ کو خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے لیکن مولائے کائناتؑ خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت ہوا اور موذن کی آواز آئی جب موذن نے اشھد ان محمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کا فقرہ ادا کیا تو آپؑ نے معصومہؑ سے پوچھا کیا آپ چاہتی ہیں کہ یہ فقرہ(جملہ)دنیا سے اٹھ جائے معصومہؑ نے کہا ہرگز نہیں،آپ نے فرمایا یہی بات میں آپ کو اتنی دیر سے سمجھا رہا تھا۔(۲)

۱۷۔حضرت نے فرمایا((قریش نے اپنے دلوں میں پیغمبر سے جو کینہ چھپارکھا تھا اس کا اظہار مجھ سے کیا اور میرے بعد میرے بچوں سے یہی کینہ جاری رکھیں گے،میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ قریش ہمارے دشمن کیوں ہوگئے،میں نے انھیں خدا اور خدا کے رسول کے حکم سے قتل کیا اگر وہ لوگ مسلمان ہیں تو خدا را سوچیں کیا خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے کا یہی بدلہ ہے))(۳)

۱۸۔حضرت فرماتے ہیں کہ((بچپن میں قریش نے مجھے ڈرایا اور بڑے ہونے پر میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حضورؐ سرور کائنات کی وفات ہوگئی یہ بہت بڑی مصیبت تھی اور

---

(۱)شرح نہج البلاغۃ ج:۲۰ص:۳۲۶

(2) شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۳۲۶

(3) شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص: 328 ینابیع المودۃ ج:1ص402

اللہ کے خلاف بولنےوالوں کی سزا دینے کے لئے اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے))۔[1]

۱۹۔آپؑ نے فرمایا((پالنےوالے میں تجھ سے قریش کے خلاف مدد مانگتا ہوں انھوں نے تیرے رسولؐ کے خلاف اپنے دلوں میں کئی طرح کی غداری اور شر چھپا رکھے ہیں اور یہ بیماریاں بڑھ رہی ہیں تو میں ان کے اور پیغمبرؐ کے درمیان حائل ہوگیانتیجے میں گاج مجھ پر گری اور مصیبتیں مجھ پر آنے لگیں پالنےوالے تو حسنؑ اور حسینؑ کی حفاظت کرنا جب تک میں زندہ ہوں ان دونوں معصوموں پر قریش کو راستہ نہ دینا اور جب میں مرجاؤں گا تو تو ہی قریش کے خلاف ان کا نگراں ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے))۔[2]

۲۰۔کسی نے آپؐ سے پوچھا کہ امیرالمومنینؑ اگر حضورؐ کا کائی بیٹا ہوتا اور آپؐ اس کو چھوڑ کے گئے ہوتے اور وہ سن بلوغ اور رشد کی منزل تک پہنچتا تو کیا عرب اس کی حکومت کو قبول کرلیتے آپؑ نے فرمایا نہیں بلکہ انہیں یہ لوگ قتل کردیتے اگر وہ میری طرح نہیں کرتا،سیدھی بات تو یہ ہے کہ عرب محمدؐ کی حکومت کو ناگوار سمجھتے تھے اور اللہ نے جو فضیلت آپ کو دی تھی اس پر حسد کرتے تھے، عرب نے ہمیشہ آپؐ کے ساتھ زیادتی کی کبھی آپؐ کی بیوی پر الزام لگایا اور کبھی آپؐ کے ناقہ کو بھڑکا کے مارنے کی کوشش کی،حالانکہ آنحضرتؐ نے ان پر احسان عظیم اور لطف جسیم کیا تھا لیکن یہ عرب احسان فراموش تھے انھوں نے آپ کی زندگی ہی میں یہ بات جمع ہو کر طے کرلی تھی کہ حکومت اور اقتدار آپ کے مرنے کے بعد آپ کے اہل بیتؑ سے دور کردیں گے۔

اگر قریش نے سرکار دو عالمؐ کے اسم مبارک کو ریاست کا ذریعہ اور حکومت و عزت کا وسیلہ نہ بنایا ہوتا تو لوگ آپؐ کی وفات کے بعد ایک دن بھی خدا کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اپنے پچھلے پیروں پلٹ جاتے،پس درخت کے اندر برگ و بار آنے کے بعد سب گرا کے صرف تنارہ جانا اور اونٹنی کے دانت نکلنے کے بعد پھر وہ سن بکر پر واپس چلی جاتی(بہرحال انھوں نے نام محمدؐ سے فائدہ اٹھایا اس لئے

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۴ص:۱۰۸

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۲۹۸

اذانوں میں ان کا نام شامل ہے اور نمازیں ہورہی ہیں)پھر تو فتوحات کا سلسلہ چل نکلا،فاتے کے بعد ثروت آئی اور جفاکشی کے بعد آرام ملا تو آنکھوں کو اسلام کی ناگوار چیزیں بھی اچھی لگنے لگیں اور جو لوگ دلی اضطراب میں گرفتار تھے وہ بھی ثابت قدم ہوگئے اور کہنے لگے اگر اسلام حق نہ ہوتا تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔

اس کے بعد(ایک تبدیلی اور آئی کہ)جو لوگ سردار تھے ان سے فتح کو منسوب کردیا گیا اور کہا گیا کہ یہ تو ان کے حسن تدبیر کا نتیجہ تھا جب یہ نظریہ پیدا ہوا تو ایک قوم کی شہرت ہوگئی اور دوسری قوم کی گمنامی،اہم انہیں گمنام لوگوں میں ہیں جن کے شعلے بجھ چلے ہیں،شہرہ ختم ہوچکا ہے یہاں تک کہ زمانہ ہمارے خلاف ہوگیا لوگ ہماری مخالفت ہی پر کھاتے پیتے اور جیتے رہے،وقت گزرتا گیا جو لوگ جانے مانے تھے ان میں سے زیادہ تر لوگ مرگئے اور جو لوگ غیر مشہور تھے پیدا ہوگئے،اگر نبیؐ کا بیٹا ہوتا تو کیا ہوتا؟سنو پیغمبرؐ نسب اور خون کی وجہ سے مجھ کو قریب نہیں رکھتے تھے بلکہ جہاد اور خیرخواہی کی وجہ سے آپؐ نے مجھے تقرب عنایت فرمایا تھا،اچھا اگر آپؐ کے کوئی بیٹا ہوتا تو میں پوچھتا ہوں کہ جتنی خدمت میں نے کی ہے کیا وہ اتنی خدمت کر تا تھا؟(جواب ہے نہیں)تو وہ اتنا قریب بھی نہیں ہوتا جتنا میں نبیؐ کے قریب رہا پھر بھی میری نبیؐ سے قربت رب کی نگاہوں میں میری منزلت اور مرتبہ کا سبب نہیں ہے بلکہ ذلت اور محرومی کا سبب ہے۔

پالنےوالے تو جانتا ہے کہ میں حکومت کا ارادہ نہیں رکھتا اور نہ لیڈری و ریاست کی بلندی چاہتا ہوں میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تیری حدیں قائم ہوں تیری شریعت کے مطالبے ادا ہوں،ہر کام اپنی جگہ پر ہو،حقدار کو ان کا حق دیدیا جائے،تیرے نبیؐ کے طریقے پر عمل جاری رہے اور گمراہ کو تیرے نور کی ہدایت کی طرف موڑدیا جائے۔[1]

۲۱۔اپنے اس ابتدائی خطبہ میں جو اپنے دور خلافت میں خطبہ دیا تھا آپ نے فرمایا:اپنے گھروں میں چھپے رہو اور آپس میں صلح و آشتی پیدا کرو اور اس کے بعد توبہ کرو،جس نے حق کے خلاف

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۲۹۸۔۲۹۹

لب کشائی کی ہلاک ہوا تمہارے امور تھے جن میں ایک امر کی طرف مائل ہوگئے،اس میں کوئی میرے نزدیک قابل تعریف اور راہ حق و صواب پر نہیں ہے لیکن اگر میں چاہتا تو ضرور کہتا خدا گذشتہ کو معاف کرےدو شخص نے سبقت کی اور تیسرا کوے کس طرح کھڑا رہا جس کا مقصد صرف پیٹ ہےوای ہو اگر اس کے دونوں پر قطع کردیئے جائیں اور سر اڑادیا جائے تو اس کے لئے بہتر ہوگا۔[۱]

ابن ابی الحدید نے کہا:یہ خطبہ حضرت کے عظیم خطبوں میں سے ایک ہے نیز مشہور ہے جسے سارے لوگوں نے روایت کی ہے نیز اسے ہمارے استاد ابوعثمان جا خط البیان اور التبین نامی کتاب میں اسی طرح ذکر کیا ہےاور اسے ابوعبیدہ مصمر بن مثنی نے بھی روایت کی ہے۔

ابن قتیبہ نے((عیوں الاخبار))میں اس کا بیشتر حصہ ذکر کیا ہے[۲]اور ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں[۳]متقی ہندی نے کنزالعمال[۴]ابن دمشقی نے مناقب علی بن ابی طالبؑ میں ذکر کیا ہے۔[۵]

اس کے بعد ابن ابی الحدید نے کہا:ہمارے استاد ابوعثمانؒ نے کہا:اور ابوعبیدہ نے جعفر بن محمدؑ کے آبا و اجداد سے روایت میں اضافہ کرتے ہوئے کہا:آگاہ ہوجاؤ میری عترت کے نیکوکار اور میری ذریت کے پاکیزہ لوگ چھوٹوں کے اعتبار سے زیادہ بردبار اور بڑوں کے اعتبار سے زیادہ جانکار ہیں،لہذا اگر(ہمارا)اتباع کروگے ہدایت پاؤگے اور اگر مخالفت کروگے خداوند عالم تمہیں ہمارے ہاتھوں ہلاک کردے گا ہمارے ساتھ پرچم حق ہے جو اس کا اتباع کرے وہ اس سے لحق ہوگا اور جو پیچھے رہ جائے وہ ڈوب جائے گا آگاہ!ہمارے ہی ذریعہ ہر مومن عزت پاتا ہے

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۲۷۵۔۲۷۶

(۲)المجلد الثانی ج:۵ص:۲۳۶،کتاب العلم و البیان:خطبہ حضرت علیؑ،قتل عثمان کے بعد،

(۳)ج:۴ص:۶۸خطبہ امیرالمومنین

(۴)ج:۵ص:۷۴۹۔۷۵۰حدیث:۱۴۲۸۲

(5)ج:۱ص:۳۲۳۔۳۲۴

ہمارے ہی ذریعہ اسے رسوائی سے نجات ملےگی ہمارے ہی ذریعہ فتح ہے نہ تمہارے،مجھ پر خاتمہ بخزی ہے نہ تم پر۔[1]

۲۲۔نیز آپؑ نے فرمایا:معاویہ کے جواب میں تم نے میرے خلفاء کی نسبت حسد کا ذکر کیا ہے،اور ان سے متعلق کوتاہی اور بغاوت کا۔رہا بغاوت کا سوال تو خدا کی پناہ کہ ایسا ہورہا ہے،رہا ان کے امور میں میری سستی اور ان سے ناپسندیدگی کا اظہار،تو میں ان سے متعلق لوگوں کے سامنے عذر کرنےوالا نہیں ہوں اور تمہارا باپ میرے پاس اس وقت آیا تھا جب لوگوں نے ابوبکر کی ولی بنایا تھا ت اس نے مجھ سے کہا کہ تم محمدؐ کی جانشینی کے زیادہ سزاوار ہو جب کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جس نے انکار کیا کیونکہ لوگ کفر سے قریب العہد تھے اہل اسلام کے درمیان تفرقہ کے خوف سے۔[2]

۲۳۔آپؑ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا:بیٹا جب سے آپ کے جد کی وفات ہوئی لوگ میرے خلاف بغاوت ہی کررہے ہیں۔[3]

۲۴۔آپ نے ابوعبیدہ سے فرمایا((اے ابوعبیدہ کیا وقت زیادہ گذرنے کی وجہ سے تم عہد کو بھول گئے یا آرام ملا تو تم نے خود بھلادیا،میں نے تو سنا اور یاد رکھا اور جب یاد رکھا تو پھر اس کی رعایت کیوں نہ کروں))۔[4]

۲۵۔ابوحذیفہ کے غلام سالم کے بارے میں فرمایا((بنوربیعہ کے کمینے گلام پروائے ہو وہ اپنے شرک قدیم کا پسینہ مجھ پر پھینک کر مجھے برابنانا چاہتا ہے اور ولید،عتبہ اور شیبہ کے خون کا ذکر کر رہا ہے(یہ لوگ بدر میں آپؑ کے ہاتھوں مارے گئے تھے)کہ میں ان کے خون کا ذمہ دار ہوں خدا کی قسم مجھے وہ اسی جگہ لارہا ہے جو اس کے لئے بری ہے اور پھر وہ وہاں پر فلاں اور فلاں سے ملاقات نہیں

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۲۷۶

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱۵ص:۷۷۔۷۸۔انساب الاشراف ج:۳ص:۹۹،المناقب،خوارزمی ص:۲۵۰۔۲۵۴ العقد الفرید ج:۴ص:۳۰۹

(۳)امامہ و سیاسہ ج:۱ص:۴۵،واقعہ بیعۃ علی ابن ابی طالبؑ

(۴)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۳۰۷

کرے گا(کوئی اس کا مددگار نہ ہوگا)۔(۱)

۲۶۔آپ نے فرمایا سب سے پہلے سعد بن عبادہ نے میرے خلاف ہمہ کی لیکن دروازہ اس نے کھولا داخل دوسرا ہوا آگ اس نے بھڑکائی جس کے نتیجہ میں شعلے اس کو ملے اور اس کے دشمن اس آگ کی روشنی سے فائدہ اٹھارہے ہیں۔(۲)

۲۷۔عمر جناب ابن عباس سے بات کررہے تھے ابن عباس کہتے ہیں کہ عمر نے مجھ سے پوچھا اپنے بھتیجے کو کس حال میں چھوڑ کے آئے ہو؟وہ کہتے ہیں میں سمجھا عبداللہ بن جعفر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔میں نے کہا اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہے تھے عمر کہنے لگے میں ان کے بارے میں تھوڑی پوچھ رہا ہوں میں تو تم سے اہل بیت کے سردار کے بارے میں پوچھ رہا ہوں،میں نے کہا میں نے آپ کو اس حال میں چھوڑ کہ فلاں کے کھجوروں کے باغ کی سینچائی کررہے تھے اور قرآن بھی پڑھ رہے تھے کہنے لگے اے عبداللہ اگر آج تم نے مجھ سے کچھ چھپایا تو تم سے مزید ایک بات کہتا ہوں،میں نے اپنے والد سے ان کو دوے کے بارے میں پوچھا تھا تو انھوں نے علیؑ کی تصدیق کی تھی۔

عمر کہنے لگے پیغمبرؐ کے قول سے کوئی صاف بات ظاہر نہیں ہوتی تھی جس کو حجت تسلیم کیا جائے اور کوئی قطعی عذر بھی نہیں تھا کچھ دنوں تک آپ(رسولؐ)نے ان(علیؑ)کے معاملے میں انتظار کیا لیکن آپ جب بیمار پڑے تو ارادہ کیا کہ علیؑ کے نام کی صراحت کردیں لیکن میں نے انھیں

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۲۹۶،یہ سالم ابوحذیفہ بن عتبتہ کا غلام ہے اسے تو عتبہ اور اس کے بیٹے ولید اور اس کے بھائی شیبہ نے روز بدر کے مبارزہ میں قتل کیا ہے امیرالمومنینؑ نے اپنے اس کلام سے اشارہ کیا ہے کہ سالم کا موقف معاندانہ تھا۔امیرالمومنین کی نسبت اس کا صرف بدر کے دن اس کے چاہنےوالوں کے مرنے کے انتقام میں تھا۔

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۳۰۷۔۳۰۸

روک دیا،مقصد اسلام کی خیرخواہی تھی میں نے یہ اقدار خوف اور احتیاط کی وجہ سے کیا تھا،اس کعبہ کے پروردگار کی قسم!قریش ہرگز ان پر متحد اور جمع نہین ہوتے اور اگر انہیں والی خلافت بنا دیا جاتا تو عرب ٹوٹ پھوٹ جاتے،پیغمبرؐ بھی میرے دل کی بات سمجھ گئے اس لئے آپ نے اپنا ہاتھ روک دیا اور جو بات حتمی تھی وہ ہو کر رہی۔[1]

۲۸۔آپؑ نے فرمایا،مجھے کہنےوالے ہیں کہ اے ابوطالب کےبیٹے تم خلافت کے حریص ہو،میں جواب دیتا ہوں تم مجھ سے زیادہ حریص ہو،میں تو اپنے بھائی کی میراث اور ان کا حق کا طالب ہوں اور تم میرے اور میرے بھائی کے درمیان آکے(بغیر کسی حق کے)میرا منھ موڑنے کی کوشش کررہے ہو،پالنےوالے میں تجھ سے قریش کے خلاف مدد مانگ رہا ہوں،انھوں نے میرا رشتہ توڑدیا،میری بڑی منزلت اور فضیلت کو چھوٹا سمجھا،مجھ سے اس حق کے بارے میں جھگڑا کیا جس کا صرف میں حقدار ہوں،انھوں نے مجھ سے وہ حق چھین لیا پھر مجھ سے کہا کہ تڑپتے ہوئے دل کے ساتھ صبر کرو اور پچھتاوے کی زندگی جیتے رہو،میں نے چاروں طرف دیکھا تو سمجھ گیا کہ سوائے میرے گھروالوں کے میرا کوئی رفیق اور مددگار نہیں ہے،پس مجھے ان کی ہلاکت کا خوف ہوا تو میں آنکھیں بند کرلیں جب کہ میری آنکھ میں تنکا تھا اور میرے حلق میں پھانس تھی لیکن میں یہ گھونٹ پی گیا میں نے غصّہ کو صبر میں بدلا اور کڑوا لقمہ نگل گیا،میرے دل میں ایسا درد تھا جیسےلوہے سے شگافتہ کردیا گیا ہو۔[2]

امیرالمومنین علیہ السلام کے شکوے کی بہت سی خبریں ہیں

ابن ابی الحدید آپ کے مذکورہ بالا بیان کے بعد نوٹ لگاتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ اس طرح کے الفاظ آپ نےسیکڑوں بار فرمائے جیسے آپ کا کہنا ہے کہ وفات پیغمبرؐ سے آج کے دن تک میں

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۲ص:۲۰۔۲۱

(۲)امامہ و سیاسہ ج:۱ص:۱۲۶۔۱۲۷،امام علیؑ کا خط اہل عراق کے نام نہج البلاغہ ج:۲ص:۸۵،۸۴

مسلسل مظلوم رہا((یا یہ کہنا!اے پالنےوالے قریش کو ذلیل کر انھوں نے میرے حق سے مجھے روکا اور میری خلا- ک-و غ -ب کرلیا یا ایک بار آپ نے سنا کوئی پکار رہا تھا((میں مظلوم ہوں))آپ نے فرمایا اے بھائی آؤ،ہم دونوں مل کر فریاد کریں میں تو ہمیشہ-ر مظلوم رہا))یا حضرتؑ کا یہ کہنا کہ لوگو!ان دونوں نے ہمارے ہی برتن میں پانی پیا پھر لوگوں کو ہماری ہی گردن پر لاو گسۓ اور آپ کا یہ قول لوگوں نے ہمیشہ مجھ پر غیروں کو ترجیح دی مجھے میرے حق اور واجب شئ سے باز رکھا۔(۱)

ابن ابی الحدید نے اس موضوع پر علی علیہ السلام کے بہ سے اقوال نقل کۓ ہیں لیکن چونکہ میں نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ میرے د وے کی تصدیق کے لۓ کافی ہے اس لۓ میں مزید کچھ نہیں لکھوں گا۔

ابن ابی الحدید نے جوہری کی کتاب السقیفہ اور شعبی کی کتاب مقتل عثمان اور شوری اور دیگر کتابوں کے حوالے سے بھی امیرالمومنین علیہ السلام کے اس کلام کی روایت کی ہے جس میں حضرت نے مقام استدلال میں فرمایا کہ خلا صرف آپ کا اور آپ کے اہل بی کا حق تھا لیکن انھیں مظلوم و مقہور بنادیا گیا اور وہ حضرات یا تو خوف جان یا ضیاع اسلام کے خوف سے خاموش رہے جب کہ انھیں ہمیشہ اس کا صدمہ رہا اور غاصبوں کے ہاتھوں وہ ستائے بھی گۓ۔(۲)

ان واقعات و حادثات کی تاریخ شاہد اور حدیثیں گواہ ہیں۔

امیرالمومنینؑ کے شکوے پر ابن ابی ا ید کا نوٹ

ابن ابی الحدید اپنے سابق کالم پر تعقیبی نوٹ لگاتے ہیں:ہمارے اصحاب(یعنی معتزلی فرقہ کے علما)کا خیال ہے کہ آپ کے یہ د وے آپ کی افضلی واحقی کو ثابت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حق ہے یعنی آپ افضل صحابہ اور احق بالخلافہ ہیں،لیکن ان سب کے باوجود اگر یہ مان لیا

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۳۰۶۔۳۰۷

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:اص:۱۸۵۔۱۹۴،ج:۲ص:۲۱۔۲۰،ج:۶ص:۵۔۵۲ج:۹ص:۴۹۔۵۸،

جائے کہ آپ کا استحقاق نص کی وجہ سے ہے تو اس سے بڑے بڑے مہاجرین کافر یا فاسق قرار پاتے ہیں(یعنی معتزلی فرقے کی نظر میں آپ کی خلافت منصوص نہیں ہے اگر چہ حقیقت میں منصوص ہی ہے لیکن اگر منصوص مان لیا جائے تو پھر بڑے بڑے لوگ بڑے بڑے کافر و فاسق اور ظالم قرار پائیں گے)

بہرحال علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ ہم لوگ آپ کی خلافت کو منصوص نہیں مانتے وجہ اوپر بیان کی جاچکی ہے لیکن امامیہ اور زیدیہ نے جناب امیرؑ کے اقوال کے ظاہری معنی لئے ہیں اور اس طرح وہ دونوں فرقے سرکش اونٹنی پر سوار ہوگئے ہیں(یعنی مشکل میں گرفتار ہوگئے ہیں)میری جان کی قسم جناب امیرؑ کے یہ الفاظ محض وہم کی وجہ سے ہیں اور زیدیہ اور امامیہ نے محض ظن کے غلبہ کی وجہ سے حکم لگایا ہے حالانکہ حالات و واقعات ایسے ظن کو باطل قرار دیتے ہیں اور وہم کو ختم کرتے ہیں کلام ابن ابی الحدید کا اختتام۔[1]

میں کہتا ہوں وہ کون سے حالات ہیں؟اور وہ حالات کیسے اس نظریہ کو باطل کرتے ہیں؟بلکہ حالات تو(شیعوں کے نظریہ کی)تاکید و تائید کرتے ہیں،ان کی بنیاد کو مضبوط کرتے ہیں اور ان کی دلیلوں کو محکم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام کے کلام سے رضا ظاہر نہیں ہوتی

بہرحال یہاں موضوع گفتگو اثبات نص نہیں ہے اس کے بارے میں ہم دوسری جگہ گفتگو کریں گے،نص کے بارے میں تو آپ فرمارہے ہیں کہ اگر شیعوں کے قول کے مطابق نص مان لی جائے تو(ہمارے مہاجرین و انصار کافر ہوجائیں گے)یہاں گفتگو تو اس موضوع پر ہورہی ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ غاصب خلفا کا اقرار بھی کرتے تھے اور ان کی خلافت پر راضی بھی تھے جب کہ امیرالمومنینؑ کا کلام جو کچھ بھی پیش کیا گیا اس سے اقرار ہوتا ہے نہ رضا البتہ ناراضگی اور اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۳۰۷

خلافت کے بارے میں صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا موقف

صدیقہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا نے ایک خطبہ میں غصب فدک کو ایک غاصبانہ اقدام بتایا ہے اور غصب فدک کے بارے میں آپ کا اظہار ناراضگی درحقیقت خلافت کے سلسلے میں رونما ہونے والے حادثات کا شدت سے انکار ہے ورنہ اسی خطبہ میں آپ نے غصب کو ایک جرم بتایا اور غاصبوں کی پول کھول دی ہے۔اسی خطبہ کے کچھ اجزا ملاحظہ ہوں،آپ فرماتی ہیں:یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی کو انبیا کی منزل میں(وفات پیغمبر)پہنچایا اب نفاق کا راز ظاہر ہونے لگا اور دین کی نقاب بوسیدہ ہو کے پھٹ گئی،گونگے لگے اور گمنام نابغہ دہر ہوگئے،باطل پرست طاقتیں ابھرنے لگیں،شیطان نے اپنے گھونسلے سے ابھارا اور تمہارے آنکھوں میں رینگنے لگا اور تمہیں اٹھانے کی کوشش کی تو بہت لکا پایا اور تمہیں دوہنے لگا تو دودھ کے بدلے میں تمہیں غیظ و غضب دیدیا،اس نے تمہیں پکارا تو تمہیں اپنا جواب دینےوالا اور اپنے کر و فریب اور دھوکے کا لحاظ کرنےوالا پایا،پس تم نے اس اونٹ کو داغ لگایا جو تمہارا نہیں تھا اور تم اس گھاٹ پر اترے جو تمہارا گھاٹ نہیں تھا،یہ سب کچھ ہوگیا لیکن عہد قریب ہے،زخم گہرا ہے جو ابھی بھرا نہیں ہے تم فتنوں سے خوف زدہ ہو:(أَلَافِيالْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ)(۱)

ترجمہ آیت:((حالانکہ وہ لوگ فتنے میں گرچکے ہیں اور جہنم نے کافروں کو گھیر رکھا ہے))۔

تمہارے حال پر افسوس ہے!تم کہاں بہکے جا رہے ہو تمہارے سامنے یہ خدا کی کتاب موجود ہے جس میں بالاعلان ڈانٹا گیا ہے جس کے شواہد چمک رہے ہیں اور اوامر واضح ہیں،کیا تم اس کو چھوڑ کے منھ موڑ چکے ہو یا قرآن کے علاوہ کسی دوسری چیز کو بنیاد بنا کے فیصلہ کررہے ہو۔

(بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا)(۲)

ترجمہ آیت:((ظالموں کو بدلے میں کیا بری چیز لی ہے))۔

---

(۱)سورہ توبہ آیت:۴۹ (۲)سورہ کہف آیت:۵۰

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

ترجمہ آیت:(اورج و اسلام کے علاوہ کسی دین کولیکے آئے گا تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا آ زرت میں وہ نقصان اٹھانےوالں سے ہوجائے گا)۔[1]

پھر آپ نے فدک کا معالہ اٹھایا اور اس پر طویل گفتگو اور شدت سے غ ب فدک کی مخالف کی پھر خطبہ ختم کیا۔[۲]

ایک روایت میں ہے کہ آپؑ تبر نبیؐ کی طرف متو ہوئیں اور مندر ذیل اشعار پڑھے جس میں صرف شکایت ہی شکایت ہے یہ اشعار ہند بن اثاثہ کے ہیں۔

ترجمہ اشعار:آپ کے بعد بہ سی پیزیں بارش کے قطروں کی طرح پھیلیں اگر آپ ان کو دیکھتے ہوتے تو مصیبتں زیادہ نہ ہوتیں،جب آپ کی وفات ہوگئی اور زمانہ ہمارے اور آپ کے درمیان حائل ہوگیا تو ہماری طرف سے لوگوں کے دلوں میں جو راز تھے ظاہر ہوگئے،لوگ ہم پر حملہ آور ہوگئے اور ہمارا استخفاف کردیا،آپ نے جب ہی غیب اختیار کی تو لوگوں نے ہمارا حق غ ب کرلیا۔[۳]

آپ کا خطبہ صغیرہ ہی کے موضوع پر ہے اور آپ نے غاصبان خلا کی واضح طور سے مخالف کی ہے اور اپنے حق مغصوبہ پر احتجاج کیا ہے تاریخ شاہد ہے کہ جب آپ بیمار پڑیں تو ورتیں آپ کی عیادت کو آئیں آپ سے پوچھنے لگیں،بن رسولؐ آپ کی بیماری کا کیا حال

(ا)سورہ آل عمران آیت:۸۵

(۲)بلاغات الن اء ابن طیفورص:۱۳۔۱۴خطبہ فاطمہ زہراؑ،شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۵۱جواہرالمطالب فی مناقب امام علیؑ،ابن دمشقی ج:اص:۱۵۹

(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۱۲ریب الحدیث،ابن سلام ج:۴ص:۱۱۶۔و شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۵۰ج:۶ص:۴۳، ریب الحدیث ابن قتیبہ ج:اص:۲۶۷،اسی طرح کتاب البدءو التاریخ،ج:۵ص:۶۸۔۶۹

ہے؟آپ نے فرمایا میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں تمہارے دنیا سے تنگ آچکی ہوں، تمہارے مردوں سے بیزار ہوں، میں نے ان کو گونگا کرنے کے بعد ان سے گفتگو کی ہے، میں نے انھیں آزمانے کے بعد برا سمجھا ہے، برا ہودھار کے مڑجانے، قناتوں کے گرجانے اور نظریات کے مفلوج ہوجانے کا((انھوں نے بہت برے اعمال اپنے لئے بھیجے ہیں کہ خدا ان سے ناراض ہے اور وہ ہمیشہ عذاب ہی میں رہیں گے))میں نے ان کے گلے میں دنیا کا پھندا ڈال دیا اور بےپناہ کرکے غارت کردیا، بے عزتی، کالی اور رحمت خدا سے ظالم قوم کے لئے دوری ہو اور ان پر وائے ہو انھوں نے رسالت کی بلندیوں کو کہاں لا پٹکا؟نبوت کی دیواروں کو کہاں گرادیا؟روح امین کی منزل ھبوط کو کیا ذلیل کیا؟اور دین و دنیا کے امور پر نظر رکھنےوالے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ خبردار ہوجاؤ یہی کھلا ہوا گھاٹا ہے))انھوں نے ابوالحسنؑ سے کس چیز کا بدلہ لیا ہے؟[1]اس خطبہ کو مولائے کائناتؑ کے خلیفہ ہونے سے جو فوائد مرتب ہوئے اس سلسلے میں لکھا جاچکا ہے۔

ابن ابی الحدید فدک کے بارے میں جو واقعات ہوئے ان کو لکھنے کے بعد اسی سلسلہ میں دونوں خطبہ بھی لکھتے ہیں،اس کے بعد لکھتے ہیں!یہ جان لو کہ میں نے اس فصل میں وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جس کی روایت رجال حدیث اور ان کے معتبر افراد نے کی ہیں اور احمد بن عبدالعزیز جوہری نے جو کچھ اپنی کتاب میں لکھا ہے اس لئے کہ جوہری اصحاب حدیث کے نزدیک ثقہ بھی ہیں اور امین بھی،لیکن شیعوں کے علما اور ان کے اخباریوں نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے اس کو اصحاب حدیث روایت کرتے ہیں نہ نقل کرتے ہیں۔[2]خدارا مجھے کوئی بتائے کہ اخباری شیعہ اصحاب حدیث کیوں نہیں ہوتے؟کیا اصحاب حدیث راویاں اخبار کے علاوہ افراد ہیں؟یا اصحاب حدیث کے لئے شرط ہے کہ وہ شیعہ نہ ہوں؟

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۳۳،بلاغات النساء ابن طیفور ص:۱۹خطبہ فاطمہ زہراؑ،جواہر المطالب،ابن دمشقی ج:اص:۱۶۵۔۱۶۶۔

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۳۴۔۲۳۵

خلافت کے معاملے میں امام حسن علیہ السلام کا موقف

یہ امام حسن علیہ السلام ہیں اگر چہ آپ کا صبر،حلم اور صلح پسندی مشہور ہے لیکن خلافت جو اہل بیت کا حق تھا وہ جب غصب کرلیا گیا تو آپ غافل نہیں رہے اور دنیا کو متنبہ کرنے کے ساتھ تاریخ میں اپنا انکار درج کرادیا،آپ کے کچھ ارشادات ملاحظہ ہوں۔

ا۔آپ ہی کے لئے مشہور ہے کہ ابوبکر منبر پر خطبہ دے رہے تھے تو آپ اٹھے اور فرمایا میرے باپ کے منبر سے اترجا![1]

۲۔جب مولائے کائنات کی شہادت کے بعد آپ کی بیعت کی گئی تو آپ نے معاویہ کو لکھا اما بعد!اللہ نے حضور سرور کائنات کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا،جب آپ کی وفات ہوگئی تو خلافت کے لئے عرب زور آزمائی کرنے لگے قریش کہنے لگے ہم نبی کے قبیلہ والے اور آپ کے ولی ہیں ہم سے پیغمبر کی سلطنت مت چھینو!عربوں نےقریش کے اس دعوی کو مان لیا لیکن قریش نے ہمارے دعوے کو رد کردیا جب کہ ہم نے وہی دعوی کیا تھا جو انھوں نے عربوں کے مقابلہ میں کیا تھا،عرب نے ان کے دعوے کو مانا لیکن انھوں نے ہمارے اس دعوے کو رد کردیا،افسوس قریش نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔[2]

معاویہ کو اس نے امام حسن علیہ السلام کے حق میں نقطہ ضعف خیال کیا اس لئے اس نے جواب میں لکھا((آپ نے نبی کو جن لفظوں سے ہمیں یاد دلایا ہے،میں اس میں کوئی شک نہیں کرتا اس لئے کہ سرکار دو عالم سارے عالمین میں فضیلت کے حقدار ہیں))لیکن آپ نے امر خلافت میں مسلمانوں کے جھگڑے کا جو تذکرہ کیا ہے تو آپ نے اس بیان میں عمر اور ابوبکر صدیق اور امانتدار ابوعبیدہ اور باکردار مہاجرین پر صریحی تہمت لگائی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کے

---

(۱)ریاض النضرہ ج:۲ص:۱۴۸،پہلا باب واقعہ خلافت ابوبکر،تاریخ دمشق ج:۳۰ص:۳۰۷حالات ابوبکر،المنتظم ج:۴ص:۷۰،ذکر خلافت ابوبکر،کنزالعمال ج:۵ص:۶۱۶حدیث:۱۴۰۸۴

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۴

شایان شان نہیں ہے۔(۱)

۳۔معاویہ کو ایک دوسرے خط میں آپ نے لکھا((اما بعد!خداوند عالم نے حضور سرور کائنات ؐ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔جب آپ کی وفات ہوگئی تو عرب امر خلافت میں لڑنے لگے،قریش نے کہا ہم نبیؐ کے قبیلہ سے آپؐ کے خاندان سے ہیں اور آپ کے ولی ہیں،تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم محمدؐ کی سلطنت اور ان کا حق ہم سے چھین لو، عربوں نے دیکھا کہ قریش کی باتوں میں وزن ہے اور جانشینی پیغمبرؐ میں جو جھگڑا کر رہا ہے اس کے خلاف قریش کے پاس یہ محکم دلیل ہے،پس عرب نے تسلیم کرلیا اور حکومت ان کے حوالے کردی پھر ہم(اہل بیت پیغمبرؐ)وہی دعوی جو قریش نے عربوں کے خلاف کیا تھا قریش کے سامنے لیکے گئے لیکن قریش نے عربوں کی طرح ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا،انھوں نے قرابت پیغمبرؐ اور قربت خاندان کا واسطہ دیکے عربوں سے حکومت حاصل کرلی لیکن ہم اہل بیت نبوتؐ نے جب وہی دلیل قریش کے خلاف استعمال کی تو انھوں نے اس کو ماننے سے انکار کردیا ہمیں خلافت سے دور کردیا اور اجماعی طور پر ہم سے ولایت پیغمبرؐ چھین لی اور ہمارا مال کھا گئے،ہم ان سے دور ہیں وعدہ گاہ تو اللہ ہے وہی سرپرست اور مددگار ہے۔

ہمیں حیرت ہورہی ہے کہ ان لوگوں پر جو ہمارے خلاف ہمارے حق کے بارے میں اچھل کود کرتے رہے حالانکہ وہ لوگ صاحبان فضیلت تھے اور سابق الاسلام ہم تو ان کے خلاف اس لئے کچھ نہیں کرسکے کہ ہمیں خوف تھا کہ کہیں دین برباد ہوجائے یا منافقین اور دشمن کے گروہ دیوار اسلام میں رخنہ نہ ڈال دیں یا ہمارا جہاد انھیں ان کے مفسد ارادوں میں کامیاب نہ کردے اور معاویہ!اس سے بڑا تعجب مجھے تیری اچھل کود پر ہورہا ہے تو وہ طلب کر رہا ہے جس کا تو اہل نہیں ہے۔(۲)

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۵

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۳۳۔۳۴

معاویہ نے بھی اس خط کو بغیر جواب کے نہیں چھوڑا وہ لکھتا ہے((آپؑ نے وفات پیغمبرؐ کا تذکرہ کیا پھر آپ کی وفات کے بعد امر خلافت کے لئے مسلمانوں کے جھگڑے کا تذکرہ کیا اور یہ کہ لوگ آپ کے والد پر تغلب کرگئے تو اس بیان میں آپ نے ابوبکر صدیق،عمر فاروق،ابوعبیدہ امین،حواری پیغمبرؐ اور انصار مہاجرین کے صالح لوگوں پر تہمت لگائی ہے،میں آپ کی طرف سے ایسی باتوں کو ناگوار سمجھتا ہوں،آپ میرے نزدیک اور دوسرے لوگوں کے نزدیک بھی ان افراد میں ہیں جن کے بارے میں بدگمانی نہیں کی جاتی اور برا نہیں سمجھا جاتا نہ آپ کمینے لوگوں میں ہیں(معاذ اللہ)آپ سے تو میں قول سدید اور اچھی اچھی باتوں کی امید رکھتا ہوں(سننا چاہتا ہوں)[1]

۴۔ابن اثیر لکھتے ہیں کہ!جب امام حسنؑ نے حکومت معاویہ کے حوالہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ منبر پر گئے اور خطبہ دیا:فرمایا((اے لوگو!ہم ہی تمہارے امیر اور تمہارے مہمان ہیں ہم ہی تمہارے نبیؐ کے وہ اہل بیتؑ ہیں جنھیں اللہ نے برائیوں سے دور رکھا اور ایسا پاک و پاکیزہ رکھا ہ جو پاک رکھنے کا حق ہے،آپ اس آیت کی تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ مجلس میں کوئی نہیں تھا گر یہ کہ رو رہا ہو اور لوگ اتنا روئے کہ چیخوں کی آواز بلند ہوگئی۔[2]

آپ دیکھیں!امام حسنؑ نے کس طرح یہ بات پکی کردی کہ حکومت و خلافت صرف اہل بیتؑ نبیؐ کا حق ہے آپ نے لوگوں کے ہمدردانہ جذبات اس طرح ابھارے کہ لوگ اہل بیتؑ کی مظلومیت پر چیخوں سے روئے۔

خلافت کے معاملے میں امام حسین علیہ السلام کا موقف

حضرت امام ابوعبداللہ الحسین الشہیدؑ نے اپنے بزرگوں کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے اکثر یاد دلایا کہ پیغمبرؐ کے بعد اہل بیتؑ کے علاوہ جس کے ہاتھ میں بھی خلافت رہی وہ غاصب ہے۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۳۵

(۲)الکامل فی التاریخ ج:۳ص:۲۷۳،۴۱ سنہ کے واقعات،تاریخ طبری ج:۳ص:۱۶۹،۴۱ سنہ کے واقعات

ا۔منبر پر عمر کو ٹوک دیا فرمایا:میرے باپ کے منبر سے اتر اور اپنےباپ کے منبر پر جا۔عمر نے کہا میرے باپ کا کوئی منبر نہیں ہے۔[1]

بلکہ پورا واقعہ عبداللہ بن کعب سے سنئے،وہ کہتے ہیں جمعہ کے دن عمر پیغمبرؐ کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے حسین بن علیؑ اٹھے آپ ابھی بہت کمسن تھے آپ نے فرمایا میرے جد کے منبر سے اترجا،عمر نے کہا بھتیجے رک جاؤ لیکن امام حسین ان کی روا پکڑ کر کھینچتے رہے اور بار بار کہتے رہے میرے جد کے منبر سے اترجا،آخر عمر کو خطبہ روکنا پڑا اور منبر سے اترے اور نماز کا حکم دیا۔[2]

۲۔آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں امام حسین علیہ السلام کی وصیت کا تذکرہ کیا ہے جو آپ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے کی تھی آپ نے فرمایا تھا میں صرف اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے نکلا ہوں،میرا ارادہ ہے کہ میں امربالمعروف و نہی عن المنکر کروں اور اپنے جد اور اپنے والد ماجد علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سیرت پر عمل کروں۔

آپ کی اس وصیت سے یہ بات بھی واضح ہورہی ہے کہ وہ سیرت جو قابل پیروی(بلکہ واجب الاتباع)ہے وہ صرف حضور سرور کائناتؐ اور مولائے کائناتؑ کی سیرت ہے اس کے علاوہ کوئی سیرت قابل پیروی نہیں ہے۔

----

(۱)سیراعلام النبلاءج:۳ص:۲۸۵حالات امام حسینؑ سیراعلام النبلاءحسین شہیدؑ کے حالات میں بعینہ الاصابۃج:۲ص:۷۷پر حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،معرفۃ الثقات،ج:اص:۳۰۱حسین بن علی بن ابی طالب کے حالات میں تہذیب التہذیب ج:۲ص:۳۰۰،حسین بن علیؑ کے حالات میں،تہذیب الکمال ج:۶ص:۴۰۴،حسین بن علیؑ کے حالات میں،تاریخ واسط،ج:اص:۳۰۲،ابوالحسین سعد بن وہب بن مناف سلمی کے حالات میں،تاریخ الخلفاءج:اص:۲۰۳،عمر بن خطاب کے حالات میں،تاریخ بغدادج:اص:۱۴۱،حسین بن علیؑ کے حالات میں بغیۃ الطلب فی تاریخ الحلب ج:۶ص:۲۵۸۴۔۲۵۸۵،حسین بن علی بن عبد مناف ابی طالب کے حالات میں،التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفہ ج:اص:۲۹۵،حسین بن علی کے حالات میں علل الدار قطنی،ج:۲ص:۱۲۵،تاریخ دمشق ج:۱۴ص:۱۷۵،حسین بن علیؑ کے حالات میں،کنزالعمال ج:۱۳ص:۶۵۴،حدیث:۳۷۶۶۲،تاریخ مدینہ منورہ ج:۳ص:۷۹۹،

(۲)تاریخ مدینہ منورہ ج:۳ص:۷۹۸

یہی وجہ ہے کہ آپ مادی اعتبار سے کمزور پڑ گئے،جو لوگ ابوبکر اور عمر کے چاہنےوالے تھے ان کی ہمدردیاں آپ سے مفقود ہو گئیں اور جس وقت آپ نے قیام کیا تھا اس وقت دونوں خلیفہ کے چاہنےوالے زیادہ تھے یعنی حکومت بنوامیہ کے ہاتھ میں تھی اور آپ دیکھ چکے ہیں کہ معاویہ نے اپنے دو خطوں میں جو امام حسنؑ کو بھیجے تھے یہ لکھا تھا کہ آپ ان دونوں کا انکار نہ کریں بنوامیہ ابوبکر و عمر کی مخالفت کو اہل بیتؑ کا سب سے کمزور پہلو سمجھتے تھے،ابھی مقام شہادت میں معاویہ کے وہ خطوط بھی پیش کئے جائیں گے جو اس حقیقت کو زیادہ ثابت کریں گے،امام حسینؑ اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ ابوبکر و عمر کا انکار آپ کی مادّی قوت کو کم کردے گا اور آپ کا ساتھ صرف اسی وجہ سے نہیں دیں گے لیکن آپ یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ مادّی قوت اور فوجی طاقت حاصل کرنے سے اہم بات اظہار حق ہے،اہل بیتؑ کے مذہب کا اظہار اور اپنے استحقاق پر اصرار آپ کی نظر میں مادّی فتح اور فوجی غلبہ سے زیادہ اہم تھا اس لئے آپ نے جہاں جو بات کہی دو ٹوک کہی اور کھل کے اعلان کیا۔آپ نے کہ والوں اور اہل بصرہ کو ایک ہی طرح کا خط لکھا لیکن اس خط کا مضمون بھی صرف اظہار حق اور اعلان مظلومیت پر مشتمل تھا،آپ نے اس خط میں لکھا خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تمام مخلوقات سے منتخب کیا آپ کو نبوت سے عزت بخشی اور رسالت کے لئے اختیار کیا پھر اللہ نے آپ کو نبوت سے عزت بخشی اور رسالت کے لئے اختیار کیا پھر اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا،حضور سرور کائناتؐ نے اس کے بندوں کی خیرخواہی کی اور اللہ کا پیغام پہنچادیا،اہل بیتؑ آپ کے وارث اور ولی ہیں اور آپ کی جگہ لینے کے سب سے زیادہ مستحق ہم ہی ہیں لیکن ہماری قوم نے ہم پر دوسروں کو ترجیح دی تو ہم راضی رہے اور تفرقہ پردازی سے پرہیز کیا اور عافیت کو پسند کیا،حالانکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں ولی امر بنایا گیا ہے وہ ہمارے حق کے غاصب ہیں۔[1] آپ کا مندرجہ بالا کلام پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ امام حسینؑ صرف اہل بیتؑ کو مستحق خلافت

----

(۱)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۸۰کوفیوں کی طرف سے امام حسینؑ کو دعوت جانا اور مسلم ابن عقیلؑ کی روانگی۔بدایہ و نہایۃ ج:۸ص:۱۵۷،۱۵۸ امام حسینؑ کے کہ سے نکلنے کی وجہ اور دارالمارہ میں طلب کرنا اور مقتل کے حالات،

سمجھتے ہیں اور جو کچھ اس سلسلے میں تشدد ہوا اس پر اگر یہ لوگ راضی بھی رہے تو محض اس لئے کہ فرقہ بندی نہ ہو اور عافیت برقرار رہے اس لئے نہیں کہ وہ دوسروں کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہوگئے تھے،ان کی ولایت پر راضی تھے اور ان کے حکم پر دستخط کررہے تھے بلکہ امام حسینؑ انھیں خلافت کا اہل ہی نہیں سمجھتے تھے۔

خلافت کے معاملے میں امام زین العابدین علیہ السلام کا موقف

۱۔حضرت ابو محمد علی بن حسینؑ زین العابدین علیہ السلام بھی اپنے آبا و اجداد طاہرینؑ کے طریقے پر چلتے ہوئے اپنے حق کا اظہار دعاؤں میں کرتے ہیں اور اپنی معنی خیز دعاؤں میں ان لوگوں سے کھل کے اظہار ناراضگی کرتے ہیں جنہوں نے آپ کا حق غصب کیا آپ اللہ سے شکایت کرتے ہیں کہ آپ کے اہل بیتؑ پر ظلم کیا گیا،صحیفہ کاملہ کی اڑتالیسویں دعا کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو،آپ یہ دعا یوم الاضحیٰ اور یوم جمعہ کو پڑھا کرتے تھے اس میں فرماتے ہیں پالنےوالے یہ مقام تیرے منتخب بندوں کا ہے اور تیرے خلفا اور تیرے امانتداروں کی یہ جگہ ہے،وہ بلند درجہ تو نے ان خاص بندوں کو جس سے مخصوص کیا ہے یہاں تک کہ تیرے چنے ہوئے بندے مغلوب و مقہور اور گمنام ہوگئے وہ تیرے حکم کو بدلتا ہوا تیری کتاب کو تقسیم ہوتا ہوا اور تیری شریعت کی سمت سے تیرے فرائض کو تحریف ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور تیرے نبی کی سنت کو متروک دیکھ رہے ہیں پالنےوالے لعنت کر ان کے دشمنوں پر(اولین و آخرین پر جو دشمن اہل بیتؑ ہیں)اور ان پر جو ان کے اس فعل سے راضی ہیں اور ان کے مطیع اور فرمابردار ہیں۔

مندرجہ بالا دعا کے فقروں میں امام نے صراحت سے اپنی مظلومیت کا ذکر کیا ہے وہ مظلومیت جو حق کے چھن جانے اور منصب کے غصب ہوجانے کی وجہ سے اہل بیتؑ کو جھیلنی پڑی،یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ چونکہ حق،حقدار کو نہیں مل سکا اس کی وجہ سے دین میں تحریف ہوگئی اور احکام دین میں رکاوٹ آئی،آپ نے اس ظلم سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے بلکہ آخری فقرے تو تعمیم

کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۲۔چھبیسویں دعا میں آپ اپنے پڑوسی اور اپنے چاہنےوالوں کے لئے دعا کررہے ہیں جب ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں پالنےوالے! محمدؐ و آل محمد پر درود بھیج اور میرے پڑوسیوں کو اور ان کو جو ہمارے چاہنےوالے ہیں اور ہمارے حق کو پہچانتے ہیں اپنی افضل ولایت سے سرفراز فرما اور انھیں بھی جو ہمارے دشمنوں سے دور رہتے ہیں،مالک تو انھیں اپنی سنت قائم کرنے کی توفیق عنایت فرما۔

۳۔صحیفہ کاملہ کی سینتالیسویں دعا ملاحظہ فرمائیں:جو آپ یوم عرفہ میں پڑھتے تھے،آپ فرماتے ہیں پالنےوالے تو نے ہر دور میں اپنے دین کی تائید ایسے امام سے کی جو تیرے بندوں کے لئے ایک نشانی،تیرے شہروں کے لئے منارہ نور ہوا کرتا ہے،تو نے اس کی رسی اپنی محبت سے باندھ دی اور اس کو اپنی مرضی تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیا تو نے اس کی اطاعت فرض کی اور اس کی نافرمانی سے ڈرایا تو نے حکم دیا تو نے اس کی اطاعت فرض کی اور اس کی نافرمانی سے ڈرایا تونے حکم دیا کہ اس کے امر کا امتثال کیا جائے اور اس کے نواہی سے باز رہا جائے کوئی آگے بڑھنےوالا اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے نہ کوئی پیچھے رہنےوالا اس سے پیچھے رہنے کی کوشش کرے،پس وہ امام صاحبان خلوص کے لئے پناہ اور مومنین کے لئے گوشہ عافیت ہے،وہ امام تمسک کرنےوالوں کے لئے عروہ اور عالمین کی شان ہوا کرتا ہے۔

پالنےوالے درود بھیج ان کے چاہنےوالوں پر جو ان کے مقام کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے راستے کی پیروی کرتے ہیں،ان کے آثار کو تلاش کرتے ہیں اور ان کے سہارے سے متمسک ہیں،ان کی ولا کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں،ان کی امامت اور ان کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنےوالے ہیں اور ان کی اطاعت کے لئے بھرپور کوشش کرنےوالے ہیں،ان کے ایام فرج کے منتظر ہیں،انھوں نے اپنی آنکھیں ان کی طرف لگا رکھی ہیں،ان پر صلوت بھیج ایسی صلوات جو مبارک ہو اور ان کو پاک کرنےوالی ہو اور ان میں قوت نمو پیدا کرنےوالی ہو صبح و شام صلوت بھیج۔

مندرجہ بالا دعاؤں ہی ٹکڑے اگر چہ غضب منصب اور اظہار مظلومیت سے خالی ہیں

لیکن دونوں ہی ٹکڑوں میں آپ نے اپنا چاہنےوالوں کے لئے دعا کی ہے اور ان دعاؤں میں ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں ہی کے لئے فلاح طلب کی ہے،آپ نے اپنے چاہنےوالوں کے جو صفات بیان کئے ہیں وہ صرف شیعیان امامیہ پر منطبق ہوتے ہیں،اگر تھوڑا غور کر کے سمجھیں تو پتہ چلے گا کہ ان دعاؤں میں امامؑ نے شیعوں کے عقائد کا اقرار کیا ہے اور ان کی تصدیق کی ہے اور اس عقیدے کی بھی تقریر فرمائی جو شیعہ ابوبکر و عمر کی خلافت کے سلسلہ میں رکھتے ہیں۔

جب دوسری دعا کا یہ فقرہ((اور تو نے اس(امام)کی طاعت فرض کی اور یہ کہ کوئی بڑھنےوالا اس سے آگے نہ بڑھے اور پیچھے رہنےوالا اس سے تاخیر نہ کرے))یہ فقرے غاصبان خلافت پر کھلے ہوئے اعتراض ہیں آپ نے وضاحت کے ساتھ بتادیا کہ خلافت غصب کرنے والے اہل بیتؑ سے آگے بڑھنے کی کوشش کررہے تھے۔

خلافت کے معاملے میں امام محمد باقر علیہ السلام کا موقف

امام محمد باقر علیہ السلام کا موقف تو آپ کے پہلے سوال کے جواب میں بتادیا گیا ہے،جب اہل بدروالی حدیث پیش کی گئی تھی اور جمہور صحابہ کی نظروں کی وضاحت کے ساتھ حدیثوں کے جعلی(من گھڑت)ہونے کے سلسلے میں امام ابوجعفر محمد باقرؑ کا کلام پیش کیا گیا تھا،اس کلام کا ذکر ابن ابی الحدید نے بھی کیا ہے اور آپ کا یہ کلام اعلان کررہا ہے کہ خلافت اہل بیتؑ کا حق ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے غصب خلافت کا شکوا بھی کیا ہے،آپ سوال اول کا جواب ملاحظہ کریں۔اصل بات یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ کے کلام کے ساتھ دوسرے ائمہ اہل بیتؑ کا اس موضوع پر کلام اس کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے،اسی طرح شیعیان علیؑ کا کلام بھی ہے،لیکن ہم یہاں صرف ان باتوں پر اختصار کررہے ہیں جن کا تذکرہ علما جمہور نے بھی اپنی کتابوں میں کیا ہے اور جس کی شہرت اس پائے کو پہنچی ہے کہ تجاہل یا انکار ممکن ہی نہیں ہے۔

خلافت کے مسئلہ میں محمد بن حنفیہ کا موقف

عبداللہ بن زبیر اپنے خطبہ میں مولائے کائنات کی ذات پر رکیک حملہ کررہا تھا یہ خبر محمد بن حنفیہ تک پہنچی، آپ اسی وقت وہاں پہنچے، ابھی وہ خطبہ دے ہی رہا تھا لیکن آپ کے لئے ایک کرسی رکھ دی گئی، آپ اس پر بیٹھے اور اس کے خطبہ کو روک دیا پھر فرمایا اے گروہ عرب! تمہارے چہرے سیاہ ہوں، علی کو برا کہا جارہا ہے اور تم سن رہے ہو! علی دشمنان خدا کے خلاف اللہ کے ہاتھ ہیں اور اس کے حکم سے گرائی ہوئی ایک بجلی ہیں، خدا نے کافروں پر اور حق اللہ کا انکار کرنےوالوں پر علی کو بجلی بنا کر گرایا تھا اور علی نے کافروں کے کفر کی وجہ سے انھیں قتل کیا تو وہ انھیں برا کہنے لگے ان سے بغض رکھنے لگے اور کینہ و حسد اپنے دل میں چھپالیا، اس لئے کہ پیغمبر زندہ تھے اور ابھی آپ کی وفات نہیں ہوئی تھی، پس جب اللہ نے پیغمبر کو اپنے جوار میں منتقل کر لیا اور اپنے پاس موجود نعمتوں سے انھیں ملا دینا پسند کیا تو لوگوں کے دلوں کے کینے ظاہر ہوگئے، دل کا میل ظاہر ہوگیا، (لوگ علی کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے) کسی نے آپ کا حق چھین لیا، کوئی آپ کو قتل کرنے کے لئے مشورے کرنے لگا اور کوئی آپ کو گالیاں دینے لگا اور جھوٹے عیب لگانے لگا۔۔۔[1]

دیکھا آپ نے جناب محمد بن حنفیہ نے دشمنان علی سے تبرا کیا، اپنی ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور اس طرح یہ سب کچھ کیا کہ جس سے ثابت ہوجائے کہ وہ خلافت مغصوبہ پر راضی نہیں تھے اور غاصبوں کی خلافت شرعی بنیاد پر نہیں تھی کہ وہ حق کے غصب سے بری الذمہ قرار پائیں۔

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج:۴ص:۶۲، مروج الذہب ج:۳ص:۹۰، معاویہ بن یزید بن معاویہ کے دور حکومت کا ذکر اور مروان بن حکم اور مختار بن ابی عبید و عبداللہ بن زبیر

خلافت کے بارے میں عباس بن عبد المطلب کا موقف

جب ابوبکر نے عباس بن عبدالمطلب کو پیش کش کی کہ وہ اور ان کی اولاد خلافت میں سے کچھ حصہ لے لیں،سازش یہ تھی کہ یہ پیشکش بنوہاشم میں پھوٹ کا سبب بن جائے اور عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد علیؑ سے ٹوٹ کر علیحدہ ہوجائیں لیکن عباس نے برجستہ جچا تلا جواب دیا،انھوں نے کہا:اگر تم پیغمبر کی وجہ سے خلافت کے طالب ہو تو تم نے ہمارا حق غصب کیا ہے اور اگر تم مومنین کے ذریعہ خلیفہ بنے ہو تو ہم بھی مومن ہیں لیکن ہم تمہاری خلافت سے راضی نہیں ہیں اور تمہاری باتوں میں کتنا اختلاف ہے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مومنین تم پر طعن کررہے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ مومنین تمہاری طرف مائل ہوئے ہیں،بہرحال جو کچھ تم ہمیں دے رہے ہو اگر تمہارا حق ہے تو اپنے پاس ہی رکھو اور اگر مومنین کا حق ہے تو تم فیصلہ کرنے والے کون ہو اور اگر ہمارا حق ہے تو ہم اپنے حصے تقسیم نہیں کریں گے۔

تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ پیغمبرؐ ہم میں سے بھی ہیں اور تم میں سے بھی تو پیغمبرؐ اس درخت سے ہیں جس کی ہم شاخیں ہیں لیکن تم پڑوسی ہو،[1]

امر خلافت میں فضل بن عباس کا نظریہ

فضل بن عباس نے قریش پر احتجاج کرتے ہوئے فرمایا((اے قریش کے لوگو!خصوصاً اے بنی تمیم!اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے نبی کی خلافت ہتھیا لی لیکن ہم لوگ تم سے زیادہ مستحق ہیں اگر ہم جو خلافت اہل ہیں خلافت طلب کرتے تو لوگوں کو دوسروں کے مطالبہ سے زیادہ ہمارا مطالبہ ناگوار گذرتا اس لئے کہ لوگ ہم سے حسد کرتے ہیں اور کینہ رکھتے ہیں۔لیکن ہم خلافت کا مطالبہ جو نہیں کر رہے ہیں اس کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ:ہمارا قائد نے ایک عہد کیا ہوا ہے جو انھیں طلبِ خلافت سے روک رہا ہے))[2]

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۲۲۱،الامامہ و السیاسہ ج:۱ص:۱۸علی بن ابی طالبؑ کی بیعت کیسے ہوئی تھی،تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۵،۱۲۶ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ اور ابوبکر کی بیعت

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۱

امر خلافت میں عبد اللہ بن عباس کا موقف

اس موضوع پر عبداللہ بن عباس اور عمر بن خطاب سے اکثر گفتگو ہوئی ہے ان میں سے ایک مکالمہ حاضر ہے:

ا۔طبری،ابن عباس سے وہ عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر نے ان سے پوچھا اے ابن عباس تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کو تم سے محمدؐ کے بعد کس چیز نے روکا ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے اس سوال کا جواب دینا گوارہ نہ ہوا،میں نے کہا کہ اگر میں نہیں جانتا تو امیرالمومنین مجھے بتادیں عمر نے کہا:لوگوں کو یہ بات پسند نہ آئی کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت جمع ہو اور تم اپنی قوم کے سامنے فخر کرنے لگو اس لئے قریش نے خلافت اپنے لئے چن لی پس انھوں نے صحیح کیا اور بہر گئے،ابن عباس کہتے ہیں میں نے جواب دیا امیرالمومنین کو قریش نے اپنے لئے چن لیا اور انھوں نے صحیح کیا لیکن اگر اس کا انتخاب کیا ہوتا جسے اللہ نے اختیار کیا ہے تو زیادہ بہتر ہوتا نہ کوئی رد کرتا نہ حسد کرتا آپ نے جو یہ فرمایا کہ انھوں نے یعنی قریش نے کراہت محسوس کی کہ نبوت و خلافت ایک ہی خاندان میں جمع ہو تو اللہ نے کراہت کرنےوالوں کا تعارف بھی کرادیا ہے اور انجام بھی بتادیا ہے،ارشاد ہوتا ہے کہ((یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی نازل کی ہوئی باتوں کو کروہ سمجھتے ہیں اس لئے ان کے اعمال حبط کردئے گئے))۔

عمر بولے میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو،لوگوں نے ہم سے خلافت حسد اور ظلم سے چھین لی،ابن عباس نے کہا اے امیرالمومنین ظلم کے بارے میں تو عالم جاہل سب جانتے ہیں حسد کے بارے میں کہنا ہے کہ ابلیس نے ہمارے جد آدم پر حسد کیا اور ہم لوگ آدم کی اولاد میں سے ہیں اگر ہم بھی محسود ہوئے تو کیا ہوا؟[۱]

---

(۱)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۸۹،موسسہ اعلمی بیروت،اس جگہ پر تاریخ طبری کے کمپیوٹری پروگرامؐ الالفیۃ))میں حذف ہے۔

۲۔ابن ابی حدید نے عبداللہ بن عمر سے اس گفتگو کی حکایت کی ہے جو ابن عباس اور عمر کے درمیان ہوئی تھی دونوں بیانوں میں تھوڑا سا اختلاف بھی ہے اور کچھ اضافہ بھی،اضافہ یہ ہے کہ عمر نے تنہ آکر کہا کہ ابن عباس ہوش میں آؤ تم بنوہاشم کے دلوں نے قریش کی حکومت سے کینہ اور حسد کا بیڑا اٹھایا ہے تمہارے دل کینہ و حسد سے خالی ہو ہی نہیں تے،ابن عباس نے کہا امیرالمومنین ذرا زبان سنبھال کے اس لئے کہ بنوہاشم کے دلوں میں پیغمبرؐ خدا کابھی دل شامل ہے جسے اللہ نے پاک و پاکیزہ بنایا ہے اور بنوہاشم میں وہ اہل بیتؑ بھی ہیں جن کے بارے میں اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ انھیں پاک رکھے اور ان سے ہر رجس کو دور رکھے اور ایا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے اور آپ نے جو کینہ پروری والی بات کہی ہے تو اس کا دل کینے سے کیسے پاک رہےگا دیکھ رہا ہے کہ اس کی چیز دوسرے کے قبضہ میں ہے اور اس سے غصب کرلی گئی ہے؟

عمر نے کہا:ابن عباس تمہارے بارے میں کچھ سن رہا ہوں تم یہ کہتے پھر رہے ہو کہ یہ تمہارا حق تھا جو تم پر ظلم و جور کر کے چھین لیا گیا،ابن عباس نے جواب دیا کہ آپ جو حسد والی بات کر رہے ہیں تو ہم آدمؑ کی اولاد ہیں آدمؑ سے ابلیس نے حسد کیا حسد نے اس کو جنت سے نکال دیا گیا ہم آدمؑ کی اولاد ہیں محسود ہونا ہماری میراث ہے رہ گیا ظلم کا سوال تو امیرالمومنین آپ جانتے ہیں کہ حقدار کون ہے؟[1]

۳۔دوسری حدیث میں ابن عباس اور عمر کی گفتگو کو ابن ابی الحدید نے مالی ابوجعفر محمد بن حبیب سے نقل کیا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن میں عمر کے پاس پہنچا تو عمر کہنے لگے اے ابن عباس یہ شخص عبادت میں اتنی کوشش کررہا ہے کہ لگتا ہے کہ ریا کاری کررہا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہے؟کہنے لگے تمہارا چچازاد بھائی یعنی علیؑ،میں نے کہا وہ ریا کاری نہیں کرتے اے امیرالمومنین عمر نے کہا وہ لوگوں کے سامنے خود کو سزاوار خلافت ظاہر کررہے ہیں میں نے کہا ظاہر کرنا کیا مطلب؟اور ان کو ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟پیغمبرؐ تو ان کو خلافت دے کر ہی گئے

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۲ص:۵۴

تھے لیکن آپ نے ان سے چھین لیا عمر نے کہا:اصل بات یہ ہے کہ وہ ابھی جوان اور کم عمر تھے رب نے ان کے سن کو چھوٹا سمجھا اب وہ کامل ہوچکے ہیں کیا تم جانتے نہیں کہ اللہ نے کسی نبیؐ کو مبعوث نہیں کیا مگر چالیس سال کا ہونے کے بعد میں نے کہا اے امیرالمومنین لیکن جو لوگ صاحبان عقل و فہم ہیں وہ تو علیؑ کو اس دن سے کامل سمجھ رہے ہیں،جب اسلام کا منارہ بلند ہوا لیکن علیؑ کو محروم بھی سمجھتے ہیں[1]اس کے علاوہ بھی کئی بار عمر بن خطاب اور عبداللہ بن عباس سے گفتگو ہوئی جس کو عمر کی رائے پیش کرنے کے وقت لکھا جائے گا۔۴۔عتبی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ جب سفر کربلا میں امام حسینؑ کہ پہنچے اور وہاں حج کو عمرہ سے بدل کر کوفہ جانے لگے تو اس وقت ابن زبیر اور ابن عباس ایک دن اکھٹا ہوئے ابن عباس نے ابن زبیر کے پہلو میں ٹہوکا مارا اور یہ شعر مقام مثال میں پڑھا۔ترجمہ شعر:اے چنڈول(قنبرہ)اپنے گھولے میں خوشی سے بیٹھ کہ اب فضا خالی ہوگئی،خوب چہ چہ کر اور جتنا چاہے چونچ مار اطمینان سے انڈے دے۔اے ابن زبیر!خدا کی قسم امام حسینؑ چلے گئے اور کہ تمہارے لئے خالی ہوگیا،ابن زبیر نے کہا،خدا کی قسم تم(بنی ہاشم)کچھ نہیں سوچتے مگر یہ کہ خلافت صرف تم لوگوں کا حق ہے،ابن عباس نے کہا سنو!سوچتا وہ ہے جس کو شک ہو ہم لوگ تو یقین رکھتے ہیں۔[2]

۵۔یہ ابن عباس ہی تھے جو خطبہ شقشقیہ کے ناتمام رہ جانے پر بول اٹھے تھے کہ مجھے کسی کلام کے نامکمل رہ جانے پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے نامکمل رہنے پر افسوس ہے،امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اس خطبہ میں بات کو وہاں تک نہیں پہنچا سکے جہاں تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے تھے۔[3]یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خطبہ شقشقیہ میں عمر اور ابوبکر کی بھرپور شکایت کی گئی ہے۔

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۲ص:۸۰

(۲)سیرہ اعلام النبلاءج:۳ص:۳۵۴،حالات عبداللہ ابن عباس شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۱۳۴

(۳)نہج البلاغہ ج:۱ص:۳۷

خطبہ شقشقیہ مقام تنقید میں

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے استاد ابوالخیر مصدق بن شبیب واسطی نے ۶۰۳ھ میں کہا کہ میں نے شیخ ابو محمد عبداللہ بن احمد جو ابن خشاب کے نام سے مشہور ہیں ان کے سامنے یہ خطبہ پڑھا تو جب میں اس منزل پر پہنچا(کہ ابن عباس کو خطبہ کے نا مکمل رہنے کا افسوس رہا)ابن خشاب نے کہا اگر میں ہوتا اور ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنتا تو یہ ضرور پوچھتا کہ کیا تمہارے چچا زاد بھائی کے دل میں کچھ اور بھی باقی تھا جو اس خطبہ میں نہیں کہہ سکے؟(کہ تم کو افسوس ہورہا ہے کہ جس منزل تک علیؑ خطبہ کو پہنچانا چاہتے تھے نہیں پہنچاسکے؟)خدا کی قسم انھوں نے اولین کو چھوڑا نہ آخرین کو اور ان کے دل میں جس کے بارے میں جو کچھ تھا وہ کہہ ڈالا سوائے پیغمبرؐ کے تذکرہ کے۔

مصدق کہتے ہیں کہ ابن خشاب پر مذاق اور مسخرے قسم کے آدمی تھے،مصدق کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ خطبہ امیرالمومنینؑ کا نہیں ہے؟بلکہ من گھڑت ہے،ابن خشاب بولے مجھے اسی طرح اس کے کلام علیؑ ہونے کا یقین ہے جیسے تمہارے مصدق ہونے کا،میں نے کہا لوگ کہتے ہیں یہ سید رضیؒ کا کلام ہے،وہ کہنے لگے اچھا بس خاموش رہو!رضی ہوں یا غیر رضی،کسی کا اتنا بڑا کلیجہ نہیں نہ کسی کو یہ اسلوب میسّر ہے))ہم نے رضی کے رسائل بھی پڑھے ہیں اور ان کے کلام منثور کا لہجہ اور طریقہ ایراد بھی خوب پہچانتا ہوں اس کلام سے اس کا کوئی میل نہیں،پھر بولے میں نے اس خطبہ کو ان کتابوں میں دیکھا ہے جو رضی کی پیدائش سے دو سو سال پہلے لکھی گئی ہیں میں نے اس انداز تحریر میں اس کو دیکھا ہے جس کو میں خوب پہچانتا ہوں میں اس دور کے علم اور اہل ادب کے انداز تحریر سے بھی واقف ہوں جو رضی کے والد ابواحمد نقیب کی پیدائش کے پہلے موجود تھے۔

مصدق کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے استاد ابوالقاسم بلخی کی تصنیفات میں دیکھا،یہ ابوالقاسم بغدادی معتزلیوں کے امام ہیں یہ معتمد عباسی کے دور حکومت میں تھے،وہ دور علامہ رضی کے بہت پہلے کا زمانہ تھا،اس خطبہ کو میں نے شیعوں کے مناظر ابوجعفر بن قبہ کی کتاب میں بھی

دیکھا ہے ان کی یہ کتاب بہت مشہور ہے اور اس کا نام کتاب الانصاف ہے،یہ ابوجعفر،ابوالقاسم بلخی کے شاگرد تھے اور علامہ رضی کی پیدائش کے بہت پہلے انھوں نے دنیا کو چھوڑ دیا تھا۔(۱)

امیرالمومنین علی علیہ السلام کے خاص اصحاب اور امر خلافت

امیرالمومنین علیہ السلام کے خاص اصحاب جو گروہ صحابہ کے بھی نمایاں لوگ تھے انھوں نے سقیفہ کے دن بھی اور سقیفہ کے بعد بھی اکثر فرمایا کہ خلافت صرف علیؑ کا حق ہے۔

اس سوال کے جواب کی ابتدائی عبارتوں میں کچھ کلام گذرچکا ہے،چوتھے سوال کے جواب میں بھی کچھ باتیں عرض کی جائیں گی اس وقت ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ کلام پیش کیا جائے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب خاص خلافت سے راضی تھے نہ اس کو صحیح سمجھتے تھے۔

صادق اللہجہ ابوذر اور امر خلافت

حافظ ابن مردویہ اپنی کتاب(جو عبداللہ شافعی کے مناقب کی رد میں لکھی گئی ہے اس کے صفحہ ۸۷پر مرفوعاً اپنی سند کے ساتھ داؤد بن ابی عوف سے،انھوں نے معاویہ بن ثعلبہ لیثی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:کیا میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں جس سے تم اختلاف نہ کرو؟میں نے کہا:بسم اللہ،تو انھوں نے کہا ابوذرؓ جب بیمار ہوئے تو علیؑ کو وصی بنایا،ایک آدمی ابوذرؓ کی عیادت کو پہنچا،اس نے کہا آپؓ نے امیرالمومنین عمر سے کیوں نہ وصیت کی،علیؑ سے وصیت کرنے سے تو بہتر ہی ہوتا،ابوذرؓ کہنے لگے(تم ہی تو کہتے ہو کہ امیرالمومنین سے وصیت کرنی چاہئے تھی تو)جو حقیقت میں امیرالمومنین ہے اس سے میں نے وصیت کردی،خدا کی قسم وہی امیرالمومنینؑ ہیں اور وہی وہ بہار ہیں.جہاں کون ملاتا ہے،اگر وہ تم سے جدا ہوجائیں تو لوگ بھی تمہارا انکار کردیں گے اور زمین تمہارا انکار کردے گی،اس آدمی نے کہا:ابوذر!میں جانتا ہوں کہ جو پیغمبرؐ کا محبوب تر ہے وہی آپ کا بھی

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۲۰۵۔۲۰۶

محبوب تر ہے ابوذر نے کہا:تم نے بالکل صحیح سنا ہے،میں نے پوچھا کہ پھر اس وقت آپ کا سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟آپ نے فرمایا:یہی بزرگ جو مظلوم اور خانہ نشین ہے اور جس کا حق چھین لیا گیا یعنی علیؑ ابن ابی طالب۔(۱)

حذیفہ اور امر خلافت

ابوشریح سے روایت ہے کہ:حذیفہ مدائن میں تھے ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امام حسنؑ اور عمار کوفہ سے آئے اور لوگوں کو علیؑ کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ کرنے پر ابھارنے لگے،حذیفہ نے کہا اے لوگو!امام حسنؑ اور عمار تمہیں علیؑ کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ کرنے پر ابھارنے لگے،حذیفہ نے کہا اے لوگو!امام حسنؑ اور عمار تمہیں علیؑ کے حق میں لڑنے کے لئے بلانے آئے ہیں،سنو!جو حقیقی امیرالمومنین سے ملاقات کرنا چاہتا ہے وہ علیؑ کے ساتھ ہوجائے۔(۲)

شوریٰ کے متعلق بعض صحابہ کا موقف

شعبی کی کتاب شوریٰ و مقتل عثمان کے حوالہ سے ابن ابی الحدید نے شوریٰ کے بارے میں لکھا ہے،شعبی کہتے ہیں اس کی روایت ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے اپنی کتاب((السقیفہ))کے زیادات میں کی ہے۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ عثمان کی بیعت کئے بعد جو واقعات ہوئے ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے((وانہ نے یزید بن ہارون سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے شقیق بن مسلمہ سے روایت کی ہے کہ بیعت عثمان کے بعد مولائے کائناتؑ جب اپنے قافلے میں پہنچے تو آپ نے قبیلہ بنوہاشم کو خطاب کر کے فرمایا:اے عبدالمطلب کے بیٹو!تمہاری قوم نے تم پر اسی طرح زیادتی کی جس طرح نبیؐ کی حیات میں کرتے تھے اگر تمہاری قوم اطاعت بھی کرے گی تو تمہیں امیر ہرگز نہیں بنا سکتی،

---

(۱) لحقات احقاق ج:۸ص:۶۷۹،الباب المتم للا شرین:الثالث مارواہ ابوذر

(۲)انساب الاشراف ج:۲ص:۳۶۶،حالات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام میں۔

خدا کی قسم یہ لوگ حق کی طرف بغیر تلوار کے آتے نہیں تے،اتنے میں عبداللہ بن عمر بن خطاب وہاں پہنچے اور کہنے لگے،ابوالحسن
کیا آپ لوگوں کو آپس سے لڑانا چاہتے ہیں،آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر،تو چپ رہ اگر تیرے باپ نے میرا حق نہیں مارا ہوتا تو آج
عثمان کی ہمت نہیں تھی کہ ہم سے لڑتا اور نہ ابن عوف کی اتنی ہمت تھی کہ وہ مجھ سے جھگڑا کرتا،یہ سن کر عبداللہ بن عمر فورا
کھڑا ہوگیا اور باہر نکل گیا،شعبی کہتے ہیں کہ:دوسرے دن مقدادؓ نکلے اور عبدالرحمن بن عوف سے ملے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے تم
نے جو کچھ کیا ہے اگر اس کا مقصد ذات باری تعالی کی رضا حاصل کرنا ہے تو اللہ تمہیں دنیا و آخرت میں ثواب دے اور اگر تم نے
محض دنیا کے لئے کیا ہے تو اللہ تمہارے مال میں اضافہ کرے یہ سن کر عبدالرحمن کانپ گئے اور بولے مقداد خدا پر رحم کرے سنو تو
سہی مقداد نے کہا خدا کی قسم میں کچھ نہیں سنوں گا اور ان کا ہاتھ پکڑ کے کھینچتے ہوئے مولائے کائناتؑ کے پاس لائے،جناب
امیرالمومنینؑ سے کہا آپ اٹھیں قتال کریں تا کہ ہم بھی آپؑ کے ساتھ آپ کی قیادت میں قتال کریں۔مولائے کائناتؑ نے فرمایا خدا
تم پر رحم کرے،کس کے سہارے پر قتال کروں؟اتنے میں عمار آگئے اور آواز دی((اے اسلام کی طرف سے فریاد کرنے والے اٹھ اور
فریاد کر،معروفات مرگئے اور منکرات ظاہر ہوگئے))(ترجمہ شعر)خدا کی قسم کاش میرے مددگار ہوتے تو میں ان(غاصبوں)سے جنگ کرتا
اگر ایک آدمی بھی ان سے جنگ کرنے کو اٹھتا تو خدا کی قسم میں دوسرا ہوتا،مولائے کائنات نے فرمایا اے ابوالیقظان(عمار کی کنیت)خدا
کی قسم ان کے خلاف ہمارے پاس مددگار نہیں ہیں اور میں تم لوگوں کو تکلیف مالایطاق نہیں دینا چاہتا پھر آپ اپنے گھر ہی میں
بیٹھے رہے اور آپ کے پاس آپ کے اہل بیتؑ کے چند افراد تھے،عثمان کے خوف سے آپ کے پاس کوئی نہیں آتا تھا۔[1]

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ عوانہ نے کہا ان سے اسماعیل نے کہا ان سے شعبی نے کہا کہ مجھ

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۵۴۔۵۵

سے عبدالرحمن بن جندب نے کہا انھوں نے اپنے باپ جندب بن عبداللہ ازدی کے حوالہ سے نقل کیا کہ جس دن عثمان کی بیعت ہوئی میں مدینہ میں ہی تھا میں آکر مقداد بن عمرو کے پاس بیٹھ گیا مقداد کہہ رہے تھے خدا کی قسم اس گھر کے رہنے والوں! اہل بیت پر جیسی مصیبت آئی کسی گھر پر ویسی مصیبت نہیں آئی،عبدالرحمن بن عوف وہیں بیٹھے تھے مقداد اس جملہ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟مقداد نے کہا میں اس گھروں والوں کو محبت محبت پیغمبرؐ کی وجہ سے چاہتا ہوں،مجھے قریش پر تعجب ہورہا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کا حوالہ دیکر لوگوں پر اپنی فضیلت ظاہر کرتے ہیں اور ان کے اہل بیت سے نبیؐ کا اقتدار اور ان کا حق چھین لیتے ہیں،عبدالرحمن نے کہا بھئی میں نے تم لوگوں کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی،مقداد بولے تم نے ایک مرد کو چھوڑ دیا ہے جو حق کی بنیاد پر حکم دینےوالوں میں سے ہے اور حق کی بنیاد پر عدالت کرنےوالوں میں سے ہے خدا کی قسم اگر میں قریش کے خلاف مددگار پاتا تو ان سے ضرور جنگ کرتا جیسے بدر و احد میں ان سے لڑا تھا،عبدالرحمن ڈرگئے بولے تمہاری ماں تمہارے ماتم میں بیٹھے یہ باتیں اور لوگوں سے نہ کہنا دوسرے لوگ یہ کلام سنیں بھی نہیں،مجھے خوف ہے کہ تم فتنہ پردازی اور تفرقہ انگیزی کی طرف جارہے ہو!مقداد نے کہا:جو حق،اہل حق اور صاحبان امر کی طرف بلاتا ہے وہ اہل فتنہ نہیں ہوتا عبدالرحمن!صاحب فتنہ وہ ہے جو لوگوں کو باطل میں ڈبودے اور خواہش نفس کو حق پر ترجیح دے پس عبدالرحمن کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔پھر وہ عبدالرحمن کے پاس سے اٹھے اور چلے گئے،جندب بن عبداللہ کہتے ہیں میں مقداد کے پیچھے پیچھے چلا اور میں نے ان سے کہا اے بندہ خدا میں تمہارا مددگار ہوں،مقداد نے کہا خدا تم پر رحم کرے،یہ کام دو تین آدمیوں کے بس کا نہیں ہے جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اسی وقت مولائے کائناتؑ کی خدمت میں پہنچا،جب میں آپ کے پاس بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا اے ابوالحسنؑ!آپ کی قوم نے خلافت آپ سے چھین کر آپ کو کتنا نقصان پہنچایا ہے،آپ نے فرمایا:صبر جمیل ہی مناسب ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے میں نے کہا لیکن آپ بھی بڑے صابر ہیں فرمایا صبر نہ کروں تو کیا کروں؟میں نے کہا کہ میں ابھی مقداد بن عمرو اور عبدالرحمن کے پاس بیٹھا تھا وہاں ان لوگوں میں اس طرح کی بحث ہوئی میں نے پوری بات

آپ کو بتادی آپ نے فرمایا:مقداد تو سچ ک ہ رہے ہیں لیکن میں کیا کروں؟میں نے رض کیا:آپ لوگوں تک اپنی بات پہنچائیں اور اپنی طرف انھیں متو ہ کریں،آپ لوگوں کو بتائیں کہ آپ نبیؐ کی خلا کے سب سے زیادہ حق دار ہیں اور لوگوں سے کہیں کہ آپ کے خلاف مظاہرہ کرنےوالوں کے مقابلے میں لوگ آپ کی مدد کریں،اگر سو میں سے دس آدمی بھی آپ کی تائید کرتے ہیں تو ان کو لیکر آپ دوسروں پر سختی کریں،اگر لوگ آپ کے ساتھ آجاتے ہیں تو ہمارا مقصد یہی ہے ورنہ آپ ان سے جن کریں،آپ صاحب عذر ہوں گے چاہے آپ شہید ہوجائیں یا باقی رہ جائیں،خدا کے نزدیک آپ کی حج بلند ہی رہےگی آپ نے فرمایا:جندب کیا تم امیر کرتے ہو کہ دس میں سے ایک آدمی بھی میری بیع کرے گا؟میں نے کہا:مجھے تو یہی امید ہے،فرمایا((خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ سو میں سے ایک آدمی بھی میری بیع نہیں کرے گا(تم دس فیصد امید کرتے ہو مجھے ایک فیصد کی بھی امید نہیں ہے)سنو!میں تمہیں بتاتا ہوں،حق یہ ہے کہ لوگ قریش کے بارے میں سوچتے ہیں کہ قریش محمدؐ کی قوم و قبیلہ والے ہیں لیکن قریش کہتے ہیں کہ آل محمد کو لوگوں پر نبوت کی و ہ سے فضیل حاصل ہے،وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ قریش میں آل محمدؐ ہی اس امر خلا کے حقدار ہیں نہ کہ دوسرے لوگ،اگر آل محمدؐ حاکم ہوگئے تو پھر ان کے ہاتھ سے حکوم کبھی نکالی ہی نہیں جا سکتی البتہ اگر دوسروں کے ہاتھ میں حکوم رہی تو قریش بھی اس میں حصہ دار ہوتے رہیں گے،خدا کی قسم لوگ دل سے تو ہمارا حق دینے کو بھی تیار نہیں ہوں گے))میں نے رض کیا اے پیغمبرؐ کے چچازاد بھائی میں آپ پر قربان ہوجاؤں کیا آپ کی گفتگو کا وہاں اعلان کردوں؟اور لوگوں کو آپ کی طرف د وت دوں؟آپ نے فرمایا ابھی اس کا وت نہیں آیا ہے جندب کہتے ہیں،پھر میں راق میں آگیا اور مسلسل لوگوں سے فضائل علیؑ بیان کرتا رہا مجھے کوئی آدمی ای ا نہیں ملا جو یہ بتاتا کہ میں جو کچھ ک ہ رہا ہوں اس کو وہ ناگوار سمجھ رہا ہے یا اچھا گر یہ کہنےوالے ضرور ملے کہ جندب یہ باتیں چھوڑو،ایسی باتیں کرو جو تم کو فائدہ پہنچائیں،میں نے کہا یہی باتیں تو ہیں جو تمہیں اور مجھے دونوں کے لئے فائدہ بخش ہیں،یہ سن کر لوگ میرے پاس سے اٹھ جاتے تھے اور مجھے تنہا چھوڑ کے چلے جاتے تھے۔

ابوبکر احمد بن عبدالعزیزی جوہری نے یہ اضافہ کیا ہے کہ،جندب نے کہا میری یہ باتیں ولید بن عقبہ تک پہنچی جو اس وقت ہمارا حاکم تھا،اس نے مجھے پکڑ کر بند کردیا،پھر میرے بارے میں کچھ لوگوں کی سفارش پہنچی تو مجھے رہا کردیا۔

اور جوہری روایت کرتے ہیں کہ عمار یاسر نے بیعت عثمان والے دن آواز دی اے مسلمانو!(ایک زمانہ تھا کہ ہم)ہم موجود تو تھے لیکن ہماری تعداد بہت کم تھی جس کی وجہ سے ہم بول نہیں سکتے تھے تو اللہ نے اپنے دین کے ذریعہ ہمیں عزت دی اور اپنے رسولؐ کے ذریعہ ہمیں کرم کیا،پس خدا کی حمد ہے اے قریش کے لوگو!آخر تم اپنے نبیؐ کے اہل بیتؑ کے ہاتھوں سے خلافت کو کبھی اس ہاتھ میں اور کبھی اس ہاتھ میں کب تک گھماتے رہوگے مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں خدا تم سے اس کو چھین کر دوسروں کو نہ دیدے جس طرح تم نے اس کو اہل حق سے چھینا ہے اور نااہلوں کےحوالے کردیا ہے۔

پس ہاشم بن ولید بن مغیرہ کہنےلگا اے سمیہ کےبیٹے تو بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کررہا ہے تو اپنی قدر نہیں پہچانتا تو کون ہے قریش کے بارے میں حکم لگانےوالا؟تجھے قریش کے امر اور ان کی امارت سے کیا مطلب؟خاموش ہوجا،اس کے بعد تو قریش کا ہر آدمی بولنےلگا اور عمار کو ڈانٹنے لگا اور ان کو جھڑکیاں دینے لگا عمار نے کہا!الحمدللہ کہ اہل حق کو ہمیشہ ذلیل کیا گیا یہ کہہ کے اٹھے اور چلے گئے(۱)

میں نے اس گفتگو کو اتنا طویل اس لئے کیا ہے کہ صدر اول میں جو عام واقعات رونما ہوئے ان کی واضح تصویر اس گفتگو میں ہے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ صاحبان ذوق کے لئے تاریخوں اور حدیثوں میں سے اس طرح کے دوسرے واقعات و شواہد ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔

چوتھے سوال کے جواب میں نص کے بارے میں مزید بعض صحابہ کا نظریہ پیش کیا جائے گا۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۵۲۔۵۸

بعض اعلام جمہور کی تصریحات

بُ اعلام جمہور اہل بیت کے مخالف تو ہیں لیکن کبھی کبھی ان کی زبان سے بھی حق بات نکل ہی گئی ہے،انھوں نے عمداً یا سہواً،اکثر اعتراف کیا ہے کہ اہل بیت مظلوم ہیں انھیں ستایا گیا اور ان کا حق غصب کیا گیا۔

عمر بن خطاب کا اعتراف حق

۱۔ابن ابی الحدید،جوہری کی کتاب السقیفہ کے حوالہ سے اور موفقیات زبیر بن بکار کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا:میں عمر کے ساتھ مدینہ کی گلی میں ٹہل رہا تھا،انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا،دفعتاً عمر کہنے لگےابن عباس میں تمہارے صاحب کو نہیں سمجھتا(علیؑ کو نہیں سمجھتا) گر مظلوم،میں نے سوچا کہ بخدا یہ کہیں حق بات کہنے میں مجھ سے سبقت نہ کرجائیں،میں نے فوراً کہا،امیرالمومنین پھر ان کی ظلامت (حق)ان کو واپس کردیں تو یہ سنکر عمر نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کچھ دور تک بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئے،پھر رک گئے تو میں ان سے لحق ہوگیا،عمر بولے،ابن عباس میرا خیال ہے کہ قوم نے تمہارے صاحب(علیؑ)کو اس لئے منع کیا کہ انھوں نے علیؑ کو چھوٹا سمجھا،میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو پہلی والی بات سے بھی غلط ہے،پھر میں نے کہا((امیرالمومنین!لیکن اللہ نے تو انھیں چھوٹا نہیں سمجھا بلکہ سورہ برات(توبہ)کی تبلیغ کی ذمہ داری ابوبکر سے لیکر علیؑ کے ذمہ کردی))۔[1]

آپ نے عمر کے جملوں پر غور کیا!انھوں نے ابن عباس سے یہ نہیں کہا کہ تمہارے صاحب تو اس فیصلہ پر راضی اور خلافت کا اقرار کرتے ہیں پھر ظلامت کیسی جس کو واپس کیا جائے۔

ابن عباس سے ایک روایت اور بھی ہے کہ جب وہ(ابن عباس)عمر کے ساتھ شام کے

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۴۵،ج۱۲ص:۴۶،تھوڑے سے فرق کے ساتھ

لئے نلے تھے تو کہتے ہیں عمر نے مجھ سے کہا اے ابن عباس میں آپ سے آپ کے ابن عم کی شکایت کرتا ہوں میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ شام چلیں لیکن وہ شام جانے پر تیار نہیں ہوئے،دیکھتا ہوں کہ وہ ہمیشہ کچھ سوچتے رہتے ہیں،آپ بتا تے ہیں کہ وہ کس چیز کے لئے فکرمند ہیں؟میں نے کہا آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ان کے فکر کا سبب کیا ہے؟کہنے لگے میرا خیال ہے کہ وہ خلافت کے نہیں لئے کی وجہ سے غمگین ہیں،میں نے کہا کہ یہی بات ہے،ان کا خیال ہے کہ پیغمبرؐ نے چاہا تھا کہ وہی خلیفہ ہوں،عمر نے کہا ابن عباس مانتا ہوں کہ پیغمبرؐ نے انھیں امیر بنانا چاہا تھا لیکن اس سے کیا ہوتا ہے؟حق تو یہ ہے کہ نبیؐ نے چاہا اور خدا نے نہیں چاہا۔[1]۲۔دوسری روایت میں ہے کہ عمر نے کہا پیغمبرؐ تو چاہتے ہی تھے کہ علیؑ خلیفہ ہوں لیکن میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو فتنہ کے خوف کی وجہ سے روک دیا،مجھے ڈر ہوا کہ شیرازہ اسلام بکھر جائے گا،پیغمبرؐ بھی میرے دل کی بات جان گئے اور خاموش ہوگئے،نتیجہ میں وہی ہوا جس کا اللہ نے حتمی فیصلہ کیا تھا۔[2]

۳۔ابن عباس کی گفتگو تیسری بار عمر سے ہوئی،ابن عباس کہتے ہیں کہ عمر نے میری انگلیوں کو اپنی انگلیوں میں پھنسا رکھا تھا اور مجھے لیکر چلے جارہے تھے یہاں تک کہ قبرستان جنۃ البقیع میں پہنچ گئے،وہاں جاکے بولے ابن عباس تمہارے چچازاد بھائی(علیؑ)خدا کی قسم سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں لیکن ہم ان سے دو باتوں کے بارے میں خوف زدہ ہیں،ابن عباس کہتے ہیں عمر نے ایسی بات کہی کہ میں خود کو وضاحت چاہنے سے نہیں روک سکا میں نے پوچھ ہی لیا امیرالمومنین وہ کونسی دو باتیں ہیں(جن کی وجہ سے علیؑ خلافت کے اہل نہیں ہیں)کہنے لگے کمسنی اور بنی عبدالمطلب سے ان کی محبت،ہم انھیں دو باتوں سے ڈرتے ہیں۔[3]

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۲ص:۷۸

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱۲ص:۷۹

(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۵۷

۴۔چوتھی گفتگو کا ذکر گذشتہ صفحہ میں کیا جاچکا ہے۔

۵۔مغیرہ بن شعبہ کہتا ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا تھا اور ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا اے امیرالمومنین کیا آپ کو ان لوگوں کے بارے میں بھی کچھ خبر ہے جو ہیں تو اصحاب پیغمبرؐ لیکن ان کا خیال ہے کہ ابوبکر نے اپنے لئے اور آپ کے لئے جو کچھ حاصل کیا وہ ان کا حق تھا ہی نہیں یہ کام کسی کے مشورے اور رائے سے نہیں ہوا،وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ چلو ایک معاہدہ کریں کہ اس طرح کی بات پھر نہ ہو!عمر نے اس سے پوچھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟اس نے کہا طلحہ کے گھر میں،پس عمر نکلے میں(مغیرہ)بھی ان کے ساتھ نکلا،میں نے دیکھا کہ وہ سخت غصہ کے عالم میں مجھے دیکھ رہے تھے،جب ان لوگوں کے پاس پہنچے تو ان لوگوں کو بہت ناگوار ہوا اور وہ لوگ سمجھ گئے کہ ان کے آنے کی وجہ کیا ہے،عمر ان لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور بولے تم لوگ کیا باتیں کررہے تھے؟خدا کی قسم تم میں آپس میں محبت اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ یہ چار چیزیں ایک دوسرے کو چاہنے نہ لگیں،انسان اور شیطان کہ شیطان انسان کو بہکاتا ہے اور انسان شیطان پر لعنت کرتا ہے،آگ اور پانی،کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے اور آگ پانی کو جلاتی ہے،اب تمہیں وقت نہیں دیا جائے گا تمہارا وقت پورا ہوچکا ہے،بےوقوف کا وقت وہی ہے جب وہ حرج کرے،مغیرہ کہتا ہے کہ یہ سن کر لوگ اِدھر اُدھر ہوگئے(بکھر گئے)ہر ایک نے ایک الگ ہی راستہ اپنایا پھر عمر نے مجھ(مغیرہ)سے کہا کہ جا کے علیؑ کا پتہ کرو اور انھیں گرفتار کرکے میرے پاس لاؤ،میں نے کہا امیرالمومنین میں ایسا نہیں کرتا،علیؑ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں،عمر نے کہا جاکے ان کا پتہ کرو ورنہ میں تم کو فلاں کا بیٹا کہوں گا،میں یہ سن کر وہاں سے چلا اور علیؑ کے پاس پہنچا میں نے کہا آپ اپنے امام کے حکم سے اپنی جگہ رکے رہیں اور سمجھداری سے کام لیں،وہ صاحب سلطنت ہیں ورنہ آپ بھی پچھتائیں گے اور وہ بھی پچھتائیں گے،اتنے میں عمر آگئے اور علیؑ سے کہنے لگے،بخدا یہ امر خلافت نہیں نکلا ہے مگر صرف آپ کے ہاتھ سے،آپ نے فرمایا:عمر ڈرو!کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کی وجہ سے ہم تمہاری اطاعت کررہے ہیں وہی تمہارے لئے فتنہ بن جائے،عمر نے کہا آپ چاہتے ہیں کہ آپ فتنہ پرور

ہیں؟فرمایا نہیں،لیکن میں تمہیں وہ باتیں یاد دلا رہا ہوں جو تم بھولتے جارہے ہو،پس عمر میری طرف(مغیرہ کی طرف)متوجہ ہوئے اور کہنے لگے تم یہاں سے چلے جاؤ،تم نے مجھ سے غصہ میں جو کچھ سنا وہی کافی ہے تو میں قریب ہی میں جاکر چھپ گیا اور میں اس انتظار میں کھڑا تھا بس اب ان کے درمیان جھگڑا ہونا ہی چاہتا ہے تو میں نے دیکھا دونوں باتیں تو کررہے تھے لیکن آپس میں راضی ہی الگ رہے تھے نہ کہ غضبناک پھر میں نے دیکھا دونوں ہنستے ہوئے الگ ہوگئے عمر میرے پاس آگئے اور میں ان کے ساتھ چلنے لگا میں نے عمر پوچھا کہ خدا آپ کو بخشے:کیا آپ غصہ میں ہیں تو انہوں نے علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگے:خدا کی قسم اگر اس آدمی کے اندر مسخرہ پن(معاذ اللہ)نہیں ہوتا تو مجھے اس کی ولایت میں ذرا بھی شک نہیں تھا اگرچہ اس کے لئے مجھے قریش کی ناک رگڑنی پڑتی۔[1]

خلافت کے بارے میں عثمان بن عفان کا نظریہ

۶۔ابن عباس سے عثمان کی ایک لمبی گفتگو ہوئی،اس کو ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکار کے حوالہ سے ان کی اسناد کے ساتھ لکھا ہے ایک حصہ ملاحظہ ہو،عثمان نے ابن عباس سے کہا میں آپ کی رشتہ داری اور اسلام دونوں کا واسطہ دیتا ہوں،خدا کی قسم میں مغلوب ہوگیا اور آپ لوگوں کے معاملے میں آزمائش میں پڑگیا،بخدا میں تو یہی چاہتا تھا کہ مجھے چھوڑ کے امر خلافت کے ذمہ دار آپ ہی لوگ ہوتے،آپ لوگ مجھ سے یہ بار لے لیتے اور میں آپ کے مددگاروں میں ہوتا،اس وقت آپ لوگوں کے ساتھ میں اس سے بہتر سلوک کرتا جو آپ لوگ ابھی مجھ سے کررہے ہیں،میں یہ تو جانتا ہوں کہ حکومت (خلافت)آپ لوگوں کا حق ہے لیکن آپ کی قوم نے آپ کو اس حق سے محروم رکھا اور آپ کو الگ رکھ کے دوسروں کو خلیفہ بنایا،مجھے نہیں معلوم کہ خلافت کو آپ نے خود چھوڑ دیا یا آپ کی قوم نے آپ کو خلافت سے باز رکھا۔

----

(1)العقد الفرید ج:4ص:261-262

ابن عباس نے کہا:امیرالمومنین رک جایئے،ہماری قوم نے ہم سے خلا کو جو ال کیا اس کے پیچھے حسد کا جذبہ کار فرما تھا جو آپ اچھی طرح جانتے ہیں،ہماری قوم نے جو ہمارے ساتھ بغاوت کی وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور ہماری قوم کے درمیان اللہ حاکم ہے۔[1]

معاویہ کا خط محمد بن ابی بکر کے نام

۷۔نصر بن مزاحم کی روایت کے مطابق محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں انھوں نے معاویہ کو مولائے کائنات ؑ سے لڑنے سے منع کیا اور مولائے کائنات ؑ کی مخالف سے روکا تھا،معاویہ نے اس خط کا جواب دیا،اس خط میں معاویہ نے اقرار کیا کہ عمر اور ابوبکر نے مولائے کائنات ؑ پر زیادتی کی تھی،خط کی عبارت کا ترجمہ حاضر ہے،معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے اپنے باپ پر عیب لگانےوالے محمد بن ابی بکر کی خدمت میں رض ہے کہ تمہارا خط ملا جس میں تم نے اللہ کو اہل لطف و اقتدار بتایا ہے اور یہ کہ اس نے اپنے نبی ؐ کو منتخب کیا اور لطف و اقتدار کا اہل قرار دیا اس کے ساتھ ہی تم نے کچھ باتیں اپنی طرف سے بھی لکھی ہیں جنھیں تم نے وضع کیا ہے ان باتوں سے تمہاری رائے کی کمزوری ظاہر ہورہی ہے اور تمہارے باپ پر بھی کچھ الزامات آرہے ہیں تم نے اپنے خط میں ابوطالب کے بیٹے کو حقدار خلا بتایا ہے اور ان کیا اور حجہ کو کامیاب کیا،تو نبی ؐ کو اٹھالیا،تمہارے باپ اور ان کے فاروق،سب سے پہلے انھیں دو آدمیوں نے علیؑ کا حق چھینا اور ان کی مخالف کی اس بات پر دونوں کے دل ملے ہوئے تھے اور دونوں بالکل متفق تھے پھر انھوں نے علیؑ سے اپنے لئے بیعہ مانگی تو علیؑ نے ان کی بیعہ کرنے میں تاخیر کی اور ان کی کمزوریاں انھیں بتادیں

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۹

تو انھوں نے علیؑ کے بارے میں برے ادارے کئے اور بڑے بڑے پروگرام بنائے،پس علیؑ نے(مجبور ہوکے)ان کی بیعت کی اور(خلافت)ان کے پاس چھوڑ دی،وہ دونون اپنے امور میں علیؑ کو شریک نہیں کرتے تھے اور اپنے راز سے علیؑ کو مطلع نہیں کرتے تھے پھر ان کا تیسرا عثمان بن عفان کھڑا ہوا انھیں دونون کی دکھائی ہوئی راہ پر عثمان بھی چلتے تھے اور انھیں کی سیرت پر عمل کرتے تھے ان کی(عثمان کی)حکومت کی تمہید تمہارے باپ ہی نے کی تھی اور ان کی بادشاہت کی بنیاد تمہارے باپ ہی نے رکھی تھی تو اگر ہم لوگ صحیح راستے پر ہیں تو یہ راستہ تمہارے باپ کا ہے انھیں شرف اولیت حاصل ہے اور اگر ہم لوگ غلط راستے پر ہیں تو یہ راستہ تمہارے باپ ہی نے بنایا تھا ہم لوگ تو شریک کار ہیں ہم نے انھیں سے رہنمائی لی ہے اور انھیں کے کام کی اقتدار کی ہے،اگر تمہارے باپ نے علیؑ کی مخالفت ہم سے پہلے نہ کی ہوتی تو ہم ہرگز علیؑ کے مخالف نہ ہوتے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے لیکن ہم نے تمہارے باپ کو دیکھا تو انھیں کے نقش قدم پر چل پڑے اور انھیں کے فعل کی اقتدار کرنے لگے،بھائی!پہلے تم اپنے باپ کی عیب چینی کرو اور جو سمجھ میں آئے کہو یا پھر سکوت اختیار کرو۔[1]طبری لکھتے ہیں:ہشام بن ابی مخنف نے کہا کہ یزید بن ظبیان ھمدانی نے کہا کہ محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو حکومت حاصل ہونے کے بعد ایک خط لکھا تھا،پھر اس خط و کتابت کا تذکرہ کیا جو معاویہ اور محمد بن ابی بکر کے درمیان ہوتی رہی،میں ان خطوں کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا،اس لئے کہ اس میں کچھ ایسی باتیں لکھی گئی ہیں جسکو عامہ(سنی)برداشت نہیں کرپائیں گے۔[2]محاد بن ابی بکر کی ولایت کے بارے میں ابن اثیر نے بھی کچھ اس طرح کی بات لکھی ہے۔[3]طبری اور ابن اثیر یہ دونوں حضرات اس خط و کتابت کی ترتیب بھی نہیں کرتے اور تذکرہ بھی نہیں کرتے،تذکرہ اس لئے نہیں کرتے کہ عامہ(سنی)اس کو برداشت نہیں کرپائیں گے،ان دونوں مورخون کے سامنے عامہ(سنیوں)کو راضی رکھنا زیادہ اہم ہے اور واقعات و حقائق کو پیش کرنے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

----

(۱)وقعۃ صفین ص:۱۱۸،۱۲۱،دوسرے مصادر و منابع بھی پائے گئے ہیں،شرح نہج البلاغہ ج:۳ص:۱۸۸۔انساب الاشراف ج:۳ص:۱۶۵۔۱۶۷۔اور مروج الذہب ج:۳ص:۲۰۔۲۲

(۲)تاریخ طبری ج:۳ص:۶۸، (۳)الکامل فی التاریخ ج:۳ص:۱۵۷،ولایت قیس بن سعد،

دوسری جگہوں پر معاویہ کا اعتراف حق

۸۔نصر نے ایک خط کا تذکرہ کیا ہے جو معاویہ نے امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا اس میں وہ لکھتا ہے،اما بعد بے شک خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو اپنے علم سے مصطفیٰ کیا اور اپنے وحی کا امین بنایا اور اپنی مخلوقات پر پیغمبرؐ بنایا اور اللہ نے مسلمانوں میں سے نبیؐ کے مددگار چنے اور ان مددگاروں کے ذریعہ آپ کی مدد کی نبیؐ کے سامنے اور ان مسلمانوں کی منزلت اسلام کے اعتبار سے ہوئی پھر ان لوگوں میں افضل فی الاسلام خدا و رسولؐ کا سب سے زیادہ تیز خواہ وہ ہوا جو نبیؐ کے بعد خلیفہ ہوا اور پھر اس خلیفہ اور تیسرے نمبر پردہ مظلوم خلیفہ(عثمان)لیکن علیؑ آپ نے سب سے حسد کیا اور سب کے خلاف بغاوت کی ہم نے محسوس کیا کہ آپ اب بھی اس معاملے میں آمادہ جنگ ہیں اور آپ کی گفتگو میں لگاؤ ہے،آپ کی ٹھنڈی سانس اور خلفا کے لئے آپ کی سستی کو ہم اچھی طرح سمجھ چکے ہیں ہر خلیفہ کے پاس آپ کو اس طرح کھینچ کے لیجایا جاتا ہے جیسے سرکش اونٹ کو کھینچا جاتا ہے،یہاں تک کہ آپ کراہت کے ساتھ بیعت کرتے تھے۔(۱)

گذشتہ صفحات میں امیرالمومنین علیہ السلام کی تصریحات،جو آپ نے خلافت کے معاملے میں معاویہ کے خط کے جواب میں فرمائی تھیں پیش کی جاچکی ہیں،معاویہ نے لکھا تھا کہ آپ نے بہت تنگ آکے اور مجبور ہو کے ابوبکر کی بیعت کی تھی،اس بیعت کو توڑ دینا چاہتے تھے اور ان کی بیعت کو برا سمجھتے تھے۔

۹۔روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس بیٹھے تھے اور دونوں میں کچھ نفرت انگیز گفتگو ہورہی تھی،پھر معاویہ نے آپ کی خدمت میں تین لاکھ(درہم یا دینار)پیش کئے جب آپ اٹھ کے چلے گئے تو یزید نے معاویہ سے کہا خدا کی قسم میں نے ایسا بےباک انداز گفتگو وہ بھی

----

(۱)وقعۃ صفین ص:۸۶۔۸۷،(شرح نہج البلاغہ ج:۵ص:۱۵ص:۷۴ انساب الاشراف ج:۳ص:۶۶۔۶۷،امر صفین المناقب للخوارزمی ص:۲۵۱ العقد الفرید ج:۴ص:۳۰۷۔۳۰۸،صبح الاعشیٰ ج:۱ص:۲۷۳

آپ(یعنی خلیفۃ المسلمین)سے نہیں دیکھا جیسا کہ حسن ابن علیؑ نے آپ سے روا رکھا اس کے باوجود آپ نے انھیں تین لاکھ دے دیئے!معاویہ نے کہا بیشا حق تو انھیں کا ہے نہ تمہارا!ان میں سے جو بھی آئے اس پر تھوڑا سی ڈال دیا کرو(کچھ دیدیا کرو)[۱]

عمرو بن عاص کی بات بھی سنئے

۱۰۔ایک مجلس میں عمروعاص،معاویہ اور امام حسنؑ بیٹھے تھے،علیؑ کی بات چلی تو عمروعاص نے کہا:وہ(علیؑ)ابوبکر کو گالی دیتے تھے،ان کی خلافت کو غلط سمجھتے تھے اور ان کی بیعت سے انکار کررہے تھے پھر بیعت کی بھی تو جبر و اکراہ کے بعد۔[۲]

عبداللہ بن زبیر کا نظریہ

کے سابقہ کارناموں کو یاد دلانے کے ساتھ پیغمبرؐ سے ان کی قرابتداری کا بھی تذکرہ کیا ہے،میں اور تمہارے باپ دور پیغمبرؐ میں ساتھ ہی رہتے تھے اور ابوطالب کے بیٹے کا حق خود پر لازم سمجھتے تھے اور ان کو خود سے افضل مانتے تھے،جب اللہ نے نبیؐ برحق کو اپنی نبوت کے لئے منتخب کیا،اپنا وعدہ پورا کیا اور نبیؐ کی دعوت کو ظاہر عبداللہ بن زبیر کی گفتگو بھی ملاحظہ فرمائیں،ابن عباس ہیں،عبداللہ بن زبیر ابن عباس پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتا ہے وہ موجود تھے اور زبیر کے بیٹے کی بات پر اعتراض بھی کیا تھا عبداللہ بن زبیر بولے کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ابوبکر کی بیعت غلط تھی،اچانک تھی اور زبردستی ہوگئی،سنو!ابوبکر کی شان اس طرح کے کلمات سے بہت بلند ہے،لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر سقیفہ کا واقعہ نہ ہوتا تو حکومت ان کے ہاتھ میں آجاتی،پس ابن عباس بولے اے ابوبکر،عمر اور خلافت کے بارے میں بڑھ بڑھ کے بولنے والے ذرا ہوش میں رہنا!بخدا وہ دونوں کامیاب نہیں ہوئے نہ ان میں سے ایک بھی کامیاب ہوا!ہمارے صاحب(علیؑ)ان دونوں سے بہتر ہیں چاہے وہ کتنا ہی کامیاب ہوجائیں،ہم نے آگے بڑھنے والے کے تقدم کو اس لئے برا نہیں کہا کہ ہماری آنکھیں عیب دار ہیں،اگر ہمارے صاحب(علیؑ)کو خلافت میں مقدم رکھا جاتا تو وہ ہر طرح سے اہل ثابت ہوتے اور ہر سزاوار خلافت سے زیادہ سزاوار خلافت ہوتے۔[۳]

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۱۲، (۲)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۸۷-----(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۱۳۲،

علمائے جمہور کی حدیثیں اس سلسلے میں کثرت سے ہیں جس کو ذوق نظر رکھنےوالا مختلف کتابوں میں دیکھ سکتا ہے،یہ تمام حدیثیں پکار کر کہہ رہی ہیں کہ امیرالمومنینؑ اور باقی اہل بیت علیہم السلام،غیروں کی خلافت پر راضی نہیں تھے نہ کسی خلیفہ کے موید تھے،وہ واقعات جو دور خلافت میں واقع ہوئے وہ سب کے سب علیؑ اور اہل بیت رسولؐ کی مرضی کے خلاف تھے اور یہ حضرات دونوں خلفاء سے سخت متنفر اور بالکل الگ تھے۔

علامہ علی بن فارقی کی باتیں

اس موقعہ پر ابن ابی الحدید کا قول ملاحظہ فرمائیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے مدرسہ بغداد کے مدرس علی بن فارقی سے پوچھا کہ کیا(معالہ فدک میں)فاطمہؑ سچ کہہ رہی تھیں،انھوں نے کہا بالکل سچ کہہ رہیں تھیں،میں نے پوچھا پھر ابوبکر نے انھیں فدک دے کیوں نہیں دیا جب وہ ابوبکر کی نظر میں اپنے دعوے میں سچی تھیں!ابن فارقی یہ سن کر مسکرانے لگے پھر ایک لطیف اور پسندیدہ بات روا روی اور مزاحیہ انداز میں کہہ دی حالانکہ وہ بڑے معزز،محترم اور بہت کم ہنستے تھے،کہنے لگے اگر ابوبکر صرف دعوائے فدک پر فاطمہؑ کو فدک دیدیتے تو وہ دوسرے دن اپنے شوہر کے لئے دعوائے خلافت لیکر پہنچ جاتیں اور ان کو ان کی جگہ سے ہٹادیتیں اور ابوبکر کے پاس کوئی بہانہ نہیں تھا نہ کوئی بنیاد تھی جس پر وہ کھڑے ہوتے،اس لئے کہ وہ اپنے آپ اس طرح انھیں صادقہ مان کر اپنے کو محکوم کر بیٹھے پھر فاطمہؑ جو بھی دعوی کرتیں انھیں اس کی تصدیق کرنا پڑتی اور بغیر کسی گواہ و شہود کے ان کی بات ماننی پڑتی(استاد ابن فارقی کی)یہ باتیں کلاً صحیح ہیں اگر چہ انھوں نے یہ باتیں ہنسی مزاق میں ہی کہی ہیں[1]

مندرجہ بالا واقعہ اس بات کا شاہد ہے کہ اہل بیتؑ اپنے حقِ خلافت سے دستبردار نہیں ہوئے تھے(یہ الگ بات ہے کہ وہ غاصبوں سے اپنا حق واپس لینے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے)اور اگر ان کو استطاعت حاصل ہوتی تو ضرور اپنا حق واپس لےلیتے۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۸۴

وہ واقعات جن سے اہل بیتؑ کا خلافت پر عدم اقرار ثابت ہوتا ہے

امر ثانی:مورخین و اہل حدیث نے جو واقعات نقل کئے ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت اطہارؑ نے کسی بھی دور خلفائے غاصبین کی خلافت کا اقرار نہیں کیا نہ اہل بیتؑ کے خاص لوگوں نے کبھی اقرار کیا،لوگ ان سے دشمنی بھی اس وجہ سے کرتے تھے کہ وہ حضرات خلافت کے منکر تھے،ان حضرات نے پہلے تو اپنا حق ظاہر کرنے کی کوشش کی پھر جب دیکھا کہ حق گو اور حق پرست بہت کم لوگ ہیں جو ان کی نصرت کے لئے ناکافی ہیں تو خاموش بیٹھ گئے اور بظاہر تسلیم ہوگئے لیکن یہ خاموش اور استسلام بھی اس لئے تھا کہ دشمن صرف انکار خلافت کی بنا پر ان کے در پئے آزار تھے،مسلسل دھمکیاں دی جارہی تھیں جس کی وجہ سے وہ دشمن کے مقابلہ میں سخت موقف نہیں اختیار کرسکے اور حالات سے سمجھوتہ کرکے ان کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے۔

سقیفہ کی باتیں

ا۔تاریخ میں یہ باتیں اچھی خاصی مشہور ہیں اور بہت وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں کہ لوگوں نے امیرالمومنین علیہ السلام،آپ کے اہل بیتؑ اور اصحاب کو گھر میں بیٹھے رہنے پر مجبور کردیا تھا،اہل بیتؑ اور ان کے اصحاب خاص کو(جب بیعت کے لئے بلایا گیا تو)بیعت سے صاف انکار کردیا،دوسرے فریق نے ان پر سختی کی اور زبردستی کی اور زبردستی گھر سے نکالنے کی کوشش کی تاکہ وہ لوگ بیعت کرلیں یہ ساری باتیں تاریخ میں بہت تفصیل سے بیان کی گئی ہیں یہاں ان کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

ابن ابی الحدید،مسعودی کے حوالے سے لکھتے ہیں((عروہ بن زبیر اپنے بھائی کو الزام سے بری کرنے کی کوشش کرتا تھا،اس کے بھائی نے بنی ہاشم کے محلّہ کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے جلانے کے لئے لکڑیاں اکھٹا کی تھیں،عروہ کہتا تھا کہ میرے بھائی نے یہ سب کچھ اسلامی اتحاد کے لئے کیا تھا

---

(۱)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۶،واقعہ سقیفہ بنی سعدہ اور ابوبکر کی بیعت،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۵سعد بن عبادہ کا انکار بیعت کرنا،ص:۱۲،شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۴۵،

اور اس لئے کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو،لوگ ایک جھنڈے(پرچم)کے نیچے آجائیں اور بات صرف ایک رہے،یہ کام اس نے عمر کی پیروی میں کیا تھا(انھوں نے اور((عمر نے))بھی یہ نیک کام کیا تھا؟!)جب بنی ہاشم نے ابوبکر کی بیعت کرنے میں دیر کی تو انھوں نے آگ اور لکڑی منگائی تا کہ ان کے گھروں کو جلادیں تو وہ نکلنے پر مجبور ہوجائیں گے۔[1]

ابھی گذشتہ صفحات میں معاویہ کا خط بھی گذرچکا ہے جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ امیرالمومنین علیؑ کو بیعت کے لئے سرکش اونٹ کی طرح کھینچا جاتا تھا۔[2]

امیرالمومنینؑ پر جب بیعت کے لئے سختی کی جارہی تھی تو آپؑ نے تبر پیغمبرؐ کی طرف رخ کرکے فریاد کی(اے میری ماں کے بیٹے اس قوم نے مجھے کمزور کردیا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کرڈالیں)[3]

اُدھر ابوبکر بھی مرنے کے وقت کہہ رہے تھے کاش میں نے پیغمبرؐ کی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کی تفتیش نہ کی ہوتی،کاش میں نے بنت پیغمبرؐ کے گھر میں مردوں کو داخل نہ کیا ہوتا،چاہے وہ گھر مجھ سے جنگ ہی کے لئے بند کیا گیا ہوتا۔[4]

سقیفہ کے بعد کیا ہوا

۲۔ایک جماعت امیرالمومنینؑ کے پاس آئی اور وہ لوگ کہنے لگے اے امیرالمومنینؑ آپ اپنے حق کے غاصبوں سے جنگ کریں،امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ:کل آپ لوگ تشریف لائیں لیکن اپنا سر منڈا

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۱۴۷،اور مروج الذہب ج:۲ص:۷۹،طبع بولاق مصر۱۲۸۳سنہ

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۳ص:۳۰،مناقب خوارزمی ص:۳۰۱،شرح نہج البلاغہ،ج:۱۵ص:۷۴،العقد الفرید ج:۴ص:۳۰۸،انساب الاشراف ج:۳ص:۶۶۔۶۷،وقعۃ الصفین،ص:۸۷،لابن دمشقی،ج:اص:۳۵۷،صبح الاعشی،ج:اص:۲۲۸،

(۳)الامامۃ و السیاسۃ ج:اص:۱۳۷،شرح نہج البلاغہ ج:۱۱ص:۱۱۱،

(۴)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۳۷،مجمع الزوائد ج:۵ص:۲۰۳،کتاب الصداقۃ،باب کراہۃ الولایت،الاحادیث المختارہ ج:اص:۸۹،المعجم الکبیر ج:اص:۶۲،میزان الاعتدال ج:۵ص:۱۳۵،تاریخ دمشق ج:۳۰ص:۴۱۸،لسان المیزان ج:۴ص:۱۸۹،الضعفاء للعقیلی،ج:۳ص:۴۲۰،تاریخ طبری ج:۲ص:۳۵۳،

لیجئے گا جس سے جنت پر آپ کی رضا معلوم ہوگی،دوسرے دن آپ کے پاس تین[1] یا چار آدمی سے زیادہ نہیں پہنچے۔[2]

۳۔ابن ابی الحدید نے جوہری کی کتاب(السقیفہ)سے لکھا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے صدیقہ عالم صلوات اللہ علیہا کو ایک خچر پر بٹھایا اور انصار کے ہر دروازے پر صدیقہ صلوات اللہ علیہا کو لیکر گئے،دونوں(معصوموں)نے انصار سے نصرت کا سوال کیا تاکہ غاصبوں سے اپنا حق واپس لے لیں،لیکن انصار نے یہ بہانہ کیا کہ ابوبکر کی بیعت پہلے ہوچکی ہے اب کچھ نہیں ہوسکتا لیکن دونوں(معصوموں)نے انصار کا یہ عذر قبول نہیں کیا۔[3]

واقعات سقیفہ پر صدیقہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا کا رد عمل

۴۔یہ تو سب کو معلوم ہے کہ صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا شیخین سے غضبناک تھیں،غصہ کی وجہ شیخین کے کاٹ کر توت تھے،انھوں نے آپ کے شوہر کا حق اور ان کا حق فدک غصب کرلیا تھا۔

شیخین چاہتے تھے کہ معصومہؑ کی خدمت میں باریابی ہو اور ان کو راضی کرلیں لیکن معصومہؑ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دیتی تھیں آخر انھوں نے مولائے کائناتؑ سے کہا کہ آپ سفارش کردیں تا ایک بار ہم صدیقہؑ کی خدمت میں پہنچ تو جائیں۔

مولائے کائناتؑ نے کسی طرح صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کو راضی کیا اور ان دونوں کے لئے اجازت لے لی،جب دونوں صدیقہؑ کی خدمت میں پہنچے تو صدیقہ سلام اللہ علیہا نے اپنا رخ دیوار کی طرف کرلیا،یہ دیکھ کر دونوں گریہ و زاری کرنے لگے،صدیقہؑ نے فرمایا سنو!(یہ سب ڈرامہ بازی چھوڑو)میں تمہیں پیغمبرؐ کی ایک حدیث سناتی ہوں کیا تم اس کا اعتراف اور عملی

---

(۱)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۶، (۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱۱ص:۱۴،

(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۱۳،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۶،بیعت ابوبکر سے امیرالمومنین کا انکار

تصدیق کروگے،دونوں نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیکے پوچھتی ہوں کہ پیغمبرؐ نے کیا یہ نہیں فرمایا تھا؟کہ(فاطمہؐ کی رضا میری رضا اور فاطمہؐ کا غصہ میرا غصہ ہے۔

جو میری بیٹی فاطمہؐ سے محبت کرے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو فاطمہ کو راضی رکھے وہ مجھے راضی رکھتا ہے ار جو فاطمہ کو غضبناک کرے وہ مجھے غضبناک کرتا ہے)تم نے یہ حدیث سنی ہے یا نہیں؟دونوں نے کہا ہاں ہم نے پیغمبرؐ سے یہ حدیث سنی ہے،آپؐ نے فرمایا میں خدا اوراس کے فرشتوں کو گواہ بنا کے کہتی ہوں کے تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور مجھے راضی نہیں رکھا ہے اور جب میں نبیؐ سے لوں گی تو تم دونوں کی ضرور شکایت کروں گی۔

ابوبکر بولے:میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں اس کی ناراض گی اور آپ کی ناراضگی سے اے فاطمہ پھر ابوبکر پر گریہ طاری ہوا،اتنا روئے کہ لگتا تھا اب مرجائیں گے،لیکن معصومہ سلام علیہا مسلسل یہ کہتی رہیں کہ خدا کی قسم میں ہر نماز میں تمہارے لئے بددعا کروں گی۔[1]

۵۔صدیقہ طاہرہؑ نے امیرالمومنین علیؑ کو وصیت کی تھی کہ وہ دونوں((جن سے آپؐ ناراض تھیں،آپ کے جنازہ میں شریک نہ ہوں اور ان کو جنازہ سے الگ رکھنے کے لئے آپ کا جنازہ شب میں اٹھایا جائے،نتیجہ میں آپ کے جنازہ میں چند افراد سے زیادہ شریک نہیں تھے جنازہ شب میں اٹھا اور نشان قبر چھپا دیا گیا جو آج تک ظاہر نہیں ہے[2]یہ ساری باتیں باتیں صرف اس

---

(۱)الامامۃ و السیاسۃ ج:اص:۱۷،کیفیۃ بیعت امیرالمومنینؑ کے باب میں،اعلام النساء ج:۴ص:۱۲۴،فاطمہ بنت محمدؐ،

(۲)حضرت فاطمہ زہراؑ کے حق کا غصب کرنے کا واقعہ نیز رات میں دفن ہونے اور صحابہ کے آپ کے دفن میں شریک نہ ہوکنے کا واقعہ،صحیح بخاری،ج:۴ص:۱۵۴۹،کتاب مغازی باب غزوہ خیبر،صحیح بخاری،ج:۶ص:۲۴۷۴،کتاب الفرائض باب قول النبیؐ:لا نورث ما ترکناہ صدقۃ،صحیح مسلم،ج:۳ص:۱۳۸۰،کتاب الجہاد السیر باب قول النبیؐ لانورث ماترکناہ صدقۃ،صحیح ابن حبان،ج:۱۱ص:۱۵۳،باب الغنائم،ذکر خمس،مسند ابی عوانہ،ج:۴ص:۲۵۱،مبدا کتاب جہاد،المصنف لعبد الرزاق،ج:۵ص:۴۷۲،فی خصومۃ علی و العباس،الطبقات الکبریٰ،ج:۲ص:۳۱۵،فی ذکر میراث رسول اللہؐ،الامامۃ و السیاسۃ،ج:اص:۱۷،کیفیۃ بیعت امیرالمومنینؑ،طرح التثریب،ج:اص:۱۵۰،حضرت فاطمہؑ کی سوانح حیات میں،الاصابۃ،ج:۸ص:۵۹حضرت فاطمہؑ کی سوانح حیات میں،اور دیگر مصادر و منابع تاریخ میں بھی دیکھا جا تا ہے۔

لئے تھیں کے معصومہ عالم صلوات اللہ علیہا شیخین کی رکتوں سے عاجز تھیں اور ان کی باتوں کی عملی تردید پیش کررہیں تھیں تا کہ ثابت ہوجائے آپ ان سے اور ان کی کشتی والوں سے سخت بیزار ہیں یا یہ کہ آپ نے ان سے آنکھیں موڑلی تھیں اورتبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

ابوبکر کی بیعت سے امیرالمومنین کا باز رہنا

۶۔امیرالمومنین نے بہت دنوں تک یا کچھ دنوں تک(۱)ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور(بفرض محال)اگر بیعت کر بھی لی تو ان کی حکومت میں داخل نہیں ہوئے اور ان کے ساتھ رہن سہن کو برقرار نہیں رکھا گر اس لئے کہ آپ کے آپ اسلام کے نقصان پہنچنے سے خائف تھے،جیسا کہ آپ نے اہل مصر کو ایک خط میں لکھا،میں نے اپنے ہاتھ کو روکے رکھا یہاں تک کہ دیکھا لوگ اسلام سے واپس پلٹ رہے ہیں اور دین محمد کو مٹانے کی دعوت دے رہے ہیں تو میں ڈرا کہ اگر میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہیں کروں گا تو اسلام میں رخنہ پڑھ جائے گا یا اسلام کی عمارت کو منہدم ہوتے ہوئے دیکھوں تو یہ تمہاری حکومت میرے ہاتھ سے نکلنے کی وجہ سے جو مصیبت آئی ہے اس مصیبت سے بڑی مصیبت ہوگی،حالانکہ دنیا کی حکومت تو محض چندوں کی ہے اور یہاں جو ہوتا ہے فوراً مٹ جاتا ہے یا گویا کہ دنیا بے موسم کا برستا ہوا بادل ہے پس میں اسلام کی مدافعت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا،یہاں تک کہ باطل برباد ہوگیا اور مٹ گیا اور دین مطمئن ہوکے گنگنانے لگا(ٹھہر گیا)۔(۲)

شوریٰ کے واقعات اور امیرالمومنین اور آپ کے اصحاب کا نظریہ

۷۔امیرالمومنین نے شوریٰ کے واقعات کی اکثر شکایت کی ہے جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں پیش کی جاچکی ہے،سب جانتے ہیں کہ شوریٰ کی بنیاد ہی زبردستی اور تغلّب پر رکھی گئی تھی،شوریٰ

----

(۱) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۵۴۹،کتاب مغازی،باب غزوہ خیبر، صحیح مسلم ج:۳ص:۱۳۸۰،کتاب جہاد و السیر،قول نبیؐ کے باب میں،ہم میراث نہیں چھوڑتے بلکہ جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے، صحیح ابن حبان ج:۱۱ص:۱۵۳،باب غنائم،مسند ابی عوانہ ج:۴ص:۲۵۱،المصنف لعبد الرزاق ج:۵ص:۴۷۲۔۴۷۳،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۷،

(2) نہج البلاغہ ج 3 ص:119

کے پہلے ہی یہ بات طے ہوچکی تھی کہ جو شوریٰ کے فیصلے سے انکار کرے اس کی گردن ماردی جائے اور عمر نے یہی وصیت ابوطلحہ انصاری سے کی تھی۔

طبری کہتے ہیں کہ جب عبدالرحمٰن نے عثمان کی بیعت کرلی تو امیرالمومنینؑ نے ان سے کہا تم ایک زمانے سے ان کی حمایت کررہے ہو،یہ کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زبردستی کی ہے،میں صبر جمیل کروں گا اور اللہ سے مدد طلب کروں گا،خدا کی قسم تم نے عثمان کو ولی اس لئے بنایا ہے کہ حکومت تمہارے پاس واپس آجائے اللہ تو ہر روز ایک الگ ہی شان میں ہے))عبدالرحمٰن نے کہا علیؑ اپنے نفس کے خلاف سبیل نہ پیدا کرو(صریحی دھمکی دی ہے قتل کی)[1]

کچھ دنوں کے بعد عبدالرحمٰن سے عثمان کی بات بگڑگئی اور عبدالرحمٰن نے جو امیدیں لگائی تھیں وہ عثمان پوری نہیں کر سکے تو مولائے کائناتؑ نے عبدالرحمٰن سے کہا: وف کے بیٹے!عثمان نے تمہارے احسان کا کیا بدلہ دیا؟بہت سے بھروسہ کرنے والے شرمندہ ہوئے ہیں اور انسان جب اپنے اعمال غیراللہ کے لئے انجام دیتا تو مدح کرنے والے لوگ اس کی مذمت کرنے لگتے ہیں۔[2]

ابن ابی الحدید نے شعبی کے حوالے سے لکھا کہ اہل شوریٰ نے یہ طے کیا جو بیعت نہیں کرتا ہے اس کی یک زبان ہو کر مخالفت کی جائے،تو وہ علیؑ کے پاس آئے اور بولے اٹھئے اور بیعت کر لیجئے،آپ نے فرمایا:اگر میں نہ کروں تو؟کہنے لگے ہم آپ سے جہاد کریں گے،پس آپ عثمان کے پاس گئے اور بیعت کرلی اس وقت آپ یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے سچ کہا تھا۔[3]

---

(۱)تاریخ طبری ج:۲ص:۵۸۳،فی قصۃ الشوریٰ،شرح نہج البلاغہ ج:۱۲ص:۲۶۴،تاریخ مدینۃ لابن شبۃ ج:۳ص:۹۳۰،العقد الفرید ج:۴ص:۲۵۹،السجدۃ الثانیۃ فی خلافۃ عثمان

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۳۱۶،

(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۵۵،

جوہری اور شعبی دونوں ہی نے عبدالرحمٰن بن وف کی کوشش کی حکایت کی ہے، لکھتے ہیں: عبدالرحمان بن وف نے کہا: عثمان نے ہاتھ کھولا تو انھوں نے بیعت کی اور ارباب شوریٰ بیعت کر کے جانے لگے سوائے علیؑ کے، علیؑ نے بیعت نہیں کی، پس عثمان لوگوں کے سامنے آئے اور خوشی سے ان کا چہرہ چمک رہا تھا، علیؑ بھی نکلے تو آپ کے چہرہ سے سستی ظاہر ہو رہی تھی اور (ان دونوں مورخوں کے الفاظ میں) چہرہ تاریک تھا، آپ فرما رہے تھے اے ابن وف! یہ پہلا دن ہماری مظلومیت اور تمہارے ظلم کا نہیں ہے ہمارا حق ہم سے چھین لیا اور ہم پر دوسروں کو ترجیح دی گئی یہ تو تم لوگوں کا ہمارے خلاف ہمیشہ کا دستور ہے اور یہ طریقہ تم نے ترکہ میں چھوڑا ہے۔(۱)

شوریٰ کے متعلق مولائے کائناتؑ کے اصحاب خاص کے نظریات و موافقت کی تصریح کتابوں میں بھری پڑی ہے، ذوق جستجو رکھنے والے کے لئے ان معلومات کا اکھٹا کرنا بہت آسان ہے ویسے ہم چوتھے سوال کے جواب میں بھی شوریٰ کے حوالے سے کچھ عرض کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ابوبکر و عمر کے سلسلے میں شیعہ بس اتنا ہی کچھ کہتے ہیں جو ان کے امام امیرالمومنین علیہ السلام اہل بیتؑ اور اصحاب پیغمبرؐ جو مولیٰ علیؑ کے ہم نوا تھے نے فرمایا ہے اس سے زیادہ کچھ اور آپ شیعوں کا موقف مولیٰ علیؑ، اہل بیتؑ اور اصحاب خاص پیغمبرؐ سے زیادہ سخت موقف نہیں پائیں گے۔

اب اگر کوئی حقائق کا انکار کرنا بھی چاہے اور یہ انکار بھی شک کی بنیاد پر یا خبر آحاد کی وجہ سے ہوگا یا اس وجہ سے کہ اسناد کی وضاحت نہیں ہوئی ہے یا اس وجہ سے کہ استدلال کرنے میں زور و زبردستی سے کام لیا گیا ہے تو وہ انکار قابل نہیں ہے کیونکہ کوئی شخص گذشتہ صفحات میں مرقوم تمام باتوں کا انکار اس کی ترتیب یا اس میں تشکیک و تجاہل نہیں کرتا اور نہ ہی ان کی مجموعی دلالت کو نقص کرتا ہے۔

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۵۳،

امیرالمومنینؑ اور آپ کے معاصرین کے لام کا اثر یہ ہوا کہ شیعیت کے عقائد ظاہر ہوگئے

آپ نے گذشتہ صفحات میں کچھ تصریحات پڑھیں اور کچھ باتیں چوتھے سوال کے جواب میں بھی آنےوالی ہےیں،ان تمام باتوں کو دیکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خلافت کے معاملے میں امیرالمومنینؑ اور اصحاب پیغمبرؐ کے نظریہ کے وقتاً فوقتاً وضاحت اور مسلسل تاکید سے ایک بڑا فائدہ جو ہوا وہ یہ کہ اکثر مسلمان اس حقیقت سے وقف اور متنبہ ہوگئے جو مسلسل چھپائی جارہی تھی،وہ حقیقت تھی خلافت کے بارے میں شیعہ عقیدہ،جب جمہور کے شور میں یہ آواز بالکل الگ سے بلند ہوئی تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور قرآن و سنّت میں اس کے لئے دلیلیں تلاش کرنے لگے پھر مزید دلیلیں ملتی گئیں یہاں تک کہ امیرالمومنینؑ ہی کے زمانہ میں حقیقت آب بلّور کی طرح چمکنے لگی،ایک جماعت (شیعوں)کو اتنی بصیرت حاصل ہوگئی کہ ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اس حقیقت کو اعلان کرنے کے لئے اگر انھیں جہاد بھی کرنا پڑا تو کریں گے،بلکہ اگر جان و مال کی قربانی بھی دینی پڑی تو خوشی سے دیں گے،اگر چہ نبیؐ کی سنت کو معطل کردیا تیا تھا،جیسا کہ میں نے آپ کے ساتویں سوال کے جواب میں عرض کیا ہے،سنّت نبیؐ کے خلاف فیصلے ہوا کرتے تھے(لیکن شیعہ عقائد نبیؐ کی سیرت اور قرآن کی آیتوں میں اتنا واضح تھے کہ)فرقہ شیعہ کا ایک مستقل وجود تاریخ نے اس دور میں درج کرلیا اور پھر یہ عقیدہ تدریجاً مضبوط ہوتا گیا اور یہ حق کا قافلہ آخر میں ہم تک پہنچا،بہتر سمجھتا ہوں کہ بعض شواہد کا تذکرہ کرتا چلوں۔

ا۔جب جمل میں امیرالمومنینؑ کا لشکر قبیلہ طے سے گذرا تو ایک بوڑھا جو قبیلہ طے سے تعلق رکھتا تھا اور بالکل ہی ضعیف ہوچکا تھا اس نے اپنی دونوں بھوؤں کو اٹھایا اور جناب امیرالمومنینؑ کے چہرے پر نظر کی پھر پوچھا کیا آپ ہی ابوطالبؑ کے بیٹے ہیں،فرمایا ہاں،اس نے کہا خوش آمدید اہلاً و سہلاً و مرحبا...اگر ہم نے آپ کی بیعت نہ بھی کی ہوتی اور آپ ہم سے مدد مانگتے تو قرابت پیغمبرؐ کی

و.ہ سے ہم آپ کی ضرور مدد کرتے اس لئے کہ آپ نے بڑے صالح ایام(اور بہ مشہور کارنامے)انجام دیئے ہیں،آپ کس سربلند سیرت کا بیان جو کچھ میں سنتا رہا ہوں اگر حق ہے تو مجھے قریش پر تعجب ہے کہ انھوں نے آپ کو موخّر کرکے آپ کے غیر کو مقدم کیا،انھوں نے حدود خدا کو توڑا اور خدا کے ساتھ زیادتی کی،آپ ہمارے یہاں تشریف لائیے،ہمارے قبیلہ میں کوئی آپ کی مخالفت نہیں کرے گا گر وہ جو غلام ہوگا یا حرام زادہ ہوگا،گر یہ کہ آپ اجازت دیں۔[1]

آپ اس بوڑھے شخص کو دیکھیں وہ امیرالمومنینؑ کی طرف صرف اس لئے جھک رہا ہے کہ آپ کے کارنامے اس حد تک پہنچے ہیں پھر وہ تعجب کررہا ہے کہ جب امیرالمومنینؑ کی عبقریت کا شہرہ اتنا زیادہ ہے تو قریش نے آپ کے علاوہ کسی کو کیسے امیر بنالیا۔

۲۔ابن ابی الحدید نے جناب ابوذرؑ کی وفات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ابوذر غفاری کے پاس آپ کی وفات کے وقت کچھ لوگ آئے تھے،حدیث نبویؐ ہے کہ((ابوذرؑ کی وفات کے وقت ان کے پاس سے ایک جماعت گذرے گی))ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث کو ابوعمر بن عبدالبر نے سوانح حیات جندب کے اول باب میں لکھنے سے پہلے لکھا ہے کہ ربذہ میں وفات ابوذرؒ کے وقت جو جماعت گذری تھی اس میں حجر بن عدی اور مالک اشتر بھی تھے(حجر بن ادبر اور مالک بن الحارث اشتر)

میں(ابن ابی الحدید)کہتا ہوں کہ حجر بن ادبر وہی ہیں جن کو معاویہ نے بہت سنگدلی کے ساتھ شہید کردیا،آپ اعلام شیعہ اور عظیم لوگوں میں سے تھے اور مالک اشتر شیعوں میں اسی طرح مشہور ہیں جس طرح ابوالھذیل معتزلہ میں۔

ہمارے استاد عبدالوہاب بن سکینہ کے سامنے کتاب الاستیعاب پڑھی جارہی تھیں میں وہیں موجود تھا جب پڑھنے والا مذکورہ بالا روایت تک پہنچا،میں اس کے ساتھ حدیث سن رہا تھا،

----

(۱)الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۵۲،حضرت علیؑ کی مدد کے لئے عدی بن حاتم کی اپنی قوم کو للکارنا۔

تو میرے استاد عمر بن عبداللہ الدبّاس نے کہا اب تو شیعہ جو چاہے کہتے ہیں اس لئے کہ شیخ مفید اور سید مرتضی تو وہی کچھ کہتے ہیں جو عثمان اور متقدمین عثمان کے بارے میں حجر بن عدی اور مالک اشتر کہتے تھے،یہ سن کر شیخ ابن سکینہ نے استاد دبّاس کو چپ ہوجانے کا اشارہ کیا تو وہ خاموش ہوگئے۔[1]

۳۔شریح بن ہانی کو مولائے کائنات نے عمروعاص کو سمجھانے کے لئے بھیجا،شریح نے عمروعاص سے کہا دیکھو بھائی جو حق تھا وہ میں نے تم تک پہنچادیا،یہ سن کر عمروعاص کا چہرہ بگڑ گیا اور کہنے لگا:میں علیؑ کا مشورہ قبول ہی کب کرتا ہوں؟!میں نہ ان کی طرف آؤں گا اور نہ ہی ان کی رائے کو کسی شمار میں رکھتا ہوں۔[2]

شریح کہتے ہیں:میں نے کہا اے ابن نابغہ تجھے تیری مولا اور نبیؐ کے بعد مسلمانوں کے سردار کی رائے قبول کرنے سے کس چیز نے بارز رکھا ہے؟آپ دیکھیں کہ شریح جو ایک شیعہ تھے،ان کے الفاظ جو انھوں نے امیرالمومنینؑ کے لئے استعمال کئے اس بات کے ثبوت ہیں کہ شیعہ مولائے کائناتؑ کو ابوبکر،عمر اور عثمان سے مقدم سمجھتے تھے.

۴۔تاریخ کہتی ہے کہ زیادہ جب کوفہ کا عامل تھا تو معاویہ نے اس کو خط لکھا جو حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں تھا،اس میں معاویہ نے یہ لکھا تھا کہ حجر بن عدی کا ٹولہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تخت خلافت کے لئے سوائے آل ابی طالبؑ کے کسی کو صالح نہیں سمجھتے۔[3]

۵۔جب عبداللہ بن زبیر نے ابن مطیع کو کوفہ کا والی بنایا تو اس نے کہا،میں ضرور بالضرور عثمان اور عمر کی سیرت کی پیروی کروں گا،سائب بن مالک کھڑے ہوگئے اور کہا:عمر کی سیرت تو

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۵ص:۱۰۰۔۱۰۱،

(۲)وقعۃ صفین ص:۵۴۳،

(۳)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۲۶،۵۱ سنہ کے واقعات،الکامل فی التاریخ ج:۳ص:۳۳۳،۵۱ سنہ کے واقعات،مقتل شہید عثمان ج:۱ص:۲۲۵شہادت عمرو بن حمق خزاعی کے ذکر میں

ہمارے لئے بہ کم ضرر رساں ہے سیرت عثمان سے لیکن تجھ پر واجب ہے کہ سیرت علیؑ کی پیروی کرے اس سے کم پر ہم راضی نہیں ہیں۔[1]

۶۔ توابین(وہ لوگ جو خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لئے اٹھے تھے بعد میں جناب مختار کو اپنا امیر بنالیا)کہتے ہیں کہ حصین ابن نمیر آیا در حالیکہ اس نے ہمارے خلاف لشکر تیار کیا تھا جب وہ لوگ قریب آئے تو ہم نے انھیں اتحاد کی پیشکش کی اس کے لشکر نے یہ شرط رکھی کہ ہمارے ساتھ مل کر عبدالملک مروان کے ساتھ ہوجائیں اور اس کی اطاع میں داخل ہوجائیں اور ہم نے انھیں یہ د وت دی کہ وہ عبیداللہ ابن زیاد کو ہمارے حوالے کردیں تا کہ ہم اس کو اپنے کچھ بھائیوں کے انتقام میں قتل کر سکیں اور عبدالملک بن مروان کو ہٹادیا جائے،آل ابن زبیر کو ہمارے شہروں سے نکال دیا جائے پھر ہم یہ حکومت اپنے نبیؐ کے اہل بیتؑ کے حوالے کردیں جن کی و ہ سے اللہ نے ہمیں یہ ہمت اور کرامت بخشی ہے لیکن اس قوم نے ان شرطوں کو نہیں مانا تو ہم نے بھی ان کی شرطوں کو ٹھکرادیا۔[2]

۷۔بنی امیہ کے امرا اور گورنر شیعیت کی جانچ اور پرکھ کرنے کے لئے کسی سے بھی یہ پوچھتے تھے تمہارا شیخین کے بارے میں کیا نظریہ ہے اور جو ان سے اظہار برائت کرتا تھا،شیعہ سمجھا جاتا تھا اور مواخذہ کا سزاوار ہوتا تھا،اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیعوں کا عقیدہ عصر اولی ہی میں مشہور ہوچکا تھا۔

---

(۱)انساب الاشراف ج:۶ص:۳۸۳،قصہ امیر مختار،تاریخ طبری ج:۳ص:۴۳۵،۶۶ سنہ کے واقعات،الکامل فی التاریخ ج:۴ص:۲۸،ج:م۶۶ سنہ کے واقعات،الفتوح لابن اعثم کوفی،ج:۳ص:۲۴۹،ابتداء خروج مختارؑ

(۲)تاریخ طبری ج:۳ص:۳۸۳،۶۵ سنہ کے واقعات اور توابین کا خروج،انساب الاشراف ج،۶ص:۳۷۱،فی امر التوابین الفتوح لابن اعثم کوفی ج:۳ص:۳۴۵،تاریخ کامل ج:۴ص:۷،۶۵ سنہ کے واقعات

۸۔ملاحظہ کریں یہ ابوحمزہ شاری خارجی ہیاور بنوامیہ کے آ خری دور میں مدینہ میں داخل ہوتا ہے(اور خطبہ دے کر شیعوں کی کچھ خاص پہچان بتا دیتا ہے ساتھ ہی یہ بھی کہ شیعہ اسلام کے صدر اول میں ہی اپنے عقائد میں منفرد تھی اور جانی پہچانی تھی)

ابوحمزہ خارجی کے خطبہ کو دیکھیں کہتا ہے کہ:اور ہمارے شیعہ بھائی جو اگر چہ دین میں ہمارے بھائی نہین ہیں لیکن میں نے خدا کا یہ قول سنا ہے کہ(اے لوگو!میں نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہارے اندر شعبے اور قبیلے قرار دیئے تا کہ تم پہچانے جاؤ)تو یہ وہ فرقہ ہےجس نے کتاب خدا کے ذریعہ غالب آنے کی کوشش کی اور خدا کو چھوڑ کے ایک گروہ بنالیا ان کی نگاہیں قرآن میں رس ہیں نہ فقہ میں با نظری ہے،تو اب حقیقت کی جانچ نہیں کرتے اور اپنے معاملات کو خواہشات نفس کا قیدی بنادیا ہے،ان کے مذہب کی بنیاد ایک قوم کی محبت پر ہے جس کو انہوں نے لازم قرار دیا ہے اور وہ لوگ انھیں کی اطاعت کرتے ہیں،گمراہی ہو یا ہدایت،رجعت کا یقین رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد حکومت کے منتظر ہیں اور قیامت کے پہلے مبعوث ہونے کے قائل ہیں،مخلوق کے لئے علم غیب کا دعوی کرتے ہیں حالانکہ(جن لوگوں کو وہ عالم غیب سمجھتے ہیں ان میں کا کوئی آدمی یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے گھر میں کیا ہے؟بلکہ یہ تک نہیں جانتا کہ اس کے کپڑے میں کیا لپٹا ہوا ہے؟یا اس کے جسم کو کس چیز نے گھیر رکھا ہے،گناہوں کی وجہ سے گناہگاروں کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ اسی پر وہ عمل کرتے ہیں اور اس سے نکلنے کا وہ راستہ نہیں پاتے،اپنے دین میں جفا کار اور کم عقل ہیں،انھوں نے اپنے دین کی باگ ڈور عرب کے ایک گھروالوں کے حوالہ کردی ہے،وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی(اہل بیت کی)محبت انھیں اعمال صالحہ سے بےنیاز کردےگی اور برے اعمال کی سزاؤں سے بچالے گی،خدا انھیں قتل کرے گا کہاں بہکے جارہے ہیں؟۔[1]مندرجہ بالا خطبہ اگر چہ شیعوں کی منقصت میں وارد ہوا ہے اور اس میں شیعوں پر بہت سارے الزامات عائد کئے گئے ہیں جن کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے اور ایسے لوگوں سے شیعوں کو یہی

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۵ص:۱۱۹،

امید بھی ہے لیکن اس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ شیعوں کے عقائد اسلامی دور کی ابتدا ہی میں شائع اور مشہور ہوچکے تھے۔

۹۔حق تو یہ ہے کہ اگر شیعوں کے عقائد صدر اول میں نکھر کے سامنے نہ آچکے ہوتے،خصوصاً شیخین کے غصب خلافت اور مولائے کائناتؑ اور اہل بیتؑ کے استحقاق خلافت کا عقیدہ تو بنی عباس اتنی آسانی سے سریر آرائے سلطنت نہ ہوجاتے،انھوں نے اپنی حکومت کی اساس ہی شیخین سے اظہار برائت پر رکھی تھی اور لوگوں کو یہی بتا رہے تھے کہ شیخین کی خلافت شرعی نہیں تھی اور صرف اہل بیتؑ مخصوص بالخلافہ ہیں،اس سلسلے میں کچھ شواہد میں نے آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں پیش کئے ہیں،اگر چہ خلفائے بنوعباس بھی بدل گئے اور اہل بیت اطہارؑ سے عداوت کا اظہار کردیا،شیعیت سے الگ ہوگئے اور اس کا انکار کرنے لگے اور اس کی شدت سے مخالفت کرنے لگے،نتیجہ میں ان کے خلاف علوئین کھڑے ہوگئے اور ان کی جنگجو جماعتیں خلافت کا مطالبہ کرنے لگیں ان کے پاس بھی یہی دلیل تھی کہ خلافت کا حق حق جب اہل بیتؑ کا ہے تو اولاد علیؑ ہونے کی وجہ سے اہل بیتؑ سے رشتہ ہونے کے ناطے بنوعباس سے زیادہ حقدار خلافت ہیں،یعنی ان کے دعوے کا اساس بھی شیعیت ہی تھی،اگر شیعوں کے عقائد مشہور و معروف و منفرد نہ ہوچکے ہوتے تو لوگ انقلاب کے نعرے کو شیعہ پلیٹ فارم سے بلند نہیں کر سکتے تھے،شیعیت ایک مستقل مذہب اور حق کی علامت بن چکا تھا اور اس حد تک اس کو صحیح سمجھا جاتا تھا کہ اسی بنیاد پر مسلمانوں کو حق کی طرف بلایا جاتا تھا اور لوگ ان کی دعوت قبول کرتے تھے پھر شیعیت کو عمل میں لاکے حاکم بن جاتے تھے۔

شیعہ عقائد کے چہرے پر یہ نکھار کس کا عطیہ ہے؟صرف امیرالمومنینؑ کی کوشش کا نتیجہ تھا آپ اپنی زندگی میں صحابہ کو اپنی سیرت،اپنے خطبے اور اپنے طرز عمل سے مسلسل متوجہ کرتے رہے اور بتاتے رہے کہ خلافت میرا حق تھا جو غصب کرلیا گیا،میں آپ کے چوتھے سوال کے جواب میں یہ باتیں عرض کرچکا ہوں گذشتہ بیان کو سامنے رکھ کے سوچئے کس عبارت اور کس کتاب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام غاصبین خلافت سے راضی تھے،ان کا اقرار کرتے تھے اور ان کے حق میں دستبردار ہوگئے تھے تاکہ ان کی حکومت کی کوئی شرع عذر حاصل ہوسکے۔

امیرالمومنین کا واضح موقف اور علما اہل سنت کا ادراک

حق بات تو یہ ہے کہ اہل سنت کے اکثر علما اور مخصوص افراد یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن چونکہ امیرالمومنینؑ کی عظمت سے وہ انکار نہیں کرتے اور آپ کی رفعت شان کا اقرار بھی کرتے ہیں لہٰذا آپ کے موقف کو غلط نہیں ٹھہراتے اور آپ کے دشمن کا بھی احترام کرتے لہٰذا بعض مقامات پر غیراختیاری طور پر وہ آپ کے نظریات کا اظہار کربیٹھے ہیں کبھی کبھی ان کا خود اپنے نفس پر رقابو نہیں ہوتا اور حق ان کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے،اس کی چند مثالیں اس وقت اس کتاب میں بھی گذرچکی ہیں جہاں ہم نے شیعوں کا ان کےائمہ ھدی علیہم السلام سے اختصاص اور شیعوں کے نظریات کی ائمہؑ کی طرف سے تصدیق پیش کی تھی،اب ایک واقعہ پھر مقام مثال میں پیش کیا جارہا ہے،اسے غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ اہل سنت حضرات شیخین کی حقانیت کا زبردستی اقرار کرکے کس چیستان میں پھنس چکے ہیں۔

شیخین کے متعلق امیرالمومنینؑ کے موقف کے بارے میں اسمٰعیل حنبلی کا واقعہ

امیرالمومنینؑ کی خلافت کے بارے میں شکایت کا تذکرہ کرنے کے بعد ابن ابی الحدید نے ایک پر لطف واقعہ لکھا ہے جو ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

وہ کہتے ہیں مجھے یحیٰی بن سعید جو ابن عالیہ کے نام سے مشہور ہیں اور بغداد کے نہر بس علا قے میں((قطفتا))کےرہنےوالے ہیں۔بتایا(بیان کیا)کہ میں فخر اسمٰعیل بن علی حنبلی جو حنبلیوں کے فقیہ اور((غلام ابن مُنیٰ))کے نام سے مشہور ہیں کی خدمت میں حاضر تھا،آپ بغداد میں حنبلی فرقہ کے فقیہ اور مناظرے میں ماہر مانے جاتے تھے،اس وقت وہ کسی منطقی بحث میں الجھے ہوئے تھے،بڑے شیرین گفتار تھے،میں نے انھیں دیکھا تھا اور ان سے روایتیں بھی کی ہیں،ان کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور ان کی باتیں سنتا تھا ان کی وفات۶۱۰ سنہ میں ہوئی۔

ابن عالیہ کہتے ہیں کہ میں فخر اسماعیل کی خدمت میں حاضر تھا اور باتیں ہورہی تھیں کہ ایک حنبلی شخص آیا،اس شخص کا ایک کوفی کے پاس کچھ پیسہ قرض تھا اور اس نے اس کوفی سے اپنے قرض کا بہت سختی سے مطالبہ کیا تھا،اس کوفی نے یہ طے کیا تھا کہ یوم غدیر کی زیارت پر اس کا قرض ادا کرے گا،اس لئے یہ حنبلی اپنا قرض لینے کوفہ گیا تھا،یوم غدیر کا مطلب ہے((۱۸ذی الحجہ))اس تاریخ کو امیرالمومنین علیہ السلام کے مزار اقدس پر بہت بڑا مجمع ہوتا ہے لوگ دنیا کے ہر گوشے سے آپ کی زیارت کو آتے ہیں اور اتنا بڑا مجمع ہوتا ہے جو ناقابل شمار ہے۔

ابن عالیہ کہتے ہیں جب شیخ فخر اسماعیل کی مجلس میں وہ حنبلی آیا تو وہ اس سے اس کے قرض کے بارے میں پوچھنے لگے کہ کوفہ میں تم نے کیا دیکھا اور کس سے ملے،تمہارے مقروض نے تمہارا قرض ادا کیا یا نہیں اور کیا اس کے پاس تمہارا پیسہ ابھی باقی ہے اور وہ شخص ان کا جواب دے ہی رہا تھا،یہاں تک کہ اس نے کہا اے میرے سردار:کاش آپ نے کبھی غدیر کے دن امیرالمومنینؑ کی زیارت کی ہوتی اور دیکھتے کہ ان کے مزار پر کیا کیا ہوتا ہے،صحابہ کی کیسی فضیحت کی جاتی ہے اور کیسے برے افعال انجام دئے جاتے ہیں،صحابہ کو بلند آواز میں گالیاں دی جاتی ہیں،بغیر کسی خوف اور جھجک کے خلفا کو برا کھلا کہا جاتا ہے،یہ سن کر فخر اسماعیل نے کہا وہ تو ہے لیکن اس میں شیعوں کا کیا قصور ہے؟جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا راستہ تو صاحب تبرؑ نے دکھایا ہے اور صحابہ پر سب شتم کا دروازہ تو اس صاحبِ تبر(مولائے کائناتؑ)نے کھولا ہے،اس حنبلی نے پوچھا صاحب تبر سے آپ کی مراد کون ہیں؟کہنے لگے:علی ابن ابی طالب علیہ السلام،۔اس نے کہا اے میرے سردار کیا یہ طریقہ علی ابن ابی طالبؑ کا جاری کیا ہوا ہے،کیا علی ہی نے انھیں تعلیم دی ہے اور سب صحابہ کا راستہ دکھایا ہے وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہاں،اس حنبلی نے کہا کہ جناب عالی!اگر علیؑ حق پر ہیں تو ہم فلاں،فلاں سے محبت کیوں کرتے ہیں اور اگر علیؑ باطل پر ہیں تو پھر ہم علیؑ سے محبت کیوں کرتے ہیں اور ان سے اظہار برائت کیوں نہیں کرتے،دونوں میں سے ایک سے تو ہمیں تبرا کرنا چاہئے،علیؑ سے یا شیخین سے۔

ابن عالیہ کہتے ہیں:یہ سن کر فخر اسماعیل جلدی سے کھرے ہوگئے اور اپنی جوتیاں پہن لیں پھر بولے خدا لعنت کرے اسماعیل پر اگر اسے اس مسئلہ کا جواب معلوم ہو!یہ کہہ کر اپنے حرم میں داخل ہوگئے،ہم بھی اٹھے اور وہاں سے واپس چلے آئے۔[1]

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شیعہ اپنے ائمہؑ سے کبھی اختلاف نہیں کرتے بلکہ ہر قدم پر ان حضراتؑ کی پیروی کرتے ہیں،قرآن اور سنت نبیؐ نے شیعوں کو یہ،بتایا کہ اہل بیت علیہم السلام امتؑ کے مرجع اور امام ہیں اور اس بنیاد پر شیعوں نے اہل بیتؑ کا دامن تھام لیا،اب شیعوں کا عمل شیخین کے معاملات میں شیعوں کے اماموں کا آئینہ دار ہے اور بس ہم جس موضوع پر گفتگو کررہے ہیں ابھی بہت سی باتیں اس سلسلے میں مقام شہادت میں آنے والی ہیں۔

یہ دعویٰ کہ ائمہؑ شیخین کی خلافت کا اقرار کرتے تھے اور ان سے راضی تھے محتاج دلیل ہے

اب صرف ایک بات رہ گئی جس کو اس سلسلے میں ضروری سمجھا جا تا ہے وہ یہ کہ جب یہ بات طے ہوچکی کہ خلافت کے مستحق صرف امیرالمومنینؑ تھے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں اور یہی بات سوال میں بھی مفروض ہے،اس کے بعد یہ دعویٰ کہ امیرالمومنین اور دوسرے ائمہ اہل بیتؑ اپنے اس حق خلافت سے دستبردار ہوچکے تھے اور غیروں کی خلافت کا اقرار کرچکے تھے،اصل کے خلاف ہے اس لئے محتاج دلیل ہے اور دلیل بھی ایسی جس کے بعد بہانے اور عذر کی گنجائش نہ رہے۔

اس لئے ہمیں اس بات کا حق حاصل ہے کہ جو آدمی اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ امیرالمومنینؑ اپنے حق سے دستبردار ہوچکے تھے اور شیخین کی خلافت کا اقرار کرچکے تھے،کیا اس کے پاس اس دعوے پر کوئی ایسی دلیل ہے جس پر اعتماد کیا جائے اور جس کی بنیاد پر یہ طے ہوجائے کہ گذشتہ باتیں غلط ہیں اور سابقہ تحریفات مردود ہیں یا جس دلیل کے ذریعہ سابقہ تصریحات سے منھ موڑ لیا جائے اور عملی طور پر وہ دلیل اتنی قوی ہو جو دوسری دلیلوں پر بھاری پڑے اگر اس کے پاس ایسی کوئی

---

(۱)شرح نہج البلاغۃ ج:۹ص:۳۰۷،۳۰۸،

دلیل یہ ہے تو برائے مہربانی وہ پیش کرے تاکہ ہم اس پر نظر کریں۔

لیکن گذشتہ تصریحات سے ایک بات بہرحال ثابت ہوتی ہے کہ شیخین کے بارے میں شیعوں کا نظریہ کسی تعـ ب اور عنـاد کـی و ـہ سے یا اصحابِ پیغمبرؐ سے بغـ و عداوت کی و ـہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد بہ مضبوط دلیلوں پر ہے،وہ دلیلیں جو کامیاب از ـانوں کی فـہم و فراسـ کا نتیجہ ہیں،اب اگر کوئی خواہ مخواہ یہ بات کہے کہ نہیں ان کا کامیاب لوگوں نے غلطی کـی ہے اس لـئے کـہ ان کـی دلیلوں سے قوی تر دلیلیں جن سے وہ ناواقف تھے مقام استدلال میں موجود ہیں تو میں رض کروں گا کـہ پھـر انھـیں معـذور سـمجھا جائے،خاص طور سے اہل سنـ کو تو یہ بات مان لینی چاہئے اس لئے کہ ان کے یہاں خطائے اجتہادی میں بہ گنجائش ہے،اس طـرح کی باتوں میں خطائے اجتہادی پر بھی ثواب لمتا ہے جب کہ ان حضرات نے معاویہ،عمروعاص اور مغیرہ بن شعبہ جـ لوگـوں کـو خطـائے اجتہادی کا مجرم سمجھ کے معاف کردیا ہے تو...بہرحال اللہ نیتوں سے واقف ہے اور وہی ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔

سوال نمبر۔۴

کیا یہ ممکن ہے کہ صحابہ کی اتنی بڑی تعداد علیؑ کی نص شرعی سے غافل رہی ہو اور ان پر نص کی موجودگی میں نص کی ان دیکھی کی ہو؟جب کہ اللہ ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ:تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے انتخاب کئے گئےہو کہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو؟[۱]

جواب:اس سوال کا جواب ہم کئی صورت سے دے سکتے ہیں۔

صحابہ کا نص سے تغافل یا نبیؐ کا امر امت سے اہمال،کون بہتر ہے؟

پہلی صورت:اگر یہ بات بعید از قیاس مان لی جائے کہ صحابہ نے امر خلافت کے معاملے میں نص کی طرف توجہ نہیں دی اور نص کی موجودگی میں مولائے کائناتؑ کو چھوڑ کے دوسرے کو خلیفہ مان لیا تو اس سے زیادہ بعید از قیاس یہ ہے کہ نبیؐ نے امر امت کی طرف توجہ نہیں دی اور بےسردار کی فوج چھوڑ کے چلے گئے،کیا یہ ممکن ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے امر خلافت کو بغیر نص کے چھوڑ دیا ہو،خلافت کے حدود کی وضاحت نہیں کی ہو اور اس کو قابل توجہ نہیں سمجھا ہو جب کہ آنےوالے وقتوں میں امر خلافت نے دین میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل کرلی اور خلافت ہی مسلمانوں کے جملہ امور کی ترتیب و تنظیم اور نظم و ضبط کا مرکز قرار پائی،مسلمانوں کے درمیان جو بھی معرکہ ہوئے اور جتنی بھی خوں ریزی ہوئی وہ صرف اور صرف خلافت کے لئے ہوئی،ہر مسلمان کے دل میں خلافت کی لالچ،ہر آدمی کی خلافت

----

(۱)سورہ آل عمران:آیت:۱۱۰

کے بارے میں ال رائے،ہر آدمی کا خلا کے بارے میں اپنا اجتہاد نہ کوئی ضاطبہ،نہ کوئی حد،نہ کوئی اصول،امر خلا کی اہمیت کو دیکھئے خلیفہ کے عدم تشخیص کی وجہ سے مسلمانوں کو پہنچنےوالے نقصانات کا انداز کیجئے اور پھر سوچئے کے سرکار دو عالمؐ نے اتنے اہم مسئلہ کو تشنہ تفسیر چھوڑ دیا،نہ کوئی نص فرمائی نہ کوئی اشارہ کیا،یوں ہی امت کے ہاتھ میں دے کے چلے گئے اور وہ امت جس کے تمام از ان اپنی ال ال نظریے رکھتے ہیں،حضورؐ کے تجربات شاہد ہیں کہ امت کو ایک شیرازہ میں باندھنا،ایک پلیٹ فارم پر لانا،ایک کلمہ پر متحد کرنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ مینڈوں کو تولنا،پھر سوچئے کہ ان تمام باتوں کے باوجود اگر حضور سرور کائناتؐ نے خلافت کے مسئلہ کو غیر منصوص چھوڑدیا تو یہ اسلام عظیم کے ساتھ زیادتی نہیں تو کیا ہے؟حالانکہ خدا نے اسلام کو ناقص نہیں چھوڑا ہے،اپنی نبیؐ کو مقام نبوت میں ناقص نہیں رکھا ہے،اس نے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تمام کردیں،پھر نبیؐ کے بارے میں یہ کیسے خیال کیا جا تا ہے کہ آپ دین کو ناقص چھوڑ کے چلے گئے اور مات کو ایسی فوج قرار دیا جس کا کوئی سردار اور سپہ سالار نہیں تھا۔حضور سرور کائناتؐ نے اس وقت جب کہ دعوت کا ابتدائی دور تھا،اس کے کہ پہلے دولت کا تصور پایا جاتا تھا نہ حکومت کا، لطنت کی خواہش تھی نہ اقتدار کی،تب تو دعوت اسلام کو بغیر نظام و انتظام امور کے چھوڑا نہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضورؐ بغیر کسی نظام قائم کئے اسلام کو یوں ہی چھوڑ دیا جب کہ لوگوں کے دلوں میں حکومت کی طمع موجود تھی اور خلافت کی وجہ سے فخر و مباہات میں آ گئے بڑھنے کی ہوس پائی جاتی تھی،خاص طور سے جب کہ حضور سرور کائناتؐ اپنے بعد ہونےوالے فتنوں سے متعدد جگہ باخبر کرچکے تھے،روایت یہاں تک ہے کہ حذیفہؓ کہتے ہیں سرکارؐ نے فرمایا دجّال کے فتنہ سے زیادہ میں سے مسلمانوں کے فتنوں سے خوف زدہ ہوں۔[1]

----

(۱) صحیح ابن حبان ج:۱۵ص:۲۱۸،ان احادیث کے باب میں جن میں فتنہ اور حوادث سے باخبر کیا گیا ہے،نیز ان اخبار کی علامتوں کے بیان میں جن کے ذریعہ ان سے کس نجات ہوگی،اسی طرح،مجموع الزوائد،ج:۷،ص:۳۳۵،میں موجود ہے مسند احمد ج:۵ص:۳۸۹،حذیفہ بن یمانی کے رسول اکرمؐ سے حدیث کے ضمن میں،موارد الضمان،ص:۴۶۸،مسند البزراج ج:۷،ص:۲۳۲۔۲۳۳،جو طارق ابن شہاب نے حذیفہ سے روایت کی ہے ذیل میں،کنزالعمال ج:۱۴،ص:۳۲۲،حدیث:۳۸۸۱۲،

روایات میں ہے کہ مسلسل سرکارؐ نے بُرے بادشاہوں کی حکومت سے امت کو خبردار کرتے رہے،یہ بھی بتاتے رہے کہ یہ برے حکمراں امت کا خون بہائیں گے اور ان کی ہتک حرمت کریں گے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور سرور کائناتؐ نے امر خلافت کو بیکار اور مہمل قرار دیا ہو اور اس پر کوئی نص وارد نہ کی ہو،ولایت کی تعریف نہ کی ہو اور اس کا تعارف نہ کرایا ہو اور حق و باطل،عدل و جور کی کوئی پہچان نہ بتائی ہو؟

اس سے زیادہ پر لطف بات تو یہ ہے کہ حضورؐ اگر نص وارد بھی کرتے ہیں تو ناکمل جب صرف اس بیان پر کفایت کرتے ہیں کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے۔(۱)

بغیر کسی سنجیدہ تعریف کے،آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ قریش کے کس شعبے سے؟قریش میں تو اکثر وہ لوگ ہیں جو بہت بعد میں مسلمان ہوئے۔جب مغلوب ہوگئے تو مجبوری میں کلمہ پڑھ لیا،مسلمان ہونے سے پہلے انھوں نے اسلام سے ایک طویل جنگ لڑی،کافی خون بہائے،بہت سے اسلامی مصالح کو نقصان پہنچایا،جس کی وجہ سے دلوں میں بغض و حسد بھر گیا،پھر وہ بالکل آخر میں مسلمان ہوئے،کیا اماموں میں مولفۃ القلوب قریش بھی شامل ہیں۔

پھر کیا قریش مجموعہ اضداد نہیں تھے،کیا ان کی دینداری،عفت اور شرافت میں استقلال تھا؟سنئے!قریش میں ایمان کی بنیاد پر اگر درجہ بندی کی جائے اور مراتب کو ترتیب دیا جائے تو

---

(۱)السنن الکبری للبیھقی ج:۳ص:۱۲۱،باب صاحبان کی نسبت اقتدار کی جائے گی اگر قرآن اور فقہ کے لحاظ سے سب برابر ہوں گے،ج:۸ص:۱۴۴۔۱۴۳،السنن الکبری،نسائی ج:۳ص:۱۴۳،الاحادیث المختارہ،ج:۴ص:۴۰۳،جو کچھ بکیر بن وہب نے انس سے،ج:۶ص:۱۴۳،پر روایت کی ہے،المستدرک علی الصحیحین،ج:۴ص:۸۵،المصنف،ابن شیبۃ،ج:۶ص:۴۰۳۔۴۰۲،کتاب الفضائل،مسند احمد،ج:۳ص:۱۲۹۔۱۸۳،مسند انس بن مالک،ج:۴ص:۴۲۱،المعجم الاوسط ج:۴ص:۲۶،المعجم الصغیر ج:۱ص:۲۶۰،مسند الطیالسی،ج:۱ص:۸۲۵۔۲۸۴،مسند ابی یعلی ج:۶ص:۳۲۱،جو سعد بن ابراہیم نے انس سے روایت کی ہے،ج:۷ص:۹۴،جو سہل ابواسود نے انس سے روایت کی ہے،المعجم الکبیر ج:۱ص:۲۵۲،نیز جن مصادر پر انس بن مالک نے تکیہ کیا ہے،

تاریخی اعتبار سے مندرجہ ذیل گروہ سامنے آتے ہیں،پہلے درجہ پر اہل بیت نبیؐ ہیں،اہل بیت نبیؐ میں بھی کچھ اعلیٰ اور کچھ کمتر ہیں،پھر ان کے بعد بدرجہ تنزیل ہی کی منزلیں ہیں،اور قریش دینداری اور تقویٰ سے دور ہو کے اخلاق کم مائیگی، خیانت،جرم اور خباثت کی پستیوں میں گرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں،مثلاً بنوامیہ جو قرآن میں شجرہ لعونہ[1] کے نام سے مشہور ہیں،آل ابوالعاص جنھوں نے مال خدا کو ہمیشہ اپنا مال سمجھا،بندگان خدا کو اپنا غلام اور دین کو فریب کاری[2] کا ذریعہ سمجھا پھر کیا ضابطہ اور کیا قانون ہے جس کے ذریعہ قریش کے اماموں کو پرکھا جائے؟

سرکار دو عالمؐ نے خاص طور سے امت کو ان لوگوں کی حرکتوں سے خبردار کرنا ضروری سمجھا اور بڑی وضاحت سے فرمایا کہ:اس امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی[3] اس طرح کی اور بھی حدیثیں ہیں جن کو دیکھنے کے بعد یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ سرکار دو عالمؐ نے عام قریش کو امامت کا ذمہ دار بنایا ہوگا اور کوئی اختصاص اور تحدید کے بغیر جس پر بھی لفظ قریش کا اطلاق ہو اس کی امامت کا اعلان کردیا ہوگا،بغیر کسی ایسی حد بندی کے جس کے ذریعہ قریش کے ادنیٰ لوگوں کے دلوں میں حکومت کی امید منقطع ہوجائے اور ان کی ولایت شرعی اعتبار سے ممتنع ہوجائے یہ بھی تو دیکھئے

---

(۱)تفسیر القرطبی ج:۱۰ص:۲۸۶،الدر المنثورج:۵ص:۳۱۰،فتح القدیرج:۳ص:۲۴۰۔۲۳۹،روح المعانی ج:۱۵ص:۱۰۷،لسان المیزان ج:۱ص:۱۸۹،تاریخ طبری ج:۵،ص:۱۲۶،تفسیر طبری ج:۱۵ص:۱۱۲،اور تفسیر ابن کثیرج:۲ص:۵۰)

(۲)المستدرک علی صحیحین ج:۴ص:۵۲۷، مجمع الزوائدج:۵ص:۲۴۱،المعجم الاوسط ج:۸ص:۶،المعجم الصغیرج:۲ص:۲۷۱،مسند ابی یعلی ج:۱۱ص:۴۰۲،المعجم الکبیرج:۱۲ص:۲۳۶،اورص:۱۹ص:۳۸۲،الفتن لنعیم بن حماد ج:۱ص:۱۳۰،

(۳)المستدرک علی صحیحین ج:۴ص:۵۲۶اورص:۵۷۲،کتاب الفتن و الملاحم، صحیح بخاری ج:۳ص:۱۳۱۹کتاب المناقب باب اسلام میں علائم نبوت ج:۶ص:۲۵۸۹،مسند احمدج:۲ص:۵۲۰،مسند ابی ہریرہ،مسند بن اسحاق بن راھویہ ج:۱ص:۳۵۸۔۳۵۹،المعجم الصغیرج:۱ص:۳۳۴،مسند طیالسی ص:۳۲۷،فتح الباری ج:۱۱ص:۸،۴۷،السنن الواردہ فی الفتن ج:۲ص:۴۷۲۔۴۷۱،الفتن لنعیم بن حمادج:۱ص:۱۳۰،باب بنی امیہ ص:۴۰۷،الفردوس بماثور الخطاب ج:۴ص:۳۴۶،تاریخ کبیرج:۳ص:۴۹۹اور حالات سعید بن عمرو بن سعید بن العاصی الاموی القرشی،ج:۷ص:۳۰۹اور حالات مالک بن ظالم،الثقات ج:۵ص:۳۸۸اور حالات مالک بن ظالم،تھذیب التھذیب ج:۱۱ص:۱۶،

کہ د ڑے سے روایت لکھی جاتی ہے کہ عمرابن خطاب نے لکھا ہے کہ ابو بکر کی بیعت ایک بے سوچا سمجھا عمل تھا جس کے شر سے اللہ نے مومنین کو بچایا [1]

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایے خطرناک فتنوں سے نجات پانے کا کیا راستہ طے ہے جن کی کوئی حد نہیں معلوم ؟ کیا ان فتنوں کے شر سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے؟

اس سے بھی زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ نبی ص نص خلا سے غافل تھے گر مسلمان جاگ رہا تھا(غافل نہیں تھا) اور تعیین خلیفہ کو ضروری سمجھتا تھا کہ وہ باربار عمر سے کہتا ہے کہ حضور اپنے بعد کسی کو خلیفہ بنا کے جائیے [2]

بلکہ بُ لوگ تو ان خطرات کی تشریح بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ، عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں تنہائی میں اپنے باپ سے ملا تو انھوں نے مجھ سے لوگوں کے حالات پوچھے میں نے بتائے ، پھر میں نے رض کیا اباجان ! کچھ لوگ ایسی باتیں کررہے ہیں جنھیں میں آپ تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں ، لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے سوچئے اگر آپ اونٹ یا بکری کے پرواہے ہوتے اور آپ کو موت آجاتی اورآپ اپنے جانوروں کے گلے کو بغیر کسی پرواہے کے حوالہ کیے بغیر چلے جاتے تو پورا گلہ ضائع ہوجاتا ، پھر از ان تو بہرحال از ان ہے

----

(1) صحیح بخاری ج 6 ص:2503-2505 صحیح ابن حبان ج 2ص 148 باب حق الوالدین ، نیز اس بات کے از ان اپنے آباء سے پھر جائے کے بارے میں تو بیخ ، مجمع الزوائد ، ج 6ص 5 السنن الںبری ، ز ائی ج:4 ص 273-272 المصنف، ابن شیبہ ج :ج:6 ص:453 ، مسند البراج :ج 1 ص :410 ، مسند احمد ، ج: 1ص: 55 عمربن خطاب کی مسند کے ضمن میں ،مسند الشہاب ، ج :1 ص : 237 ، جامع العلوم والحکم ،ص :386 ، التمہید ، ابن البر، ج:22 ص 154 الثقات ، ابن حبان ،ج :2 ص:153-156 ، کتاب الخلفاء ابوبکر بن ابی قحافہ صدیق ،کا خلا کے لئے چناؤ ، الفصل للموصل المدرج، ج"1ص 493 -490 ، الریاض النضرۃ ، ج:202، تاریخ طبری ، ج:2ص:235 ،حدیث سقیفہ السیرۃ النبویۃ ج:6 ص:78- ، سقیفہ بنی ساعدہ کے ذیل میں نیز اس کے علاوہ مصادر

(2)السنن الںبری للبیھقی ج: 8ص:148 ، مسندابی وانہ ج:4ص:374 ، مسند ابی یعلی ، ج :اص:182 نیز دیگر مصادر

ان کی قیادت کا تو آپ کو انتظام کرنا ہی چاہئے ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے ابا جان میری بات سے متفق ہوگئےور کچھ دیر تک اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھے سوچتے رہے،پھر بولے:خدائے عز و جل اپنے دین کی حفاظت کرے گا اگر میں نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو نبیؐ نے بھی نہیں بنایا تھا اور اگر میں نے کسی کو خلیفہ بنایا تو ابوبکر نے بھی خلیفہ بنایا تھا۔(۱)

اس مفروضہ غفلت اور اہمال کا نتیجہ

پھر یہ بھی دیکھیں کہ نبیؐ کی اس مفروضہ غفلت اور آپ ک زعم ناقص کے مطابق نبیؐ کے اس اہمال سے امت کو کیا کیا نقصانات پہنچے،اہل سنت کی نظر میں امر خلافت کہاں منتہی ہوتا ہے کیونکہ ان کے فقہا میں خلافت کے تعیئں حدود و شرط میں بے حد اختلاف پایا جاتا ہے،یہ تو رہا نظریاتی اختلاف اب آیئے ذرا عملی اعتبار سے بھی دیکھیں تو اس خلافت کے لئے لالچی لوگوں نے اور خلافت کو چھین کے اپنے قبضہ میں کرنےوالوں نے خلافت کو کہاں پہنچایا؟حکومت ان ذلیل پاجیوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی جو ظلم و جور اور طغیان کے ماحول کے پروردہ تھے اور جن کی مذمت میں خاموش رہنے سے زبانوں نے انکار کردیا ہے۔

نص شرعی کے انکار کی وجہ سے ظلم و جور کا سلسلہ چل پڑا اور اسلام میں فتنے اٹھے،جنگیں ہوئیں،خون کی ندیاں بہہ گئیں نہ جانے کتنے پاکیزہ خون بہائے گئے جیسے امیرالمومنینؑ کا خون،امام حسینؑ کا خون،اہل بیتؑ کے منتخب افراد کا خون،پھر ان سے کم مرتبےوالوں کا خون،حلانکہ السلام خون کی عظمت اور اس کی اہمیت کا اعلان کرتا ہے(پھر آپ کے زعم ناقص کے مطابق نبیؐ کی غفلت کس وجہ سے)مقدسات اسلامی کی ایسی توہین کی گئی کہ جس کو بیان کرنے سے زبان اور قلم

----

(۱) صحیح مسلم ج:۳ص:۱۴۵۵،مسند احمدج:اص:۴۷،مسند ابی عوانہ ج:۴ص:۳۷۵کتاب الامارۃ،باب خلافت و ترکہ،مسند احمدج:اص:۴۱،مسند عمر بن خطاب،مسند ابی عوانہ،ج:۴ص:۳۷۵،سنن کبری للبیہقی،ج:۸ص:۱۴۸،المصنف لعبدالرزاق ج:۵ص:۴۴۸،

دونوں ہی قاصر ہیں، رمہ کعبہ برباد ہوگئی، رمین شریفین کی توہین کی گئی،دوسرے مقدسات کی رمتیں بھی برباد کی گئیں۔

یہ سب کچھ ہوا اور بہ کم میں ہوا اور یہ سب اس وت ہوا جب وہ صحابہ جو نبیؐ کے ساتھ زندگی گذار چکے تھے وافر مقدار مےیں موجود تھے انھوں نے نبیؐ کی لطنہ دیکھی تھی،آپ کی حکومہ و عدالت کا مشاہدہ کیا تھا اور آپ کی تعلیمات و ارشادات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا،آپ نے فتنوں کا تذکرہ ان کے سامنے کیا تھا،آپ نے فتنوں کا تذکرہ ان کے سامنے کیا تھا۔

پھر تو دین کمزور ہوتا گیا اور مسلمان پسہ سے پسہ تر ہوتے گئے،وت کے ساتھ ساتھ اسلام کے وجود میں ضعف آتا رہا یہاں تک کہ ہمارا یہ آتا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کہاں سے کہاں پہنچ گئے،اح اس کمتری،آپس کے اختلافات،کمزوری کا اح اس مسلمانوں کی کم مائیگی جو کسی شرح و بیان کی محتاج نہیں ہے۔انا للہ و انّا الیہ راجعون

ا لام کی پائیہ ار بلن ی اور اس کا کمال رفعت

اس موقعہ پر ابن ابی الحدید کہتے ہیں ابوجعفر طبری نے اپنی میں لکھا ہے کہ عمر نے قریش اور مہاجرین کے نمایا افراد کو دوسرے شہروں میں جانے پر پابندی عائد کردی تھی،اگر کوئی جاتا بھی تھا تو عمر کی اجازت سے اور ایک معین مدت کے لئے ہی جاتا تھا،پس انھوں نے عمر سے اس بات کا شکوہ کیا،یہ سن کر عمر کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ دیا،کہنے لگے میں تو اسلام کی کسی اونٹ کی طرح بسرت رہا ہوں اسلام ابتدا میں اونٹ کے بچے کی طرح شیرخوار تھا،پھر اس کے دو دانت ہوئے،پھر چار دانت،پھر چھ دانت ہوئے،پھر وہ با ہوگیا ہر اونٹ با ہونے کے بعد نقصان کی طرف جاتا ہے تو پھر اسلام بھی با ہونے کے بعد عُمر کی حدوں سے بڑھے گا تو نقصان کی طرف جائے گا یعنی بلوغ کے بعد اب صرف انحطاط کی منزل ہے،دیکھو اسلام با ہوچکا ہے جسے آٹھ سال کا کامل اونٹ اور قریش مال خدا کو اپنے لئے سمیٹ لینا چاہتے ہیں،قریش نے اپنے دل میں فرقہ پردازی اور قیادت سے الہ

ہونے کی ٹھان لی ہے لیکن جب تک خطاب کا بیٹا زندہ ہے یہ نہیں ہوگا،میں فرقہ پردازی کے دروازوں کو بند کردوں گا اور قریش کی گردن پکڑے رہوں گا اور انھیں آگ میں گرنے سے روکتا رہوں گا،(۱)

دیکھا آپ نے!خلیفہ صاحب اسلام کو کس وضع کا پابند سمجھتے ہیں اسلام آٹھ سال کا اونٹ ہے،اب بڑھے گا تو بڑھاپے کی طرف جائے گا میرا خیال ہے کہ یہ واقعہ بیسوی ہجری کے آس پاس کا ہے،جب کہ یہ زمانہ اسلامیہ کا ابتدائی دور تھا اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ اسلام اس وقت اپنے نقطہ کمال پر پہنچ چکا تھا اور اس دور میں جو خامیاں اور جو منفی واقعات ہوئے تھے ان سے صرف نظر بھی کرلیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ خلیفہ صاحب کے خیال کے مطابق ان کے دور میں اسلام بیسوی ہجری میں کامل ہونے کے بعد اب نقصان کی طرف مائل ہے،بیس سال کی قلیل مدت اس کے کمال کی ہے،اس کے بعد نقص کا دور شروع ہوتا ہے،سوچنے کیا یہ بات کسی عقل میں آ سکتی ہے؟اور کیا انصاف یہی کہتا ہے کہ عمر کے دور کے بعد اسلام مائل بہ نقصان ہے؟جب کہ خداوند عالم نے اس دین کو قیامت تک کے لئے بھیجا ہے کہ وہ ہر دور میں عالم بشریت کی ہدایت کرے اور اپنے گوارہ آبِ احکام و دستور سے انھیں سیراب کرے عالم انسانیت کی ھدایت کرے اور قیامت تک انسان اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا رہے۔

کیا کوئی صاحب عقل یہ بات مان لے گا کہ جس اسلام سے خدا راضی ہوا،قیامت تک کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا اس کے پائدار قوامین کو کمل کیا وہ صرف بیس سال میں اپنے نقطہ کمال کو حاصل کر کے مائل بہ انحطاط ہے اور نقصان کی گہرائیوں میں گرتا چلا جائے گا۔

جناب عالی!ماننا پڑے گا کہ امر خلافت ایسی چیز ہی نہیں تھی جس سے نبیؐ برحق غفلت برتیں اور خود عمر بھی اپنے گذشتہ خطبہ میں اس حقیقت کے قائل ہیں اور اصل مستحق خلافت کو چھوڑ کے مسلمانوں کو جن واقعات کا سامنا کرنا پڑا وہ واقعات بھی اس بات کے شاہد ہیں۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۱ص:۱۲،تاریخ طبری ج:۲ص:۶۷۹اور تاریخ دمشق ج:۳۹ص:۳۰۲اور باب حادثہ واقعہ جمل ص:۷۵،اور کنزالعمال ج:۱۴ص:۷۵،حدیث:۳۷۹۷۷

ع م نص کے نظریہ کی ناکامی وجود نص کی سب سے بڑی دلیل ہے

انصاف تو یہ ہے کہ اگر وجود نص پر کوئی دلیل سوائے عملی طور سے عدم نص کے نظریہ کی ناکامی اور اعلام و مسلمین پر بیتے حادثات اور خونریز واقعات کے نہ ہوتی تو تب بھی اللہ کی طرف مسلمانوں پر حج تمام ہونے کے لئے کافی ہے جس کے مقابلے میں آپ کا استبعاد ٹھہر نہیں تا نہ ہی عموم صحابہ کا تجاہل اور نہ ہی اس حج خدا کے خلاف خروج صحابہ معیار بن تا ہے چاہے صحابہ جس پائے کے ہوں اور جتنے بھی محترم کیوں نہ ہوں خدا خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

(قُلْ فَلِلَّهِالْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ)[1]

ترجمہ آیت:((کہ دیجئے(اے رسولؐ)خدا کے لئے حج بالغہ ہے اگر ہو چاہے تو وہ تم سب کی ہدایت کر تا ہے))۔

دوسری صورت:تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ صحابہ اکثر نص شرعی سے غافل رہتے ہیں اور تجاہل برتتے ہیں۔

خود نبیؐ کی حیات میں حابہ کی نص سے مخالفت

اولاً: صلح حدیبیہ کے بعد کے واقعات ملاحظہ فرمائیں،کثرت سے احادیث موجود ہیں کہ جمہور صحابہ نے چونکہ صلح حدیبیہ میں حضور سرور کائنات نے صحابہ کی خواہشوں کے خلاف اقرار صلح کرلیا تھا تو اب صحابہ نے یہ طے کرلیا کہ ہم نبیؐ کا حکم نہیں مانیں گے چنانچہ نبیؐ قربانی اور تحلیق کے لئے صحابہ کو باربار حکم دیتے رہے اور مسلمان انکار کرتے رہے اور کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔

اسی طرح حجۃ الوداع میں سرکارؐ نے احرام کی حلیت کا حکم دیا اور اس کو عمرہ قرار دینے کا حکم دیا وہیں سے عمرہ تمتّع اور حج تمتع کی ابتدا ہوئی تو سرکار فرما رہے تھے کہ اپنے احرام کو کھول دو لیکن مسلمان برابر انکار کرتے رہے اور آپ کا حکم نہیں مانا۔

----

(۱)سورہ انعام،آیت:۱۴۹

مذکورہ دونوں حادثوں کی تفصیل پر غور کیجئے، آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں دونوں واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاریخ و حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی یہ واقعات ملتے ہیں، پھر سوچئے کہ ان دونوں واقعات میں حکم پیغمبرؐ سے سرتابی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ پیغمبرؐ ان صحابہ کے سامنے موجود ہیں اور آپ کے حکم سے سرتابی کی جارہی ہے آپ کے قول کی مخالفت کی جارہی ہے جب کہ اس سے صحابہ کا کوئی ذاتی فائدہ بھی دکھائی نہیں دیتا اب صرف یہی کہا جاتا ہے کہ صحابہ صرف ہٹ دھرمی اور خودرائی کی بنا پر سرکار دو عالمؐ کی مخالفت کررہے تھے اور یہ ان کا پرانا طریقہ تھا۔

دوسری مثالیں ملاحظہ فرمائیں، نبیؐ اپنے ہاتھ سے لشکر تیار کرتے ہیں اسامہ کو اس کا سردار بناتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو جن میں شیخین بھی شامل تھے اسامہ کی قیادت میں جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیتے ہیں لیکن صحابہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اور غریب اسامہ مدینہ کے باہر سراپا انتظار بنے کھڑے ہیں کہ اب صحابہ آئیں اور ہم جہاد کے لئے جائیں، یہ نص شرعی کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ خدارا بتایئے: نبیؐ کہتے ہیں قلم اور کاغذ لاؤ ایک تحریر لکھ دوں یا لکھوادوں کہ تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے آپ چاہتے ہیں کہ ہر دور میں مسلمان گمراہی سے محفوظ رہے لیکن صحابہ مخالفت کرتے ہیں اور امت نبیؐ کی ہدایت سے محروم ہوجاتی ہے جمعرات کی مصیبت جس دن یہ واقعہ ہوا تھا تاریخوں اور حدیثوں میں مشہور ہے اور آپ کہتے ہیں صحابہ نص سے غافل نہیں ہوتے: پھر یہ کیا ہے؟

مندرجہ بالا واقعات کو مقام مثال میں دیکھنے کے بعد کیا اب بھی آپ یہی کہتے ہیں کہ صحابہ کا نص سے غافل رہنا یا تجاہل کرنا بعید از قیاس ہے اور تعجب خیز ہے، حدیبیہ اور حج تمتع والے واقعات میں انکار سے ان کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں تھا لیکن امر خلافت پر نص سے انکار یا تغافل میں تو بہت سے دنیاوی فائدے تھے اس لئے کہ اگر امیرالمومنینؑ کی بیعت پر نص سے انکار کردیتے ہیں تو ان کے لئے پھر خلافت کی جگہ خالی ہوجاتی ہے اور کسی بھی ایرے غیرے کو خلیفہ بنادینے کی گنجائش نکلتی ہے ویسے بھی خلافت اور عافیت طلبی خود اتنا بڑا شرف ہے کہ جس کو حاصل کرنے کے لئے لالچی انسان ایمان اور نص پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی قربان کرتے ہیں۔

یث حوض اور فتنوں سے ڈرانے والی احادیث کی سنگینی کا پتہ دیتی ہیں

ثانیاً: حدیث حوض کو ہم بہت وضاحت کے ساتھ آپ کے سابقہ سوال کے جواب میں پیش کر چکے ہیں، خصوصاً احادیث حوض میں بہت حدیثیں ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کی اکثریت کو حوض سے ہٹادیا جائے گا اور ان میں سے بس چند لوگ باقی بچیں گے، یہ حدیثیں بتاتی ہیں کہ صحابہ میں نجات پانے والے بہت کم لوگ ہیں، قرآن کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں وہ ہیں جو فتنوں سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں، ایسے فتنے جو امت پر بس آنے ہی والے ہیں یہ آیتیں اور حدیثیں بتاتی ہیں کہ کتنی عظیم مصیبتیں آنے والی ہیں اور کتنا خطرناک ماحول پیدا ہونے والا ہے، میں نے ان آیتوں اور حدیثوں کو اکثر مقامات پر پیش کیا ہے۔

سابقہ امتوں کے واقعات

حضورؐ نے فرمایا کہ((تم اپنی سابقہ امتوں کی ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پر پیروی کروگے یہاں تک کہ اگر وہ بجّو کے سوراخ میں داخل ہوئے ہیں تو تم بھی ان کی پیروی کروگے))صحابہ نے پوچھا حضورؐ!کیا گذشتہ امتوں سے مراد یہود و نصاری ہیں؟آپ نے فرمایا پھر کون ہے؟کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ گذشتہ امتوں کی تباہی و بربادی کا سبب صرف یہ تھا کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی مخالفت کی تھی خاص طور سے یہودیوں کے بارے میں تو قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ وہ دوبارہ مستقیم سے بھٹکیں گے ارشاد ہوتا ہے:

(وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍيَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌتَجْهَلُونَ)[1]

ترجمہ آیت:((ہم بنواسرائیل کو لیکے چلے یہاں تک کہ وہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جو اپنے بتوں کا اعتکاف کرتی تھی تو کہنے لگے موسیٰ،ان کے خداؤں کی طرح ہمارا بھی ایک خدا بنادیں

----

(۱)سورہ الاعراف،آیت:۱۳۸

موسیٰ نے فرمایا تم جاہل لوگ ہو))۔

یہ پہلی کجی تھی اور دوسری کجی تب ظاہر ہوئی جب انھوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنایا تھا قرآن نے بہت سی آیتوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور یہ واقعہ آج کل کی تورات(توریت)میں بھی موجود ہے،سورہ اسریٰ میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد برپا کروگے اور ایک مرتبہ بہت بڑی سرکشی کروگے،اس فساد اور سرکشی کا نتیجہ انھیں کے لئے نقصان دہ ہوگا۔

مخالفت تو ایسی نصوص کی بھی کی گئی جو امامت کے لئے دلیل نہیں تھی

ثالثاً:وہ حدیثیں جو امیرالمومنین علیہ السلام،صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا اور اہل بیت علیہم السلام کے حق میں سرکار دو عالمؐ نے عمومی طور پر ارشاد فرمائی تھیں،صحابہ نے ان کی مخالفت کو اپنے اوپر لازم قرار دیا تھا چاہے وہ خلافت پر نص ہوں یا نہ ہوں،جیسے حدیث ثقلین:جو اہل بیتؑ سے تمسک کا حکم دیتی ہے،اس پر چھٹے سوال کے جواب میں گفتگو کی جائے گی۔انشاءاللہ

اس طرح حدیث سفینہ جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے اہل بیتؑ سفینہ نوح جیسے ہیں جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پائے گا اور جو اس سے منھ موڑے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔(1)اور حضور اکرمؐ کا اہل بیت اطہارؑ کو مخاطب کرکے یہ فرمانا کہ جس سے تم سلامتی رکھوگے میں بھی

----

(1)مستدرک علی صحیحین ج:۲ص:۳۴۳،کتاب تفسیر،تفسیر سورہ ہود،ج:۳ص:۱۶۳،کتاب معرفۃ الصحابۃ،آل رسول کے مناقب میں،مجمع الزوائدج:۹ص:۱۶۸،کتاب مناقب،باب اہل پیغمبرؐ کی فصل میں مسند البرازج:۹ص:۳۴۳،اسی مورد میں سعید بن مسیّب نے ابی ذر سے روایت کی ہے،المعجم الاوسط ج:۴ص:۱۰،ج:۵ص:۳۵۵،ج:۶ص:۸۵،المعجم الصغیرج:۱ص:۲۴۰،ج:۲ص:۸۴،المعجم الکبیرج:۳ص:۴۵،حسن بن علی کی باقی خبروں میں ج:۱۲ص:۳۴،اسی مورد میں کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے،مسند الشہاب ج:۲ص:۲۷۳،باب گیارہ،دسواں جز،فیض القدیرج:۲ص:۵۱۹،حلیۃ الاولیاءج:۴ص:۳۰۶،تاریخ بغدادج:۷،ص:۳۳۶،ترجمہ الحسن بن ابی طیبۃ القاضی المصری،ج:۱۲ص:۱۹،ترجمہ علی بن عمر بن شداد،فضائل الصحابہ عبداللہ بن احمد بن حنبل،ج:۲ص:۷۸۵،اور اس کے علاوہ،منابع و مصادر

سلامتی رکھوں گا اور جس سے تم جنگ کروگے اس میں بھی جنگ کروں گا،[1]اس کے علاوہ وہ تمام حدیثیں جو عمومی طور پر اہل بیت ؑ کے حق میں وارد ہوئی ہیں،جیسے حدیث غدیر،جس میں حضرتؐ نے فرمایا کہ امیرالمومنینؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں،حضور اکرمؐ کا یہ قول کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے[2]علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے[3]خدا علیؑ پر رحم کرے:پالنے والے حق کو ادھر موڑدے جدھر علیؑ مڑے[4]علیؑ مجھ سے ہیں میں علیؑ سے ہوں۔[5]

---

(۱)سنن ابن ماجہ ج:۱ص:۵۲، صحیح بن حبان،ج:۱۵ص:۴۳۴،سنن ترمذی ج:۵ص:۶۹،مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۶۱،کتاب صحابہ کی معرفت،و رسول اللہؐ کے اہل پیغمبرؐ کے مناقب میں،المصنف ابن ابی شیبۃ ج:۶ص:۳۷۸،کتاب فضائل،وہ چیز جو حسنؑ حسینؑ کے بارے میں آئی ہے،مجمع الزوائدج:۹ص:۱۶۹،کتاب مناقب،باب اہل بیت ؑ کے فضائل کے بارے میں،المعجم الاوسط ج:۳ص:۱۷۹،ج:۵ص:۱۸۲،ج:۷ص:۱۹۷، معجم الشیوخ،ص:۱۳۳،جس کی روایت محمد بن عمار بن عمرو اص بن مطیع ابوجعفر نے کی ہے،ص:۳۸۰،المعجم الصغیرج:۲ص:۵۳، معجم الکبیرج:۳ص:۴۰،باقی اخبار حسن بن علیؑ میں ج:۵ص:۱۸۴،امالی المعالی ص:۴۴،سیر اعلام النبلاءج:۲ص:۱۲۲،ترجمہ فاطمہ بنت رسول اللہؐ ج:۳ص:۲۵۸،حالات حسن بن علی بن ابی طالبؑ میں،ج:۱۰ص:۴۳۲،تہذیب الکمال ج:۳،ص:۱۱۲،تاریخ بغدادج:۷ص:۱۳۷،-(۲) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۳۴،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۴،المعجم الصغیرج:۲ص:۲۸،فیض القدیرج:۴ص:۳۵۶،المعجم الاوسط ج:۵ص:۱۳۵،الفردوس بماثور الخطاب ج:۳ص:۲۳۰،تاریخ الخلفاءج:۲ص:۱۷۳،اجمال الاصابۃ ص:۵۵،الجامع الصغیرج:۲ص:۱۷۷،حدیث:۵۵۹۴،کنزالعمال ج:۱۱ص:۶۰۳،حدیث:۳۲۹۱۲،ینابیع المودۃ ج:۱ص:۱۲۴،ج:۲ص:۹۶-۳۹۶-۴۰۳،العصاح الکافیۃ ص:۲۱۵،المناقب الخوارزمی ص:۱۷۷-(۳) مجمع الزوائدج:۷ص:۲۳۵،تاریخ بغدادج:۱۴،ص:۳۲۰،تاریخ دمشق ج:۲۰ص:۳۶۱،حالات سعد بن مالک بن ابی وقاص،ج:۴۲ص:۴۴۹،حالات علی ابن ابی طالبؑ،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۶۸،ینابیع المودۃ ج:۱ص:۱۷۳،وغیرہ۔-(۴)سنن ترمذی ج:۵ص:۶۳۳،کتاب مناقب رسول اللہؐ باب مناقب علی ابن ابی طالبؑ،المعجم الاوسط ج:۶ص:۹۵،مسند البزارج:۳ص:۵۲،فیض القدیرج:۲ص:۲۳۶،ج:۴ص:۱۹،تذکرۃ الحفاظ ج:۳ص:۸۴۴،سیر اعلام النبلاءج:۱۵ص:۲۷۹،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۴،الکامل فی ضعفاء الرجال ج:۶ص:۴۴۵،الضعفاء للعقیلی ج:۴ص:۲۱۰،المجروحین ج:۳ص:۱۰،تہذیب الکمال ج:۱۰،ص:۴۰۲،العلل المتناھیۃج:۱ص:۲۵۵،الریاض النضرۃج:۱ص:۲۴۳،مسند ابی یعلی ج:۱ص:۴۱۸،مسند علی بن ابی طالبؑ،وغیرہ-(۵)سنن ترمذی ج:۵ص:۶۳۶،کتاب مناقب رسول اللہؐ،سنن ابن ماجۃ ج:۱ص:۴۴،فضائل علی بن ابی طالبؑ میں،سنن کبری للنسائی ج:۵ص:۴۵،فضائل ابی بکر،عمر،عثمان،مسند احمد ج:۴ص:۱۶۵،الآحاد و المثانی ج:۳ص:۱۸۳،المعجم الکبیرج:۴ص:۱۶،السنۃ لابن ابی عاصم ج:۲ص:۵۶۶-۵۹۸،تذکرۃ الحفاظ ج:۲ص:۴۵۵،کشف الخلفاءج:۱ص:۲۳۶،تہذیب الاسماءج:۱ص:۳۱۸،فضائل الصحابۃ لابن حنبل ج:۲ص:۵۹۹،سیر اعلام النبلاءج:۸ص:۲۱۲،تاریخ دمشق،ج:۴۲،ص:۳۴۵،حالات علی ابن ابی طالبؑ میں اور اس کے علاوہ مصادر،

اوراے علیؑ!((کیا تم مجھ سے اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزلت میرے لئے ویسی ہے جیسی ہاروں کی موسیٰ کے لئے،گر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا))[۱]مجھ پر شب معراج وحی آئی علیؑ کے بارے میں جس میں تین باتیں گئیں:

۱۔علیؑ سیدالمومنین ہے

۲۔علیؑ امام المتقین ہے

۳۔علیؑ روشن پیشانی والوں کا سردار ہے[۲]

سرکار دو عالمؐ نے علیؑ کا تعارف اکثر ان الفاظ میں کرایا کہ علیؑ امیرالمومنین ہیں[۳]بلکہ بریدہ کی حدیث میں تو ہے کہ حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ علیؑ امیرالمومنین کہہ کے سلام کرنا،اس وقت ہم سات آدمی تھے میں ان میں سب سے چھوٹا تھا۔[۴]

---

(۱) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۶۰۲،کتاب المغازی،باب جنگ تبوک،اواسی طرح ج:۳ص:۱۳۵۹،کتاب فضائل الصحابۃ،باب مناقب علی بن ابی طالبؑ،صحیح مسلم ج:۴ص:۱۸۷۱۔۱۸۷۰،کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل علی بن ابی طالبؑ صحیح ابن حبان ج:۱۵ص:۱۵،باب اخبار رسول اللہؐ،المستدرک علی صحیحین ج:۲ص:۳۶۷،کتاب تفسیر،تفسیر سورہ توبہ،ج:۳ص:۱۱۷،کتاب معرفت صحابہ،اور مناقب علی بن ابی طالبؑ میں سے کتاب معرفت صحابہ،الاحادیث المختارہ ج:۳ص:۲۰۷،

(۲)المعجم الصغیرج:۲ص:۱۹۲، مجمع الزوائدج:۹ص:۱۲۱،کتاب مناقب علی ابن ابی طالبؑ،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۴۸،اسد الغابۃج:۱ص:۶۹،حالات اسعد بن زرارہ انصاری،ج:۳ص:۱۱۶،حالات عبداللہ بن اسعد بن زرارہ انصاری،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۰۲۔۳۰۳، معجم الصحابۃج:۱ص:۷۰حالات ابجر بن غالب المزنی ج:۲ص:۱۱۲،موضوع اوہام الجمع و التفریق،ج:۱ص:۱۸۶۔۱۸۵۔۱۸۴۔۱۸۳،الفردوس بماثور الخطاب ج:۵ص:۳۱۵،حلیۃ الاولیاءج:۱ص:۶۳،حالات علی بن ابی طالبؑ،تاریخ بغدادج:۱۱ص:۱۱۲،حالات عبدالجبار بن احمد بن عبیداللہ السمسار،ج:۱۳ص:۱۲۲،کشف الخفاءج:۳ص:۴۵۶،کنزالعمال ج:۱۱ص:۶۲۰۔۶۱۹،میزان الاعتدال ج:۷ص:۲۰۷،الکامل فی ضعفاء الرجال ج:۷ص:۱۹۹،حالات یحیٰ بن العلاء الرازی،

(۳)تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۸۶۔۳۰۳،حالات علی بن ابی طالبؑ،المناقب خوارزمی ص:۸۵،موضع اوہام الجمع و التفریق،ج:۱ص:۱۸۵،الفردوس بماثور الخطاب ج:۵ص:۳۶۴،حلیۃ الاولیاءج:۱ص:۶۳،لسان المیزان ج:۱ص:۱۰۷،میزان الاعتدال ج:۱ص:۱۹۱،حالات ابراہیم بن محمد بن میمون،

(۴)تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۰۳،حالات علی بن ابی طالبؑ میں،

حضورؐ نے فرمایا:علیؑ میرے بعد تم لوگوں کے ولی ہیں۔(۱)

حضورؐ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ:علیؑ جو مجھ سے الگ ہوا وہ اللہ سے الگ ہوا اور جو تم نافرمانی کرتا ہے اور جو علیؑ کی اطاعت کرے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو علیؑ کی نافرمانی کرے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔(۳)اور حضور کا یہ کہنا کہ اے علی تم میرے بعد امت کے اختلافات کو دور کروگے۔(۴)اور حضورؐ کا یہ ارشاد کہ جو علیؑ کو ستائے وہ مجھے ستاتا ہے اور جو علیؑ کو اذیت دے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔(۵)

----

(۱) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۲۸،سنن کبری للنسائی ج:۵ص:۱۳۳،المعجم الاوسط،ج:۶ص:۱۶۳،مسند احمدج:۵ص:۳۵۶،الفردوس بماثورالخطاب ج:۵ص:۳۹۲،فتح الباری ج:۸ص:۶۸،تحفۃ الاحوزی ج:۱۰اص:۱۴۸۔۱۴۶،فیض القدیر ج:۴ص:۳۵۷،الاصابۃج:۶ص:۶۲۳،الریاض النضرۃ ج:۲ص:۱۸۷،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۱۸۹،حالات علی بن ابیطالبؑ میں،فضائل الصحابۃ لابن حنبل ج:۲ص:۶۸۸،البدایۃ و النہایۃج:۷ص:۳۴۶۔۳۴۴،

(۲)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۳،کتاب معرفۃ صحابہ ص:۱۵۸، مجمع الزوائدج:۹ص:۱۳۵،کتاب مناقب باب الحق مع علی،مسند البزازج:۹ص:۴۵۵، معجم شیوخ ابی بکر الاسماعیلی ج:۳ص:۸۰۰،المعجم الکبیرج:۱۲،ص:۴۲۳،فضائل الصحابہ ج:۲ص:۵۷۰،فیض القدیرج:۴ص:۳۵۷،میزان الاعتدال ج:۳ص:۳۰،ص:۷۵،حالات رزین بن عقبہ میں،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۰۷،حالات علی بن ابی طالبؑ میں،

(۳)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۱، معجم شیوخ ابی بکر اسماعیلی ج:۱ص:۴۸۵،الکامل فی ضعفاء الرجال ج:۴ص:۳۴۹،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۰۷،حالات علی بن ابی طالبؑ میں

(4) المستدرک علی صحیحین ج 3: 132 ،تاریخ دمشق ج ،اص: 485 ،الکامل فی ضعفاء الرجال ج :ج ص:349 ، تاریخ دمشق ج :42 ص:307 ،حالات علی ابن ابی طالب۔

(5) صحیح ابن حبان ج:۱۵ص:۳۶۵،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۱،کتاب معرفۃ صحابہ،الاحادیث المختارہ ج:۳ص:۲۶۸۔۲۶۷،موارد الظمآن ص:۴۵۳، مجمع الزوائد،ج:۹ص:۱۲۹،المصنف لابن ابی شیبۃج:۶ص:۳۷۱،فضائل علی بن ابی طالبؑ،مسند الشاشی ج:۱ص:۱۳۴،مسند البزارج:۶ص:۲۳۷،مشاہیر علماء الامصار ص:۳۵،الثقات ج:۳ص:۲۷۳،التدوین فی اخبار قزوین ج:۳ص:۳۹۰، معجم الصحابۃ ج:۲ص:۲۰۱،الستیعاب ج:۳ص:۱۱۰۱،حالات علی بن ابی طالبؑ میں،ص:۱۱۸۳،حالات عمر بن شاس بن عبید،الاصابۃج:۴۶۴۶،فضائل الصحابۃ لابن حنبل ج:۲ص:۵۷۹،۶۳۳،تاریخ الخلفاءج:۱ص:۱۷۳،حالات علی بن ابی طالبؑ میں انساب الاشراف ج:۲ص:۳۷۹،اس کے علاوہ دوسرے مصادر،

اسی طرح جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں بھی حدیث پیغمبرؐ کی مخالفت کی گئی،حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ:جو فاطمہؑ کو خوف زدہ کرے وہ مجھے خوفزدہ کرتا ہے اور جو فاطمہؑ کو اذیت دے وہ مجھے اذیت دیتا ہے[1]دوسرے مقام پر آپؐ نے فرمایا((فاطمہؑ تیری غضب کی وجہ سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور تیری رضا کی وجہ سے خدا راضی ہوتا ہے۔[2]

اس طرح کی بہت سی حدیثیں فضائل علیؑ و فاطمہؑ و اہل بیتؑ میں پائی جاتی ہیں جن کے معنی و مفاہیم ایک ہیں چاہے الفاظ مختلف ہوں،یہ حدیث اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں اور نہ ان سے انکار ممکن ہے ان حدیثوں کے اجمال تفصیل میں تواتر پایا جاتا ہے بلکہ یہ حدیثیں تواتر کی حد سے بھی آگے ہیں،لیکن ان حدیثوں میں امیرالمومنینؑ کی خلافت پر نص ہو یا نہ ہو بہرحال سقیفہ میں اور سقیفہ کے بعد کے واقعات میں ان حدیثوں کی شدید مخالفت کی گئی ان حدیثوں کا مذاق اڑایا گیا اور ان حدیثوں کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا،علیؑ و فاطمہؑ کے گھر پر حملہ کیا گیا،ان کی ہتک حرمت کی گئی،انھیں اذیت دی گئی،انھیں غضبناک کیا گیا،امیرالمومنینؑ کو بیعت پر

---

(۱)تفسیر ابن کثیرج:۳ص:۲۵۷، صحیح بخاری ج:۵ص:۲۰۰۴،کتاب النکاح، صحیح ابن حبان ج:۱۵ص:۴۰۶،مسند ابی داؤدج:۳ص:۷۰،سنن ترمذی ج:۵ص:۶۹۸،سنن کبری للبیہقی ج:۷ص:۳۰۷،ج:۱۰ص:۲۸۸،سنن ابی داود،ج:۲ص:۲۲۶،سنن ابی ماجہ ج:۱ص:۶۴۳،معتصرالمختصر ج:۱ص:۳۰۷،المعجم الکبیر ج:۲۲ص:۴۰۴،حالات حسین بن علیؑ میں ج:۷ص:۳۲۵،سیراعلام النبلاءج:۲ص:۱۱۹،فاطمہ بنت رسول اللہؐ کی سوانح حیات میں،تہذیب الکمال ج:۲۲ص:۵۹۹،حالات عیسی بن حماد بن مسلم،ج:۳۵،ص:۲۵۰، معجم الصحابۃج:۳ص:۱۱۰،صفوۃ الصفوۃج:۲ص:۱۳، معجم المحدثین ص:۹ وامص الاسماءالمبھۃ ج:۱ص:۳۴۰،المغنی ج:۱۰ص:۱۸۶،فضائل الصحابۃ لابن حنبل ج:۲ص:۷۵۶،فضائل الصحابۃ للنسائی ص:۷۸،

(۲)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۶۷، مجمع الزوائد،ج:۹ص:۲۰۳،الآحادوالمثانی ج:۵ص:۳۶۳،المعجم الکبیرج:۱ص:۱۰۸،ج:۲۲ص:۴۰۱،میزان الاعتدال ج:۲ص:۲۸۹،حالات حسین بن زیاد بن علی بن حسین بن علی علوی ج:۴ص:۱۸۵،الکامل فی ضعفاء الرجال ج:۲ص:۳۵۱،حالات حسین بن زید بن علی میں،التدوین فی اخبار قزوین ج:۳ص:۱۱،الاصابۃج:۸ص:۵۷،حالات فاطمۃ الزہراءؑمیں،تاریخ دمشق ج:۳ص:۱۶۵،باب اولاد فاطمۃ الزہراؑ کے ذکر میں،ص:۱۲۰،

مجبور کیا گیا، آپؑ کو تیسری درجے کے لوگوں کا تابع اور مطیع قرار دیا گیا،ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ امت میں اختلاف کے وقت لوگ فیصلہ اور قول محکم کے لئے امیر کائناتؑ کی طرف رجوع کرتے گر اس کے برعکس امیرالمومنینؑ کو ادنیٰ لوگوں کی پیروی مجبور کیا گیا،نبیؐ نے حکم دیا تھا کہ اہل بیتؑ سے تمسک کرو امت نے اہل بیتؑ کا خذلان کیا،نبیؐ نے فرمایا کہ اہل بیتؑ سفینہ نوح جیسے ہیں اس سفینہ پر آؤگے تو نجات پاجاؤگے اور امت نے اس سفینہ ہی کو ڈبونے کی کوشش کی،نبیؐ نے فرمایا تھا علیؑ تمہارے مولی ہیں،علیؑ امیرالمومنین ہیں،امت نے کے بدلے میں اپنی ولایت اور امارت علیؑ پر مسلط کردی،اس دور کے سب سے کمزور وجود کا نام علیؑ ہوگیا،جس طرح بنواسرائیل نے جناب ہاروں کو کمزور کردیا تھا اسی طرح مسلمانوں نے علیؑ کو سب سے کمزور سمجھ کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑدیئے،شوریٰ کے دن بھی گذشتہ تمام حدیثوں کی مخالفت کی گئی،علیؑ کو حاکم ہونا چاہئے تھا لیکن یہ حق عبدالرحمٰن بن عوف نے چھین کر عثمان کی خلافت کا فیصلہ سنا دیا اور حاکم برحق کو محکوم بناکے ابوطلحہ انصاری کو حکم دیا کہ اگر علیؑ بیعت عثمان سے انکار کرتے ہیں تو وہ انھیں قتل کردے،عثمان کا مولا اور عبدالرحمٰن کے جابرانہ فیصلہ نے اسے رعایا اور مامور قرار دیا۔

بلکہ انصاف سے دیکھ جائے تو شیخین(ابوبکر و عمر)نےنصوص نبویؐ کی زیادہ مخالفت کی ہے اور اکثر جہگوں پر خود کو نصوص نبویؐ کی پابند یوں سے آزاد قرار دیا ہے،تفصیل کتابوں میں موجود ہے جسے شک ہو وہ جاکے دیکھے،میں ان کتابوں کا حوالہ دینا ضروری نہیں سمجھتا اور اس مختصر میں اس کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

اب آپ فیصلہ کریں،شواہد کیا کہتے ہیں؟صحابہ نے ان نصوص شریفہ کی مخالفت کی یا نہیں؟صحابہ نے ان نصوص شریفہ سے تغافل نہیں برتایا نہیں؟ان حدیثوں میں تو امیرالمومنینؑ کی امامت و خلافت پر کوئی نص بھی نہیں تھی لیکن صحابہ نے ہر اس حدیث کی مخالفت کی اور ہر اس نص سے تغافل برتا جس میں امیرالمومنینؑ اور اہل بیتؑ کے حق کی رعایت کا حکم دیا گیا تھا تو جب صحابہ ایسے نصوص کی

مخالفت کرتے ہیں تو امامت و خلافت پر نصوص نبویؐ کی مخالفت کرنے اور تغافل برتنے سے انھیں کون روکے گا؟وہ کیوں نہیں کریں گے؟اس لئے کہ وہ خود غاصب خلافت تھے،اگر نص پر عمل کرتے تو خلافت حقدار خلافت کو دینی پڑتی۔

انصار نے الائمۃ من قریش کی مخالفت کی

انصاف سے بتائیں کیا((الائمۃ من قریش))نص نہیں ہے؟کیا اس سے قریش میں امامت کا محصور ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے؟پھر انصار جو قریش نہیں تھے انھوں نے دعوائے خلافت کرکے کیا اس نص کی مخالفت نہیں کی؟انصار صحابہ تھے کہ نہیں؟انصار وہ باوقار گروہ جن میں بہت سے سابق الاسلام تھے،نبیؐ کی نصرت میں بھی سابق تھے،لیکن جب حکومت کی ہوس دل میں سمائی تو ان ہی صاحبان جبہ و دستارنے سعد بن عبادہ کی بیعت کرنی چاہی اور الائمۃ من قریش کے نص صریح کی مخالفت کر بیٹھے[۱]عام مسلمانوں کے درمیان یہ تو بہت مشہور حدیث تھی،کیا انصار نے یہ حدیث نہیں سنی تھی؟

ہاں قریش کی ایک جماعت نے جب دیکھا کہ انصار نص کی مخالفت کررہے ہیں تو انھوں نے ان کو ڈانٹا اور سختی سے انکار کیا،یہاں تک کہ عمروعاص کہتا ہے قریب تھا کہ وہ اسلام کی رسّی کو ڈھیلی کردیں جیسا کہ انھوں نے اس کے لئے قتال کیا تھا اور جس طرح اسلام میں داخل ہوئے تھے قریب تھا کہ اسی طرح وہ اسلام سے نکل جاتے،خدا کی قسم اگر انھوں نے پیغمبرؐ کا قول((الائمۃ من قریش))سنا تھا پھر بھی امامت کے دعویدار تھے تو وہ ہلاک ہوچکے تھے اور ہلاک کرچکے تھے اور اگر نہیں سنا تھا انھوں نے یہ قول!تو بھی وہ مہاجرین جیسے تو نہیں تھے۔[۲]

----

(۱)اس سوال کے جواب کے آغاز میں اسکے مصادر گذرچکے ہیں)

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۹

لیکن انصار آ ٓ ز اس مذکورہ نص کے مخالف کیوں تھے۔صرف اس لئے کہ وہ نص ان کی مصلحتوں کے خلاف تھی اور ان کے مفاد کو مجروح کررہی تھی،اس طرح عمر نے بھی اس نص کو بھل قرار دیا اور اس نص سے خارج ہونے کی پرواہ نہیں کی اور کسی نے ان کی مخالفت بھی نہیں کی،وقت وہ ہے جب انھیں زخمی کیا گیا اور موت کا فرشتہ ان کے سامنے آکے کھڑا ہوگیا اس وقت کہنے لگے اگر ابوحذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو میں اس کو خلیفہ بنادیتا۔[1] پھر کہا اگر معاذ بن جبل کو پاتا تو خلیفہ بنادیتا،پھر میں اپنے پروردگار سے ملتا تو وہ مجھ سے پوچھتا....[2]

سوچئے کیا سالم غلام ابوحذیفہ اور معاذ بن جبل جیسے لوگوں کے ہاتھوں خلافت سونپنے کی خواہش((الائمۃ من قریش)) کے نص کی مخالفت نہیں ہے یہ دونوں مسلمان قریش سے نہیں تھے،

یہیں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تمام صحابہ کی طرف سے نص کی مخالفت کا اقدام ذرا بھی بعید از قیاس نہیں ہے،اس لئے کہ نص کی مخالفت ہی سے ان کے الو سیدھے ہورہے تھے،ان کی مصلحتوں کا افادہ ہورہا تھا اور وہ نقصان سے بچ رہے تھے،نص کی مخالفت تو صرف ان کو نقصان پہنچارہی تھی جو اہل بیت پیغمبرؐ تھے اور پیغمبر کے بعد انھیں کمزور کردیا گیا تھا،جیسا کہ آئندہ صفحات میں عرض کیا جائے گا۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ جب صحابہ ان نصوص نبویؐ کی مخالفت کرتے ہیں جن سے امامت و خلافت امیرالمومنینؑ ثابت نہیں ہوتی تو پھر امامت و خلافت کے حامل نصوص کی مخالفت بعید از قیاس ہے نہ تعجب خیز،جیسا کہ شیعوں کے قول کے مطابق ایسی نص موجود ہیں۔

---

(۱)تاریخ طبری ج:۲ص:۵۸۰،العقد الفرید ج:۴ص:۲۵۵تاریخ دمشق ج:۵۸ص:۴۰۵۔۴۰۴،مقدمہ ابن خلدون ص:۱۹۴،حلیۃ الاولیاء ج:اص:۱۷۷،صفوۃ الصفوۃ ج:اص:۳۸۸،کشف الخفاء ج:۲ص:۴۲۸

(۲)تاریخ دمشق ج:۸ص:۴۰۴۔۴۰۳،مسند احمد ج:اص:۱۸،فیض القدیر ج:۳ص:۱۹۰،صفوۃ الصفوۃ ج:اص:۳۶۷.

نبی نے حابہ کو خبردار کردیا تھا کہ وہ امیرالمومنینؑ کے بارے میں نصوص کی مخالفت کریں گے

بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور سرور کائناتؐ نے اپنے صحابہ کو ‌بردار کردیا تھا کہ وہ علیؑ کے بارے میں نصوص کی مخالف کریں گے اور نصوص کو جاری ہونے سے روکیں گے،اگر امیرالمومنینؑ اپنے حق کے لئے قیام بھی کریں گےتو صحابہ علیؑ سے الگ ہوجائیں گے،اس لئے کہ حضور کائناتؐ اپنے اصحاب کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کے دلوں میں کیا کچھ ہے اس سے اچھی طرح واقف تھے حضورؐ سمجھ رہے تھے کہ وہ لوگ کس حد تک جاتے ہیں۔

ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو((جب عائشہ نے مولائے کائناتؑ پر ‌روج کیا اور بصرہ تک پہنچ گئیں تو انھوں نے کوشش کی کہ ام سلمہؓ کو بھی اپنے ساتھ ملالیں اور دونوں مل کے علیؑ پر ‌روج کریں لیکن ام المومنین ام سلمہ نے انکار کردیا بلکہ عائشہ کو بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ امیرالمومنینؑ سے نہ الجھیں،ام المومنین ام سلمہ نے عائشہ کو کچھ باتیں یاد دلائیں جو امیر کائناتؑ کے حق میں تھیں اور انھیں روکنے کی کوشش کی،ان باتوں میں ایک واقعہ یہ بھی تھا کہ ام سلمہ نے عائشہ سے کہا:میں تمہیں ایک واقعہ یاد دلاتی ہوں،ہم لوگ یعنی میں اور تم سرکار دو عالمؐ کے ساتھ سفر کررہے تھے،علیؑ ہمارے ساتھ تھے،پیغمبرؐ کی جوتیاں ٹانکا کرتے تھے اور کپڑے دھویا کرتے تھے ایک دن آپ کی جوتی میں سوراخ ہوگیا علیؑ اس کو ٹانکنے کے لئے بیٹھ گئے،اس وقت علیؑ ایک ببول کے درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے اتنے میں تمہارے باپ اور عمر آگئےانھوں نے نبیؐ سے حاضری کی اجازت لی،ہم لوگوں نے پردہ کرلیا اور وہ دونوں خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوئے،وہ نبیؐ سے کہنے لگے،حضورؐ ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کی صحبت ہمیں کب تک حاصل رہےگی،کاش آپ بتایئےکہ آپ کے بعد آپ کا خلیفہ کون ہوگا؟تاکہ ہم آپ کے بعد اس کی پناہ میں چلے جاتے،حضورؐ نے فرمایا:ویسے تو میں اس کی جگہ دیکھ رہا ہوں لیکن اگر میں تمہیں بتادوں تو تم اس سے الگ ہوجاؤگے جس طرح بنی اسرائیل ہارون بن عمرانؑ کو چھوڑکے الگ

ہوگئے تھے،یہ سن کر دونوں خاموش ہوگئے اور باہر چلے گئے،پھر جب نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے نبیؐ سے پوچھ لیا حالانکہ عائشہ تم نبیؐ پر مجھ سے زیادہ جسارت کرتی تھیں،بہرحال میں نے نبیؐ سے پوچھا:حضورؐ آپ ان لوگوں پر کس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں؟فرمایا جوتی سلنےوالے کو تو ہم نے غور سے دیکھا اس وقت علیؑ کے علاوہ جوتی سلنےوالا کوئی نہیں تھا میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ اس وقت تو جوتی سلنےوالا علیؑ کے علاوہ کوئی دکھائی نہیں دیتا؟آپؐ نے فرمایا:ہاں میری مراد بھی وہی ہے،عائشہ نے کہا،ہاں مجھے یاد آگیا،[1]

یہ وہ حقائق ہیں کہ جس کی بنیاد پر مجھے عرض کرنا ہے کہ صحابہ کےتغافل کی وجہ سے نص کو وجود کو بعید از قیاس نہیں سمجھا جا تا،بلکہ ضرورت ہے کہ نص کےدعوے پر منصفانہ نظر کی جائے اور اس دعوے پر جو دلیلیں دی جارہی ہیں ان پر کامل موضوعیت کے ساتھ جذبات سے دور ہوکے غور کیا جائے پھر وجدان کو حاکم بناکے ایک فیصلہ کیا جائے،شیعہ امیرالمومنینؑ اور آپ کی معصوم اولادؑ کی خلافت کے بارے میں جن نصوص کا دعوی کرتے ہیں کیا وہ نصوص ان لوگوں کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہیں جن کی خلافت کو جمہور صحیح قرار دیتے ہیں تو جمہور نے مقام استدلال میں ان نصوص کا استعمال کیا ہے کہ نہیں جب اس نکتہ پر غور کریں گےتو راستہ خود بخود مل جائےگا اس لئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ صحیح راستے کی طرف ہدایت کرنے کا ذمہ دار ہے۔

جن لوگوں نے نص کی مخالفت کی،ان کی تعداد بہت کم ہے

وجہ ثالث:جن لوگوں نے نص خلافت کی مخالفت کی اگر بقول شیعہ نص موجود ہے تو ان کی تعداد بہت کم ہے،صرف وہی لوگ نص کی مخالفت کرتے ہیں یا نص سے تغافل برتتے ہیں جنھوں نے امیرالمومنینؑ کے خلاف تحریک کی قیادت کی ہے،آپ کے مقابلہ پر اترے ہیں اور خلافت کو ان سے چھین کے خود قبضہ جمالیا ہے۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۱۸

جہاں تک باقی لوگوں کا سوال ہے تو انھوں نے مخالفہ نص کا اقدام کیا ہے نہ امیرالمومنینؑ کی مخالفہ کی ہے،بس انھوں نے واقعہات کو ایک حقیقہ سمجھ کے قبول کرلیا ہے اور اس کے بہ سے اسباب ہوتے ہیں یا تو انھوں نے نص اور حق کو اہم نہیں سمجھایا یہ سوچا کہ عافیہ اسی میں ہے کہ حالات سے سمجھوتہ کرلیا جائے یا یہ سوچا کہ نصوص کی و. سے حقدار کو حق نہیں لنے جارہا ہے یا اس لئے خاموش رہے کہ وہ نص کو بعید از قیاس سمجھ رہے تھے و غیرہ

انسانی سماج کا مزاق وقت کے دھارے کے ساتھ مڑجاتا رہا ہے

از انی سماج کا مزاج یہ ہے کہ وہ وقہ کے دھارے کے ساتھ کسی بھی تحریک اور انقلاب کی طرف بہ جلہر مڑجاتا ہے اور اس میں رہنے،سہنے کی عادت ڈال دیتا ہے،تحریک یا انقلاب کے بانیوں کی تعداد بہ مختصر ہوتی ہے،یہی لوگ شریعہ اور قانون کو بہرلنے میں پیش پیش رہتے ہیں اور یہی لوگ اس تحریک سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں،پھر تو تحریک کی ذمہ داریاں ان لوگوں پر آپڑتی ہیں جو بالکل ہی بودے اور عام کالانعام ہوتے ہیں اور اس تحریک کو برقرار رکھ کے کچھ فائدہ وہ بھی اٹھالیتے ہیں،لیکن جب از انی سماج پہر غلط تحریک کی و. سے مصیبتیں آتی ہیں،جو اس تحریک سے انکار کرنےوالے اور شریعہ کی مخالفہ کی و. سے حاصل ہونےوالے نقصانات کی نشاندہی کرنےوالے سامنے آتے ہیں اور ان کی مدد وہ لوگ کرتے ہیں جو قانون کی بالادستی اور شریعہ کی پابندی کے قائل ہیں اور حق کی راہ میں ہر قربانی دینے کو تیار رہتے ہیں ایے لوگ ہر دور میں کم رہے ہیں اور باقی لوگ؟دل میں تو شرع کی توہین کے منکر ہوتے ہیں لیکن ظاہر میں شروع کو کوئی اہمیہ نہیں دیتے،اسی لئے وہ حق کو مقام حق تک پہنچانے کے لئے قربانیاں دینا بہ مشکل سمجھتے ہیں،اب یا تو بزدلی کریں یا اس لئے کہ ان کےاندر قربانی کا جذبہ پایا جاتا ہےگر سوچتے ہیں کہ اگر شریعہ کی حفاظہ نہیں ہو کی اور انقلاب نہ آسکا تو ہماری قربانیاں ضائع ہوجائیں گی اس لئے کہ مخالفین کی طاقہ بہ زیادہ ہے اور ہم اس کے مقابلے میں کوئی حیثیہ نہیں رکھتے۔

ابوبکر کی بیعت پر اہل مدینہ کے اتفاق کا دعویٰ

کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مدینہ کے مہاجرین و انصار اور دوسرے لوگوں نے بھی ابوبکر کی بیعت پر اتفاق کرلیا تھا اور یک زبان ہوکے ان کی تائید کی تھی،البتہ صرف کچھ لوگ اور امیرالمومنین علیؑ تھے تو یہ دعویٰ کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے کہ لوگ سمجھیں کہ اگر نص موجود تھی بھی تو اہل مدینہ کی اتنی بڑی جماعت نے عمداً اس کی مخالفت کی اور نص کے خلاف عمل کیا،اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عوام سامنے کی صورتحال سے سمجھوتہ کرلیتے ہیں اور اکثریت کسی نظریہ کی گہرائی پر نظر نہیں رکھتی،

مذکورہ دعویٰ کے بطلان کے شواہد

لیکن یہ دعویٰ خلاف واقع ہے،اس لئے کہ بیعت کے وقت جو واقعات اور حادثات سامنے آئے وہ اس اتفاق کے خلاف گواہی دیتے ہیں،حدیث کی کتابوں میں یہ قول ہر جگہ پایا جاتا ہے کہ ابوبکر کی بیعت ایک لغزش تھی(۱)فلتہ(لغزش)کی تشریح تو فلتہ سے بھی ناکارہ ہے فلتہ کا مطلب مباغتہ ہے یعنی بغیر مشورہ کے،مورخین کا بیان بھی اسی بات کی شہادت دیتا ہے کہ بیعت ابوبکر اچانک حاصل ہوگئی،تاریخ کے آئینہ میں اس وقت مدینہ کی صحیح صورت حال کا جائزہ لیجئے،حضور سرور کائناتؐ کی وفات ہوچکی ہے اہل مدینہ دہشتناک حادثہ سے وحشت زدہ ہیں،مولائے کائناتؑ اور دوسرے بنوہاشم حضور سرور کائناتؐ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہیں اور ایک چھوٹی سی جماعت اپنی سازشوں میں لگی ہوئی ہے،وہ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اس وقت اقتدار اور خلافت پر قبضہ جمانے کا سب سے بہتر موقعہ ہے اس لئے کہ اہل مدینہ خبط ہیں اور اصل دعویدار ان خلافت بلکہ مستحقین خلافت پیغمبرؐ کی تجہیز میں مشغول ہیں،اس وقت یہ جماعت ابوبکر کی بیعت کی کوشش کرتی ہے اور نص کے خلاف(اگر نص موجود تھی)تو بہت چالاکی سے ابوبکر کو آگے بڑھا کےلوگوں سے

---

(۱)اس سوال کے آغازِ جواب میں اس کا حوالہ گذرچکا ہے

بیعت مانگتی ہے اور لوگ حیرت و وحشت کے عالم میں تنکے کے سہارے کے طور پر ڈوبنے سے بچنے کے لئے اس اقدام کو قبول کرتے ہیں (اس کہتے ہیں ہنگامی صورت حال سے فائدہ اٹھانا) اب ذرا مشہور تاریخ نگار یعقوبی سے سنئے اس وقت سقیفہ میں کیا ہورہا ہے؟ کس کی بیعت ہورہی ہے؟ اور کیسے بیعت لی جارہی ہے؟ یعقوبی لکھتا ہے براء بن عازب آئے اور بنوہاشم کے دروازے پر دستک دی اور آواز لگائی کہ اے بنوہاشم ابوبکر کی بیعت ہوگئی، بنوہاشم میں سے کسی نے کہا: مسلمان ہمارے غیاب میں کوئی غیاب میں کوئی اہم فیصلہ نہیں کرتے، ہم محمدؐ کے قریب ترین ہیں، عباس بولے انھوں نے فیصلہ کر بھی لیا، ربّ کعبہ کی قسم: حالانکہ مہاجرین و انصار کو شک بھی نہیں تھا کہ علیؑ کے علاوہ کسی کی بیعت ہوگی، مہاجرین و انصار کے ایک گروہ نے ابوبکر کی بیعت سے اختلاف کیا اور مولائے کائناتؑ کی طرف مائل ہوئے، ان میں عباس بن عبدالمطلب فضل بن عباس، زبیر بن عوام بن عاص (یہی نام چھپی ہوئی کتاب میں لکھا ہے) خالد بن سعید، مقداد بن عمرو، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار بن یاسر، براء بن عازب اور ابی بن کعب تھے، [1]

ابوبکر کی بیعت کے مخالفین میں فروہ بن عمر انصاری بھی تھے، یہ بڑی قدآور شخصیت تھی اور راہِ خدا میں جہاد کرنےوالے شہسواروں کے سردار تھے، ہر سال اپنے باغ کی کھجوروں میں سے ایک ہزار وسق صدقہ نکالتے تھے، اپنی قوم کے سردار اور شمار تھے، آپ امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے آپ نے جنگ جمل میں مولائے کائناتؑ کی حمایت میں جہاد کیا تھا۔[2]

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر کی بیعت ہوگئی تو بنی تیم کے لوگ (ابوبکر کا قبیلہ بھی تیم تھا) فخر کرنے لگے، یہ بیان محمد بن اسحاق کا ہے حالانکہ مہاجرین کو اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی صاحب الامر ہیں انصار کے نمایاں افراد کو بھی اسی بات کا یقین تھا۔[3]

----

(۱) تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۴، روایت سقیفہ بنی ساعدہ اور ابوبکر کی بیعت)

(۲) شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۸۔۲۹

(۳) شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۱

انصار کی کوشش کہ سعد بن عبادہ کی بیعت ہوجائے

میرا خیال ہے کہ((اور یہ خیال حقیقت سے بہت قریب بھی ہے کہ))انصار مدینہ نے سعد بن عبادہ کی بیعت کی تجویز اس لئے رکھی تھی کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اگر وہ خلافت پر قبضہ کرنے میں جلدی نہیں کریں گے تو قریش مسند خلافت مارے جائیں گے پھر قریش ہی حاکم ہوں گے اور انصار محکوم انصار کی یہ کوشش علیؑ کے خلاف نہیں تھی اور نہ اس لئے تھی کہ انصار نص سے ناواقف تھے بلکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ قریش خلافت کی لالچ میں نص کی مخالفت کررہے ہیں علیؑ سے محض بغض و عناد کی وجہ سے خلافت کو غصب کرلینا چاہتے ہیں،علیؑ کے اسلامی کارنامے یعنی علیؑ کا راہِ خدا میں جہاد،قریش کو ان کے کفر کی وجہ سے سزا دینا و غیرہ،قریش کے دل میں علیؑ کے بغض کو پیدا کرچکا ہے حالانکہ علیؑ ہی وہ ہیں جن کی حکومت نبیؐ کی حکومت سمجھی جاتی ہے،علیؑ ہی وہ ہیں جنہوں نے کفارِ قریش کا خون بہایا ہے،ان کی بنیادیں کھودی ہیں اور ذاتِ باری تعالی کے معاملے میں سب سے سخت ہیں،علیؑ احکام و حدودِ الٰہی کے سخت پابند ہیں اور بغیر کسی رعایت،محبت یا رخ کے حدود الہیہ کو جاری کرنےمیں سب سے آگے ہیں۔

منافقین و طلقاء کی کارستانیاں

علیؑ کے بارے میں حکم نبیؐ کی مخالفت اور علیؑ کی وجہ سے نبیؐ کی طرف بغض کے آثار نبیؐ کی زندگی ہی میں دکھائی دینےلگے،منافقین طلقاء اور ان کے حلیفوں نے اپنی سازشوں کے جال،حیات پیغمبر ہی میں پھیلا دیتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے وادی عقبہ کےمشہور واقعہ میں نبیؐ کو مارڈالنے کی کوشش کی،دوسرےسوال کے جواب میں اس واقعہ کو بیان کیا جاچکا ہے،اسی طرح انہوں نے مختلف مقامات پر حکم پیغمبرؐ سے تجاہل برتا،نبیؐ جیش اسامہ میں جانے پر باربار حکم دیتے رہے اور یہ لوگ مدینے میں بیٹھے رہے اور حکم نبیؐ کو نہیں مانا۔

آخر وقت میں نبیؐ کو ایسی تحریر دینے سے رو ریا جو انھیں گمراہی سے بچا سکتی تھی،دوسرےسوال کے جواب میں اس کی طرف بھی اشارہ کیا جاچکا ہے۔غدیر خم میں جب آپ پہونچے تو ان لوگوں نے آپ کی مخالفت کی حضرتؐ نے اس بات کا شدت سے احساس کیا اور ان لوگوں کو یہ کہہ کر کےتنبیہ فرمائی

کے اے لوگوں میرے دستور تمہاری مخالفت اور کنارہ کشی مجھے بہت ناگوار گذرتی ہے مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تمہارے دل میں میرے خاندان کی طرف سے سب سے زیادہ بغض بھرا ہوا ہے،[1] جب آپ کہ کرمہ سے واپس آئے تو لوگ آپ سے اجازت لے کے جانے لگے،آپ نے ان کو جازت تو دیدی لیکن یہ بھی فرمایا:کہ آخر بات کیا ہے،میرے خاندان کے لوگ دوسرے خاندانوں سے زیادہ تمہارا بغض جھیل رہے ہیں۔[2] لوگ اہل بیت سے علانیہ بغض و عداوت کا اظہار کرنے لگے تھے،چنانچہ ابن عباس حضور کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے خدا کے رسولؐ ہم جب باہر نکلتے ہیں تو قریش کو آپس میں بات کرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن قریش ہمیں دیکھتے ہی خاموش ہوجاتے ہیں،یہ سن کر حضورؐ غضبناک ہوئے[3] دوسری روایت میں ہے کہ جب قریش آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تھے تو مسکراتے ہوئے چہروں کے ساتھ لیکن جب ہم(عباس بن عبدالمطلب)لوگوں سے ملتے ہیں تو ان کا منہ لٹک جاتا ہے یہ سن کر حضورؐ غضبناک ہوئے۔[4] اس طرح کے بہت سارے شواہد ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ حکم پیغمبر سے برابر تجاہل کرتے تھے،انہوں نے حیات پیغمبرؐ ہی میں پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ خلافت اہل بیت کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے۔اس خیال کو دو باتوں سے مزید تقویت مل رہی تھی،

---

(۱)تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۲۲۷،العمدۃ لابن بطریق ص:۱۰۷،مسند شامیین طبرانی ج:۳ص:۲۲۳،روایت قبیصہ جابر انصاری سے

(۲) صحیح ابن جبان ج:اص:۴۴۴،باب فرض ایمان مسند احمدج:۴ص:۱۶، مجمع الزوائدج:آ-۲۰،کتاب ایمان ج:۱۰ص:۴۰۸،مسند طیاسی ص:۱۸۲،الاحاد و المثانی ج:۵ص:۲۴، معجم الکبیرج:۵ص:۴۹۔۵۰۔۵۱،شعب الایمان ج:اص:۳۶۴،حلیۃالاولیاءج:۶ص:۲۸۶،تھذیب الکمال ج:۹ص:۲۰۸،موضح اوھام الجمع و التفریق ج:۲ص:۵۲۰،موارد ظمان ج:اص:۳۲)

(۳)مسنداحمدج:۴ص:۱۶۵،تفسیر ابن کثیرج:۴ص:۱۱۴، مجمع الزوائدج:اص:۸۸کتاب الایمان ج:۹ص:۱۷۰،مسند البرازج:۶ص:۱۳۱،مسندالمطلب بن ربعیہ ج:۲ص:۹۱۸ معجم الصحابہ ج:۲ص:۱۱۱۹۴ المعجم الاوسط ج:۵ص:۵۲،ج:۷ص:۳۷۳،المعجم الصغیرج:اص:۳۹۹،سیراعلام النبلاءج:۲ص:۸۸،ج:۱۲ص:۱۵۶،تھذیب الکمال ج:۳۳ص:۳۴۰،تاریخ بغدادج:۳ص:۳۷۶)

(۴)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۳۷۶،کتاب معرفۃ الصحابہ ج:۵۴ص:۸۵،السنن الکبری للنسائی ج:۵ص:۵۱،کتاب مناقب،فضائل علیؑ سنن ترمذی ج:۵ص:۶۵۲،کتاب کتاب المناقب:مصنف لابن ابی شیبۃ ج:۶ص:۳۸۲،مسند البراز،ج:۴ص:۱۴۰،المعجم الکبیرج:۲۰ص:۲۸۴۔۲۸۵،تعظیم قدرالصلاۃج:اص:۴۵۳۔۴۵۵،تھذین الکمال ج:۱۴ص:۲۲۸،فضائل الصحابہ للنسائی ص:۲۲

آنےوالے فتنوں کےبارےمیں رسول اکرمؐ کی پیشین گوئیاں

ا۔پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی طرف سے اور خود سرکارِ دو عالمؐ کی طرف سے مسلسل آنےوالے فتنوں کی پیشین گوئی کی جارہی تھی اور ان سے بچنے کی ہدایت دی جارہی تھی یہ بتایا جارہا تھا کہ فتنے بہرحال واقع ہوں گےاور بہت سخت دور آئے گا،دوسرے سوال کےجواب میں اس سلسلے میں کچھ عرض کیا جاچکا ہے،قرآن،پیغمبرؐ کےرویائے صادقہ پر آپ کو تسلی دیتا ہوا کہتا ہے میں نے آپ کے خواب کو صرف لوگوں کے لئے ایک فتنہ قرار دیا ہے اور قرآن قرآن میں شجرہ لعونہ بھی ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر وہ اپنی سرکشی میں اضافہ ہی کرتےجاتے۔[1]یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب پیغمبرؐ نے خواب میں دیکھا تھا کہ کچھ لوگ بندروں کی طرح آپ کے منبر پر اچھل کود کررہے ہیں۔[2]

آنحضرتؐ دین اور اہل بیتؑ پر آنےوالی مصیبتوں اور حکومت کےانحراف کی خبر باربار دیتے رہے

آپؐ نےفرمایا:اس امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔[3]

حضرتؐ نےفرمایا:تم ضرور اسلام کے ہر بندھن کو توڑ دوگےاور جب بھی کوئی بندھن لوٹے گا تم اسی فرقے کےہوجاؤگے،تم سب سے پہلا بندھن حکومت کا اور آخری بندھن نماز کا توڑوگے۔[4]

----

(۱)سورہ اسراء،آیت:۶۰)-(۲)تفسیر قرطبی ج:۱۰ص:۲۸۳۔۲۸۲،تفسیر طبری ج:۱۵ص:۱۱۲۔۱۱۳،تفسیر ابن کثیر ج:۳ص:۵۰،تاریخ طبری ج:۵ص:۶۳۴،شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۲۲۰، مجمع الزوائدج:۵ص:۲۴۳۔۲۴۴،مسند ابی یعلی ج:۱۱ص:۳۴۸۔علل متناھیہ ج:۲ص:۷۰۱،مستدرک صحیحین ج:۴ص:۵۲۷،کنزالعمال ج:۱۱ص:۳۵۸،حدیث:۳۱۳۷،سیرہ اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۰۸)(۳)اس کا حوالہ گذشتہ سوال کے جواب میں گذرچکا ہے)

(۴) صحیح ابن حبان ج:۱۵ص:۱۱۱،آپ کی امت کےدرمیان جو کچھ حوادث اور فتن رونما ہوں گے کےبارے میں خبریں،مجمع الزوائد ج:۷ص:۲۸۱،کتاب الفتن،مسنداحمدج:۵ص:۲۵۱،موارد الظمان ج:۱ص:۸۷،کتاب الصلاۃ،جس نے نماز کی پابندی کی اور جس نے اسے ترک کردیا کے بیان میں المعجم الکبیر ج:۸ص:۹۸،شعب الایمان،ج:۴ص:۳۲۶،ج:۶ص:۶۹،فصل جماعت اور رکعت کی فضیلت ،اور تفرقہ سے کراہت کے بیان میں،مسندالشامیین ج:۲ص:۴۱۱،السنۃ عبداللہ بن احمد ج:۱ص:۳۵۶،الترغیب و الترہیب ج:۱ص:۲۱۶،تعظیم قدر الصلاۃ ج:۱ص:۴۱۵،الفردوس بماثورالخطاب ج:۲ص:۴۴۵،فیض القدیرج:۵ص:۳۹۹۔۲۶۳،اور اس کے علاوہ مصادر،

حضرتؐ فرمایا:دیکھو!اسلام کی چکی چل چکی ہےاسے کتاب خدا کے ساتھ ہی چلاتے رہو۔

ٰبردار ہوجاؤ!کہ لطنۃ اور کتاب میں ہونےوالی ہے،جب ایٓا ہوتو تم کتابِ خدا سے جدا مہ ہونا۔[۱]

آپؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا:امّ میرے بعد تمہم سےغدّاری کرے گی،[۲]امیرالمومنینؑ نےدیکھا پیغمبراعظمؐ رورہے ہیں آپ نےرونے کا سبب پوچھا تو حضورؐ نےفرمایا:اس قوم کےدل تمہاری طرف سےکینوں سےبھرے ہوئے ہیں اور یہ کینے ظاہر نہیں کریں گے گر میرےبعد،[۳]آپ نے بنی ہاشم سےفرمایا:تم میرےبعد کمزور بنادیئے جاؤگے[۴]

اور آپؐ نے انصار سےفرمایا:میرےبعد تم لوگ نشانہ انتقام بنوگے۔[۵]

---

(۱) مجمع الزوائدج:۵ص:۲۳۸،مسند شامیین ج:اص:۳۷۹، معجم صغیرج:۲ص:۴۲ معجم کبیرج:۲۰ص:۹۰،فیض قدیرج:۳ص:۵۳۴حلیۃ الاولیاءج:۵ص:۱۶۵)

(۲)اس کا حوالہ تیسرےسوال کےجواب میں گذرچکا ہے)

(۳) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۱۸مسند البرازج:۲ص:۲۹۳،مسند ابی یعلی ج:اص:۴۲۶، معجم کبیرج:۱۱ص:۷۳،تاریخ بغدادج:۱۲ص:۳۹۸،میزان الاعتدال ج:۵ص:۴۳۱فضل بن عمیرہ قیسی کےحالات میں،ج:۷ص:۳۱۵،الکامل فی ضعفاءالرجال ج:۷ص:۱۷۳،تھذیب الکمال ج:۲۳ص:۲۳۹،علل متناھیہ ج:اص:۲۴۴-۲۴۳،تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۳۲۴-۳۲۳-۳۲۲)

(۴) مجمع الزوائدج:۹ص:۳۴،مسنداحمدج:۶ص:۳۳۹، معجم کبیرج:۲۵ص:۲۳،الفردوس بما ثور الخطاب ج:اص:۳۹۴)

(۵) صحیح بخاری ج:۳ص:۱۳۸۱،کتاب فضائل الصحابہ،باب رسول اکرم کا قول ہماری ملاقات تک صبر کرو،ج:۴ص:۱۵۷۴،کتاب المغازی،باب غزوہ الطائف، صحیح مسلم ج:۲ص:۷۳۸،کتاب الزکوۃ، صحیح ابن حبان ج:۱۶ص:۲۶۴،صحابہ اور تابعین کے فضائل کے باب میں،الاحادیث المختارۃ،ج:۴ص:۲۷۲،مسند ابی عوانۃ ج:۴ص:۴۱۵، مجمع الزوائدج:۱۰ص:۳۱-۳۳،السنن الکبری بیہقی ج:۶ص:۳۳۹،مسنداحمدج:۳ص:۱۷۱-۱۶۷-۱۱۱،مسند ابن مالک کی ج:۴ص:۴۲،پسر عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی کی حدیث،ص:۲۹۲،پسر اور براء بن عازب کی حدیث،۴ص:۳۵۲،مسند رویانی ج:۲ص:۱۸۳،المعجم الکبیرج:اص:۲۰۸،السنن الواردۃ فی الفتن ج:اص:۲۰۳،البیان و التعریف،ج:اص:۳۵۲،مسند رویانی ج:۲ص:۱۸۳،المعجم الکبیرج:اص:۲۰۸،السنن الواردۃ فی الفتن ج:اص:۲۰۳،البیان و التعریف،ج:اص:۲۵۴،سیر اعلام النبلاءج:۲ص:۴۵۲،فضائل الصحابۃ ابن حنبل ج:۲ص:۸۰۸،وغیرہ منابع،

نبی اعظمؐ اور مولائے کائناتؑ منافقین کے ٹکراؤ سے بچتے تھے

۲۔انصر یہ بھی دیک ھرہے تھے کہ سرکارِ دو عالمؐ اور مولائے کائناتؑ منافقین اور طلقا سے تا حدامکان ٹکرانا نہیں چاہتے ہیں اور ان سے اُلجھنا نہیں چاہتے ہیں،دونوں حضرات ان لوگوں کو سزا نہیں دینا چاہتے اس لئے کہ اس سے خواہ مخواہ کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا،معاملات بگڑ جائیں گے اور فضول باتیں پیدا ہوں گی مثلاً اسلام کے چہرے کو بگاڑنے کی کوشش،نبیؐ اور آلِ نبیؐ کی توہین،اس کےعلاوہ دوست اسلام کو بھی جلد یا دیر سے ایسا نقصان پہنچے گا جس کا تدارک ممکن نہیں ہوگا،شواہد ملاحظہ ہوں۔

کسی صحابی نے عرض کیا کہ حضورؐ!جن لوگوں نےوادی عقبہ میں آپ کو قتل کرنا چاہا تھا اُن کےنام ظاہر کر کےانہیں قتل کردیں آپ نے فرمایا:میں اس بات کو کروہ سمجھتا ہوں کہ عرب کہیں:محمدؐ نے ایک قوم کی مدد سے دشمنوں پر فتح حاصل کی اور جب فتحیاب ہوگئے تو اُسی قوم کو قتل کرنا شروع کردیا[1]اسی طرح جب لوگوں نے عبداللہ بن ابی کے قتل کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا:لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمدؐ اپنے ہی اصحاب کو قتل کررہے ہیں[2]ان واقعات کے علاوہ بھی بہت سے موقع آئے جب انصار نے دیکھا کہ مولائے کائناتؑ اور حضور سرورِ دو عالمؐ،منافقین اور ریاکاروں سے چشم پوشی کرتے ہیں اور حتی الامکان ان سے اُلجھنا نہیں چاہتے،یہ تمام باتیں دیکھ کے انصار یہ سمجھ گئے کہ قریش اور اُن کے ہم خیال لوگ موقعہ کی تلاش میں ہیں اور آج موقعہ ملا ہے تو علیؑ سے حکومت کو چھین لینا چاہتے ہیں،اس لئے انصار نے یہ سوچا کہ جب علیؑ کے ہاتھ میں حکومت رہنی ہی نہیں ہے تو کیوں نہ پہلے ہم کوشش کریں اور قریش کے لئے راستہ بند کردیں،اس لئے کہ انصار کو یہ توقع تھی کہ اگر خلافت کا پلّہ جُھکا اور خلافت اپنے مرکز سے ہٹی تو منافقین اور طلقا اس پر قابض ہوکے حاکم بن

---

(۱)تفسیر ابن کثیر ج:۲ص:۳۷۳،سبل الہدی و الرشادج:۵ص:۴۶۷،الدر المنثور ج:۴ص:۲۴۴،روح المعانی ج:۱۰ص:۱۳۹)

(۲)تاریخ المدینہ ج:۱ص:۲۶۶اور اسی طرح ص:۳۶۰

جائیں گے اور چونکہ انصار نے قریش کے خلاف سرکارِ دو عالمؐ کی نصرت کی ہے اس لئے یہ رب کے بدّوں سے انتقام لینے میں ذرا بھی سُستی نہیں کریں گے اور نصرت پیغمبرؐ کی سزا بلکہ سخت ترین سزا دیں گے۔

اگر انصار یہ سمجھ لیتے کہ خلافت امیرالمومنینؑ ہی کے ہاتھ میں ہے تو بہت ممکن تھا کہ وہ مولائے کائناتؑ پر غالب آنے کی اور آپ سے خلافت چھیننے کی،نیز نص وارد سے تجاہل کی کوشش نہیں کرتے،میرے اس خیال کی شہادت وہ واقعات دیتے ہیں جنہیں مورخین نے((احداثِ سقیفہ))کے عنوان سے لکھا ہے اور اہلِ حدیث نے جن کی طرف اشارہ کیا ہے۔

انصار کے آرا اور ان کے نظریے

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جوہری نے اپنی کتاب((السقیفہ))میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے انصار کو خطاب کر کے بتایا کہ((مہاجرین قریش))انصار سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں تو انصار نے ان کا جواب دیا،خدا کی قسم ہم اس خیر کی وجہ سے تم سے حسد نہیں کرتے جو خیر خدا نے تم تک پہنچایا ہے،تم سے زیادہ ہمارا کوئی محبوب ہے نہ پسندیدہ،بلکہ ہم مستقبل سے خوف زدہ ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ امر ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جائے جو نہ ہم میں سے ہیں اور نہ تم میں سے۔[1]

دوسری روایت میں ہے کہ حباب بن منذر کھڑے ہوئے یہ بدری صحابی تھے،انہوں نے کہا:ایک ہم میں سے امیر ہوجائے،ایک تم میں سے،اے لوگو!ہم تم سے اس امر کو الگ نہیں کرنا چاہتے،ہمیں خوف ہے تو اس بات کا کہ کہیں اس حکومت پر وہ لوگ نہ غالب آجائیں جن کے باپ،بھائیوں کو ہم نے قتل کیا ہے۔

عمر بولے:اگر ایسا ہوا تو میں اس کی مخالفت بھرپور طریقے سے کروں گا۔[2]

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۷۔۸،

(۲)انساب الاشراف ج:۲ص:۲۶۰طبقات الکبری ج:۳ص:۱۸۲تاریخ دمشق ج:۳۰ص:۲۷۵شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۵۳،کنزالعمال ج:۵ص:۶۰۶حدیث:۱۴۰۷۲

تیسری روایت میں ہے کہ حباب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم تجھ سے یا تیرے اصحاب سے حسد نہیں کرتے ہم تو اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں وہ لوگ خلافت پر قابض نہ ہوجائیں جنہیں ہم نے قتل کیا ہے،پھر تو وہ لوگ ہم سے بدلہ لینا شروع کردیں۔[1]

ایک دوسرے روایت میں ہے کہ حباب نے انصار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:تم لوگ مجھے خاموش رہنے کی تلقین کر رہے ہو،بہرحال تم نے تو انجام پر غور کئے بغیر جو سمجھ میں آیا کیا لیکن میں خدا کی قسم مستقبل پر غور کر رہا ہوں کہ تمہاری اولاد ان کے دروازوں پر دستک دیکے پانی مانگے گی اور وہ انہیں سیراب کرنے سے انکار کردیں گے ابوبکر بولے:حباب تم کس وقت سے ڈر رہے ہو؟حباب نے کہا تم سے نہیں ڈرتا،تمہارے بعد آنے والے لوگوں سے خوف زدہ ہوں،ابوبکر نے کہا:اگر ایسا ہوا اور تم وہ باتیں دیکھنے لگو جن کو تم نہیں چاہتے ہو تو پھر اختیار تمہارے ہاتھ میں دےدیں گے،حباب نے کہا:ابوبکر افسوس تو اسی کا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکے گا،میں تو اس وقت کی بات کر رہا ہوں جب نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے اور ہمارے بعد وہ قوم آئے گی جو ہمارے بیٹوں کو سخت عذاب میں گرفتار کرے گی اور خدا ہی اسی سے طلبِ استعانت ہے۔[2]

انصار و غیرہ نے خلافت کے لئے امیرالمومنینؑ کا نام لیا

یعقوبی کہتا ہے کہ سقیفہ میں جب ابوعبیدہ کی بیعت کی تجویز اور عمر کی طرف سے ابوبکر کی بیعت کی تجویز رکھی گئی تو عبدالرحمن بن عوف کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:اے گروہ انصار اگرچہ تم صاحبِ فضیلت ہو لیکن ابوبکر،عمر اور علیؑ کی طرح نہیں ہو،یہ سن کر منذر بن ارقم کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم نے جن کا ذکر کیا ہم ان کی فضیلت کے منکر نہیں ہیں،اس لئے کہ ان مذکورہ لوگوں میں ایک شخص ایسا ہے کہ اگر وہ خلافت کا مطالبہ کرے تو اس سے کوئی اختلاف کرے گا،نہ جھگڑا،ان کی مراد علی بن ابی طالبؑ سے تھی۔[3]

---

(۱)انساب الاشراف ج:۲ص:۲۶۳،امر سقیفہ (۲)الفتوح لابن اعثم ج:اص:۱۰۰۔۱۱۱،خبر سقیفہ (۳)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۳،خبر سقیفہ اور بیعت ابوبکر

ابن ابی الحدید،زبیر بن بکار سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر کی بیعت ہوگئی تو ایک جماعت نے ابوبکر کو جلوس کی شکل میں لے کے مسجدِ نبوی تک پہنچا دیا اور ان کے پاس بیٹھے رہے،جب دن ختم ہونے لگا تو لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے،پس انصار کا ایک گروہ جمع ہوا اور مہاجرین کا ایک گروہ جمع ہوا اور دونوں ایک دوسرے سے غصّہ ہونے لگے،غصّہ کی بنیاد سقیفہ تھی،عبدالرحمٰن بن عوف کہنے لگے:اے گروہِ انصار اگر چہ تم صاحبِ فضیلت ہو،نصرتِ پیغمبرؐ میں سبقت کرنے والے اور سابق الایمان ہو لیکن تم میں ابوبکر،عمر،علیؑ اور ابوعبیدہ جیسا کوئی نہیں ہے،زید بن ارقم نے جواب دیا:اے عبدالرحمٰن!جن کی فضیلت کا تم نے ذکر کیا،ہم ان کے منکر نہیں ہیں،لیکن سیدالانصار سعد ابن عبادہ تو ہمیں میں سے ہیں تم نے قریش کے جن لوگوں کا نام لیا،ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اگر خلافت اپنے لئے طلب کرے تو اس سے کوئی جھگڑا نہیں کرے گا یعنی علی ابن ابی طالبؑ۔(۱)

ابن اعثم نے عبدالرحمٰن اور زید بن ارقم کی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا:عبدالرحمٰن!اگر علی ابن ابی طالب اور دوسرے بنوہاشم تدفینِ نبیؐ میں مصروف نہ ہوتے اور آپ کے لئے غمگین ہوکے اپنے گھروں میں بیٹھے نہ ہوتے تو امرِ خلافت کی طرف کسی کی بھی پُر ہوس نگاہیں نہ اٹھتیں اور اس کی لالچ میں کوئی نہیں پڑتا،جاؤ لیکن اپنے اصحاب کو اس چیز کے بارے میں ہیجان میں مبتلا نہ کرو جس کا تم مقابلہ نہیں کرتے۔(۲)

طبری اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ سقیفہ میں جب ابوعبیدہ،ابوبکر اور عمر کی بیعت کا معاملہ اٹھا تو عمر نے فوراً ابوبکر کی بیعت کرلی اور دوسرے حاضرین نے بھی بیعت کرلی،اسی وقت انصار بولے یا انصار کی نمائندگی کرتا ہوا کوئی انصاری بولا ہم تو سوائے علیؑ کے کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔(۳)

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۱۹۔۲۰

(۲)الفتوح الابن اعثم ج:۱ص:۱۲)

(۳)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۳۳،روز وفات رسول خداؐ،الکامل فی التاریخ ج:۲ص:۲۲۰،خبر سقیفہ اور بیعت ابوبکر،چاپ۱۳۴۸ہمطبعہ منیریۃ

حابہ کی جماعت کے نمایاں افراد علیؑ کی طرف مائل تھے

ابن ابی الحدید جوہری کے حوالہ سے ان کی سندوں کے ساتھ .ریر بن مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ۔ لمان،زبیر اور انصار کی خواہش تھی کہ نبیؐ کے بعد علیؑ ہی کی بیعت کی جائے۔[۱]اسی طرح دوسرے مورخین نے بھی لکھا ہے کہ مولائے کائناتؑ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ گھر میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ ابوبکر کی ایک جماعت نے ان پر ہجوم کیا۔[۲]

ابن ابی الحدید جوہری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ علیؑ کے گھر میں بہت سے آدمی تھے۔[۳]

انصار ابوبکر کی بیعت کرکے پچھتا رہے تھے

یہ بات بھی سبھی جانتے ہیں کہ اگر چہ انصار کی اکثریت نے ابوبکر کی بیعت کرلی تھی،اس کے باوجود ابن ابی الحدید،زبیر بن بکار کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر کی بیعت ہوگئی اور جب ابوبکر کا معاملہ سلجھ گیا تو انصار کے کثیر افراد ابوبکر کی بیعت کر کے پچھتا رہے تھے اور ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے،وہ امیرالمومنینؑ کا نام لے رہے تھے اور آپ کا نام لیکر فریاد کر رہے تھے،حالانکہ مولائے کائناتؑ اپنے گھر میں بیٹھے تھے اور باہر نہیں نکل رہے تھے(انصار کی اس بیزاری کی وجہ سے)وہ مہاجرین جو ابوبکر کے ساتھ تھے اور وہ لوگ جو فتحِ مکہ کے دن مہمان ہوئے تھے اور جن کا انصار اور اسلام نے خون بہایا تھا،تنگ ہونے لگے اس موقعہ پر بہت سی باتیں ہوئیں بہت سی تقریریں ہوئیں اور بہت سے اشعار نظم کئے گئے۔[۴]

جوہری،ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے برا بن عاذب

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۴۹ج:۶ص:۴۳

(۲)ریاض الغضرہ،ج:۲ص:۲۰۵۔۲۰۶،ص:۱۲۳۔۱۲۵تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۶،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۲،العقد الفرید ج:۴ص:۲۴۲،السجدۃ الثانیۃ

(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۴۸

(۴)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۳،یعقوبی فی التاریخ ج:۲ص:۱۲۵

کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ہمیشہ بنی ہاشم سے محبت کرتا رہا،جب سرکارِ دو عالمؐ کی وفات ہوئی تو مجھے ڈر ہوگیا کہ قریش امرِ خلافت کو بنی ہاشم سے نکال لے جائیں گے تو میری حالت کسی جلد باز عاشق جیسی ہوگئی،پھر ہو(برا ابن عاذب)بیعت ابوبکر کا ذکر کرتے ہیں،یہاں تک کہ میں(برا بن عاذب)بنی بیاضہ کے میدان میں پہنچا تو دیکھا کہ کچھ لوگ آپس میں راز داری کی باتیں کر رہے ہیں،میں جب ان کے قریب پہنچا تو وہ لوگ خاموش ہوگئے،میں وہاں سے چلنے لگا،انہوں نے مجھے پہنچان لیا تھا لیکن میں نے انہیں نہیں پہچانا تھا،تو انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا،میں اُن کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہاں مقداد بن اسود،عبدادہ بن صامت ، سلمان فارسی،ابوذر،حذیفہ اور ابوھشیم بن تیہان تھے،حذیفہ کہہ رہے تھے کہ میں نے تمہیں جو بات بتائی ہے وہ ہو کر رہے گی،بخدا میں نے نہ جھوٹ بولا نہ مجھے جھسلایا گیا،پھر کہا جا کے اُبی بن کعب سے پوچھ لو،ان کو بھی وہ سب کچھ معلوم ہے جو مجھے معلوم ہے،برا کہتے ہیں:پس ہم لوگ اُبی بن کعب کے پاس پہنچے اور ان کے دروازے پر دستک دی،انہوں نے اندر سے پوچھا تم لوگ کون ہو اور تمہاری ضرورت کیا ہے،ہم نے کہا:دروازہ کھولو بات ایسی نہیں ہے کہ پردہ کے پیچھے سے ہو،وہ بولے دروازہ تو میں نہیں کھولوں گا،البتہ تم جس کام کے لئے آئے ہو میں جان گیا ہوں،لگتا ہے تم امرِ خلافت کے بارے میں بات کرنے کے لئے آئے ہو،ہم نے کہا:ہاں!وہ کہنے لگے کیا تم میں حذیفہ بھی ہیں ہم نے کہا:ہاں،وہ کہنے لگے جو وہ کہہ رہے ہیں وہی صحیح ہے،خدا کی قسم میں تو اپنا دروازہ نہیں کھولوں گا جب تک حالات اسی طرح چلتے رہیں گے،اس کے بعد تو اس سے بُری حالت ہونےوالی ہے،میں تو خدا ہی سے شکوا کرتا ہوں۔[1]

امیرالمومنینؑ کو کمزور کرنے کی کوشش میں عباس کا استعمال

ابوبکر کی بیعت کو صحابہ برا کہہ رہے تھے اور اُسے توڑنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے،اسی وقت سے ابوبکر نے ارادہ کیا کہ امیرالمومنینؑ کو کمزور کریں اور آپؑ کے خاندان میں پھُوٹ ڈال دیں،سازش

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۲،ص:۵۱۔۵۲

یہ تھی کہ عباس اور اولاد عباس کو خلافت میں کچھ اختیاردے کر اپنی طرف ملالیں تاکہ وہ لوگ امیرالمومنین سے رشتہ توڑ کر اور آپ کو چھوڑ کران کی طرف ہوجائیں ، ابوبکر نے عباس سے کہا کہ مجھے خبر لی ہے کہ کچھ لوگ مسلمانوں کی عام روش سے ہٹ کے باتیں کررہے ہیں انہوں نے تم لوگوں کو اپنی پناہ گاہ بنا رکھا ہے ، تم (بنوھاشم)ان لوگوں کے لئے مضبوط قلعہ اور ان کی حمایت میں بولنے والے شاندار خطیب ہوگئے ہو،ہو تو سنو !یا تو اس میں داخل ہوجاؤ جس میں سب لوگ داخل ہوئے ہیں (یعنی میری خلافت مان لو) یا پھر لوگوں کو جس کی طرف وہ مائل ہوگئے ہیں اس سے باز رکھو ہم تمھارے پاس آئے ہیں کہ تمھارے لئے امر خلافت میں سے کچھ حصہ دیدیں جو تمھارے بعد تمھاری اولادکے بھی کام آئے-

اس کے بعد عمرنے گفتگوشروع کی اور انہوں نے بھی ابوبکر کی تصدیق کی ، عمرنے کہا:ہم تمھارے پاس کسی ایسی ضرورت کے لئے نہیں آئے ہیں ،لیکن ہمیں یہ برا لگتا ہے کہ مسلمان کی جماعت جس بات پر مجتمع ہوچکی ہے تم اس پر طمع کرو اور تمھاری اور ان کی مصیبتیں بڑھ جائیں، عام مسلمانوں کے بارے میں اور اپنے بارے میں ذرا سوچ سمجھ کے چلو [1]

عباس نے جو ان باتوں کا جواب دیا تھا وہ بھی تیسرے سوال کے جواب میں پیش کیا جاکا ہے-

ایے لوگ بھی تھے جنہوں نے برسرمنبر ابو بکر کو غلط کہا

شیعہ روایتوں میں ہے کہ مہاجرین وانصار میں سے بارہ آدمیوں نے ابو بکر کو " جب وہ منبر پرجمعہ کا خطبہ دے رہے تھے " غلط کہا ان کے نام یہ ہیں

1-خالد بن سعیدبن عاصم

2- مقداد بن اسود

3- ابی بن کعب

----

(1)شرح نہج البلاغہ ج:1ص:220

۴۔عمار بن یاسر

۵۔ابوذر غفاری

۶۔ لمان فارسی

۷۔بریدہ ا لمی

۸۔خذیمہ بن ثابت ذوالشہادتین

۹۔سہل ابن حنیف

۱۰۔عثمان ابن حنیف

۱۱۔ابوایوب انصاری

۱۲۔ابوہیثم بن تیہان

ان لوگوں نے ابوبکر کو یاد دلایا کہ خلا کے اصل مستحق امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں،پیغمبرؐ نے آپ کی خلا پر ن ص کیا ہے،انہوں نے ابوبکر کو نصیح کی اور ہر آدمی نے بہ طویل گفتگو کی جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔(۱)

صدیقہ طاہرہؑ کا خطبہ اور آپ کا انصار کو خاص طور سے قیام کی دعوت دینا

اسی طرح معصومہ عالمؑ نے مسجدِ نبوی میں ابوبکر سے براہِ راس فدک کا مطالبہ کیا،مورّخین کا بیان ہے کہ معصومہؑ نے ابوبکر سے فدک کا مطالبہ کیا،ان کی خلا پر اعتراض کیا اور جو کچھ پیغمبرؐ کے بعد ہوا اس کی مذم کی،پھر آپ انصار کی طرف مخاطب ہوئیں اور ان کی بات پر مذم کی انہوں نے نصرت النبیؐ سے دس کشی کی،آپ نے انہیں تکلیف شرعی کی طرف متوجہ کر کے اس کو ادا کرنے پر ابھارا،آپ کے لہجہ میں بڑی شدت تھی،آخر کلام میں آپ

---

(۱)بحارالانوار ج:۲۸ص:۱۸۹،ذرا سے اختلاف کے ساتھ ملاحظہ ہو،کتاب الخصال باب۱۲،ص:۴۲۹

نے فرمایا کہ سقیفہ میں جو کچھ ہوا اور اس کے بعد جو ہو رہا ہے یہ خدا کے خلاف ہے،مصیبتوں کا راغی ہے اور اس کے بارے میں تمام مسلمان سختی سے مسؤل ہونگے،آخر میں فرماتی ہیں کہ:میں نے جو کچھ کہا،یہ جان لینے کے بعد کہا کہ تمہارے دل میں ہمیں چھوڑ دینے کا جذبہ بھرچکا ہے اور تمہارے دلوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا وہ میرے دل کی بات تھی،غصہ کی وجہ سے نکلا ہوا جھاگ ہے اور سینہ سے نکلا ہوا بلغم ہے،میں نے کہاتا کہ حجت پوری ہو اور وہ حجت تمہارے سامنے موجود تھی لیکن تم نے اسے اپنے اونٹ کے پیچھے بٹھادیا،حق کا راستہ چھوڑ کے چلے،ننگ باقی رہا اور ہمیشہ کی بے عزتی کا داغ لگ گیا،وہ بے عزتی جو تمہیں خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ تک پہنچادےگی((وہ آگ جو دلوں کو جلاتی ہے))تم خدا کی آنکھوں کے سامنے کیا کر رہے ہو عنقریب ظالم لوگوں جان جائیں کہ جس ٹھکانے پہنچنےوالے ہیں،میں اس کی بیٹی ہوں جو تمہیں عذابِ شدید سے ڈرایا کرتا تھا،پس تم بھی عمل کرو،ہم بھی عمل کر رہے ہیں،تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کررہے ہیں۔[۱]

خطبہ کی تاثیر توڑنے کے لئے ابوبکر کی چال

معصومہ عالمؑ نے جو خطبہ دیا اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں میں چیخ پکار مچ گئی،خصوصاً انصار میں آثار اضطراب ظاہر ہوئے اور ان میں تحریک پیدا ہوگئی،ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ:جوہری نے((کتاب السقیفہ))میں لکھا ہے کہ محمد بن زکریا نے کہا:ان سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے پہلی اسناد کے ساتھ بیان کیا کہ ابوبکر نے جب یہ خطبہ سنا تو ان پر،آپ کی گفتگو بہت گراں گزری،فوراً منبر پر آئے اور کہنے لگے،اے لوگو!یہ سب باتیں کیا ہیں؟یہ باتیں اور یہ خواہش عہد پیغمبرؐ میں کہاں تھیں؟کسی نے سنا ہے تو کہے اور کوئی شاہد ہے تو بولے،اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ

---

(۱)حوالہ تیسرے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے

ایک لومڑی(اشارہ امیرالمومنینؑ کی طرف ہے،معاذ اللہ)جس کی دُم(اشارہ معصومہؑ کی طرف ہے،معاذ اللہ)اس کے وجود کی گواہ ہے،وہی ہر فتنہ کی پرورش کر رہا ہے،وہی کہہ رہا ہے کہ درخت کے بوڑھے ہونے کے بعد اس میں برگ و بار نکل آئے،وہ کمزوروں سے مدد مانگتا ہے اور عورتوں کی مدد طلب کرتا ہے،اس کے نزدیک محبوب ترین شئ بغاوت ہے،خبردار ہوجاؤ!میں چاہوں تو بولوں اور جب میں بولوں گا تو وہ خاموش ہوجائے گی،اس نے جو چھوڑ دیا ہے اُس کے بارے میں،میں خاموش ہوں۔

پھر ابوبکر انصاری کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:اے گروہِ انصار تمہارے بیوقوفوں کی بات مجھ تک پہنچی،تم عہدِ پیغمبرؐ کی پابندی کے سب سے زیادہ مستحق ہو وہ تمہارے پاس آئے تو تم نے پناہ دی اور مدد کی،دیکھو جو اس بات کا مستحق نہیں ہے میں اس کے لئے نہ ہاتھ کھولنے والا ہوں نہ زبان،پھر وہ منبر سے اتر گئے اور معصومہؑ عالم وہاں سے تشریف لے گئیں۔(۱)

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ یہاں پر ابوبکر نے سقیفہ اور سقیفہ کے بعد کے واقعات پر تبصرہ کرنے والوں کے خلاف جان بوجھ کے سختی کی ہے جب کہ دوسروں کے لئے انہوں نے سختی نہیں کی اور ابوبکر کا یہ خطبہ سب و شتم اور تہدید و تشدید سے بھرا ہوا ہے جس کی صرف ایک وجہ ہماری سمجھ میں آتی ہے اور وہ ہے مستحقینِ خلافت اور مستحقین فدک کے مطالبہ کو سختی سے کچلنا،اس لئے کہ معصومہؑ کے خطبہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ خلافت کسی طرح امیرالمومنینؑ تک پہنچے اور ابوبکر اس خطبہ کے مقاصد کو بھانپ گئے اور فوراً اپنے خطبہ میں اس بات کو احساس دلا دیا کہ اس طرح کی کوشش کا(قبل اس کے کہ یہ کوششیں طاقت پکڑے کے عام ہوں)تدارک کرنا بےحد ضروری ہے اور نے کیا بھی وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر یہ نظریہ آگے بڑھ گیا تو اُن کی خلافت کو لے ڈوبے گا اور انہیں ایسے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا جن کے بارے میں وہ خود نہیں جانتے۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۶ص:۲۱۴۔۲۱۵

جب تک امیرالمومنینؑ مسلمانوں سے الگ رہے لوگ جہاد کرنے کے لئے نہیں نکلے

مدائنی نے عبداللہ بن جعفر سے،انہوں نے ابو ون کے حوالہ سے ایک روایت بیان کی ہے جو اس بات کاسب سے مضبوط ثبوت ہے کہ صدر اسلام کے جمہور مسلمین،مولائے کائناتؑ کے حق خلا کے بارے میں نص پر ایمان رکھتے تھے کہ ابوبکر کی حکومت غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے،روایت ملاحظہ ہو۔

ابو وان کہتے ہیں((جب رب مرتد ہونے لگے تو عثمان مولائے کائناتؑ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے اے میرے چچا کے بیٹے کوئی بھی میرے پاس نہیں آرہا ہے،دشمن سامنے ہے آپ نے بیعت نہیں کی ہے،یہ سن کے مولائے کائناتؑ ابوبکر کے پاس گئے،ابوبکر آپ کو دیکھ کے کھڑے ہوگئے،دونوں گلے ملے اور پھر دونوں ایک دوسرے کو پکڑ کے رونے لگے اس کے بعد آپ نے بیعت کر لی۔یہ دیکھ کے مسلمان خوش ہوگئے۔لوگوں نے عمدگی سے جنگ کی اور فوجیں بھیجی گئیں[1](آپ نے دیکھا کہ لوگ امیرالمومنین علیہ السلام کی شوکت کا انتظار کر رہے تھے۔اور یہ سمجھ رہے تھے کہ جب تک آپ سے مشورہ نہیں لیا جائے گا جنگ ،جنگ رہے گی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوسکے گا اور مولائے کائناتؑ نے بھی یہ دیکھا کہ لوگ مرتد ہو رہے ہیں اسلام کا نقصان ہو رہا ہے تو آپ بھی محض حفاظت اسلام کی خاطر ساتھ دینے پر تیار ہوگئے۔اسی نظریہ کی وضاحت آپ نے ان الفاظ میں کی ہے،آپ نے اہل مصر کو جو خط لکھا تھا اس کے الفاظ کا ترجمہ دیکھئے۔((لوگوں نے میری رعایت نہیں کی گر یہ کہ فلاں کی طرف دوڑ پڑے اور اس کی بیعت کرنے لگے میں نے بھی اپنے ہاتھ کو روک لیا،یہاں تک کہ لوگ اسلام سے(کفر کی طرف)واپس ہونے لگے اور دینِ محمدؐ کے مٹانے کی دعوت دینے لگے تو مجھے خوف ہوا کہ اگر میں اسلام اور اہلِ اسلام کی نصرت نہیں کروں گا تو اسلام کی دیوار میں رخنہ پڑجائے گا یا وہ منہدم

---

(۱)انساب الاشراف ج:۲ص:۲۷۰،امر سقیفہ۔

ہوجائے گی اور یہ مصیبت اس مصیبت سے کہیں زیادہ بڑی ہے جو میرے ہاتھ سے حکومت نکلنے کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔[1]

مدینہ منورہ میں جو لوگ بھی تھے ان کا نظریہ وہی تھا جو اوپر کی سطروں میں پیش کیا گیا۔

بیرون مدینہ کے قبیلوں کا نظریہ اور مرتدین سے جنگ کی حقیقت

وہ قبیلے جو مدینہ کے باہر تھے اور مسلمان ہوچکے تھے اور جن سے ابوبکر کی طرف سے جنگ کی گئی انہیں لوگ مرتد کہتے ہیں،اگر ارتداد کا مطلب یہ ہے کہ وہ زکوۃ نہیں دیتے تھے یا انہوں نے زکوۃ دینا بندکر دی اور ان میں سے کچھ لوگوں نے ضروریاتِ اسلام کا انکار کیا یا ضروریات دین میں سے کچھ باتوں کا انکار کردیا تو خیر۔

لیکن بعض مورخین نے غیرارادی طور پر کچھ حقائق لکھ دیئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ معالہ وہ نہیں تھا جو اوپر بیان کیا گیا بلکہ بات کچھ اور تھی جس کو الزام ارتداد کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے اور بات تھی ابوبکر کی خلافت کی ان قبیلوں کے حلق سے خلافت ابوبکر کی بات کس طرح اترتی ہی نہیں تھی،وجہ یہ تھی کہ خلافت ابوبکر پر نہ عہد نبویؐ میں اشارہ کیا گیا تھا نہ وہ ابوبکر کے قبیلہ کو اتنا اہم سمجھتے تھے کہ اس جیسے معمولی قبیلہ میں خلافت جائے،حکومت ابوبکر سے الگ رہنے ہی کو لوگوں نے ارتداد پر محمول کر لیا تھا،اب جو حکومت سے رفض کرے چاہے اسلام سے خارج ہو یا نہ ہو،بہرحال مرتد تھا،اس لئے کہ اس وقت مسلمان ایک ہنگامی حالت سے گذر رہے تھے،نبیؐ کی وفات کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کی ہیبت میں کمی آئی تھی پھر صحابہ میں اختلاف،اہلبیت نبیؐ اور بنی ہاشم،جن کی عربوں کے دلوں میں بڑی ہیبت اور عظمت تھی،پھر نبیؐ کی وجہ سے بھی اسلام اور اہلبیتؑ کی عظمت میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا۔

----

(۱) نہج البلاغہ ج:۳ص:۱۱۹

بنی ہاشم اور اہلبیت ؑ کو بھی لوگوں نے بالکل الگ کردیا تھا،جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کی ہیبت ساقط ہوگئی،ایسے دور میں لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ حکومت ابوبکر سے انکار ہی مرتد ہونے کے لئے کافی ہے۔

خاص طور سے امیرالمومنین علیہ السلام کو الگ کر کے مسلمانوں نے اپنی ہیبت کھودی تھی اس لئے کہ امیرالمومنین ؑ گویا کہ نبی ؐ کا کشادہ ہاتھ اور آپ کی مجاہدانہ زندگی میں آپ کی سب سے کاٹ دار تلوار تھے اس کے علاوہ امیرالمومنین ؑ کی شخصیت بھی ذاتی طور پر سب سے زیادہ قابل توجہ اور احترام کے قابل تھی،آپ کی صلاحیت و شجاعت ،آپ کا علم و عمل اور آپ کے مثالی کارنامے اسلامی دنیا میں اتنے مشہور اور مسلّم تھے کہ عرب اپنی جگہ یہ طے کرچکے تھے کہ نبی ؐ کے بعد اگر کوئی جانشین نبی ؐ ہے تو علی ؑ اور بس،میرے اس قول کے ثبوت میں اپنے تیسرے سوال کا جواب ملاحظہ کریں،میں نے عرض کیا ہے کہ جب اجلاء صحابہ خلافت کے بارے میں اپنا خیال ظاہر کرتے تھے جیسے سلمانِ فارسی،ابوذر غفاری و غیرہ،تو صاف کہتے تھے کہ اگر مسلمان اس خلافت کو اپنے نبی ؐ کے اہلبیت ؑ ہی میں رہنے دیتے تو دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہیں کرتے،یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی یہ باتیں بےبنیاد نہیں تھیں،نبی ؐ نے انہیں بتایا تھا تو وہ لوگوں کو بتارہے تھے،اس حقیقت کے چند شواہد ملاحظہ ہوں۔

اہل بیت ؑ کو خلافت سے الگ رکھنے اور بیعتِ ابوبکر سے بعض عرب قبیلوں کا انکار

اس دور کے کسی عرب شاعر کے اشعار میں حقیقت حال ملاحظہ ہو:

ترجمہ:جب تک پیغمبر ؐ ہمارے درمیان رہے ہم ان کی اطاعت کرتے رہے پس اے خدا کے بندوں!یہ ابوبکر کو کیا ہوا ہے؟

کیا ابوبکر کے مرنے کے بعد ان کا بیٹا بکر ان کا(خلافت میں)وارث ہوگا یہ تو کمر کو توڑنے والی

بات ہے۔[۱]

قبیلہ طے نے کہا ہم ہرگز ابو فصیل(ابوبکر) کی بیعت نہیں کریں گے۔[۲]

بنی فنزارہ اور بنی اسد نے کہا:خدا کی قسم ہم تو ابو فصیل(ابوبکر) کی بیعت ہرگز نہیں کریں گے۔[۳]

ابن اعثم کوفی لکھتے ہیں کہ ایک ناقہ زکات میں لے لیا گیا،حالانکہ وہ مال زکات میں نہیں آتا تھا،زکات وصولنے والا زیاد بن لبید تھا،اب اس ناقہ کے لئے زیاد بن لبید اور ناقہ کے مالک کے قبیلے کے درمیان جھگڑا ہونے لگا،حارثہ بن سراقہ زکات کے اونٹوں کے پاس آیا اور اختلافی ناقہ کو نکال کے اس کے مالک سے کہا،لو اپنا ناقہ لے لو،اب اگر کوئی بولے تو اس کی ناک تلوار سے کاٹ دو ہم لوگ حیات پیغمبرؐ میں صرف پیغمبرؐ کی اطاعت کرتے تھے،اگر ان کے اہل بیتؑ میں سے ان کی جگہ کوئی بیٹھا ہوتا تو ہم ضرور اس کی اطاعت کرتے،لیکن یہ ابوقحافہ کا بیٹا تو خدا کی قسم ہماری گردنوں پر نہ اس کی بیعت ہے نہ ہم اس کی اطاعت کریں گے،پھر اس نے کچھ اشعار پڑھے ان میں سے ایک شعر یہ تھا۔

((جب تک پیغمبرؐ ہمارے درمیان تھے ہم ان کی اطاعت کرتے تھے،اس پر بہت تعجب ہے جو ابوبکر کی اطاعت کرتا ہے))

((زیاد بن لبید نے جب یہ شعر سنا تو حارثہ بن سراقہ کو کچھ اشعار لکھ بھیجے جن میں ایک شعر یہ تھا))

((ہم تم سے راہِ خدا میں لڑتے رہیں گے اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے یہاں تک کہ تم لوگ ابوبکر کی اطاعت کرنے لگو))

---

(۱)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۵۵،بدایۃ النہایۃ ج:۶ص:۳۱۳،معجم البلدان ج:۲ص:۱۷۲،المحلی ج:۱۱ص:۱۹۳مسئلہ۲۱۹۹،تاریخ دمشق ج:۲۵ص:۱۶۰،الاغانی ج:۲ص:۱۴۹،تاریخ المدینۃ ج:۲ص:۲۴۷۔۲۴۸،

(۲)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۶۰،تاریخ دمشق ج:۲۵ص:۱۶۴،حالات زندگی طلیعۃ بن خویلا

(۳)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۶۱،الثقات ج:۲ص:۱۶۶

زیاد بن لبید کے یہ اشعار جب ان تک پہنچے تو بنی کندہ کے قبیلے،غضبناک ہوئے اور وہ لوگ اشعث بن قیس کے پاس آئے اشعث نے کہا:اے اہل کندہ تم اپنے بارے میں مجھے بتاؤ اگر تم منع زکات اور ابوبکر سے جنگ پر بیعت کرچکے تھے تو تم نے زیاد بن لبید کو قتل کیوں نہیں کردیا،اس کے چچا کے بیٹوں میں سے کسی نے جواب دیا کہ اشعث تم سچ کہتے ہو،صحیح رائے تو یہی تھی کہ زیاد بن لبید کو قتل کردیا جاتا اور زکات کے اونٹوں کو اس سے واپس لے لیا جاتا،ہم لوگ تو قریش کے غلام بن کے رہ گئے ہیں،کبھی بنوامیہ ہمارے پاس آتے ہیں اور جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں تو کبھی زیاد بن لبید جیسے لوگ بھیجے جاتے ہیں وہ ہمارا مال بھی لے لیتے ہیں اور قتل کی دھمکیاں بھی دیتے ہیں،خدا کی قسم قریش کی لالچ بھری نگاہیں برابر ہمارے مال پر لگی ہوئی ہیں،اس کے بعد اس نے کچھ اشعار پڑھے جن میں ایک شعر یہ تھا کہ((اگر ہم اسی طرح صدقہ وصول کرنے والوں کا مطالبہ کرتے رہے تو ہم صرف ان کے غلام بن کے رہ جائیں گے۔

پھر اشعث بن قیس بولنے لگے اور کہا اے کندہ والو!اگر تم ہماری رائے سے متفق ہو تو ایک ہوجاؤ،اپنے شہروں میں جمع رہو،اور اپنے اہل خانہ کا احاطہ کرلو،اپنے مال سے زکات دینا بند کردو۔اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ عرب،بنوتیم(ابوبکر کا قبیلہ)کی اطاعت کا اقرار نہیں کریں گے اور بطحا کے سادات یعنی بنوہاشم کو چھوڑ کے کبھی دوسرے کی طرف مائل نہیں ہوں گے،اس لئے کہ بنی ہاشم ہمارے لئے عمدہ ہیں اور ہمارے اوپر وہی حکم جاری کرتے ہیں،وہی صلاحیت رکھنے والے ہیں دوسرے نہیں،راوی کہتا ہے پھر زیاد بن لبید،بنی کندہ کی ایک شاخ جس کو بنوذہل بن معاویہ کہتے تھے،وہاں پہنچا اور جو کچھ ہوچکا تھا اس کی انہیں خبر کی اور انہیں ابوبکر کی اطاعت کی دعوت بھی دی،تو بنوتمیم کا ایک شخص آگے بڑھا((جس کا نام حارث بن معاویہ))تھا اور زیاد سے بولا:دیکھو تم ایسے شخص کی اطاعت کی دعوت دے رہے ہو جس سے نہ ہمارا معاہدہ ہے نہ تمہارا،زیاد بن لبید نے کہا تم سچ کہہ رہے ہو۔

(نہ ہم پابند عہد ہیں نہ تم)لیکن ہم نے امرِ خلافت کے لئے اسی کو اختیار کیا ہے۔

کچھ عربوں کا اہل بیت کی خلافت کے لئے احتجاج

حارث نے کہا:پھر بتاؤ تم لوگوں نے البیت پیغمبر کو خلافت سے کیوں الگ کردیا،وہ لوگ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے،اس لئے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:کتاب خدا میں بعض رشتہ دار دوسرے بعض سے زیادہ اولی و حقدار ہیں۔

زیاد بن لبید نے کہا سنو!مہاجرین و انصار اپنے بارے میں تم سے زیادہ باخبر ہیں،حارث بن معاویہ نے جواب دیا:خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے،بلکہ چونکہ تم اہل بیت سے حسد کرتے ہو اس لئے تم نے ان سے خلافت چھین لی،میرے دل کو تو یہ بات بالکل نہیں لگتی کہ پیغمبر چلے جائیں اور اپنے بعد کسی کو منصوب نہ کریں،

اے شخص!تو ہمارے پاس سے چلا جا،تو خدا کی مرضی کے خلاف ہمیں دعوت دے رہا ہے،پھر حارث نے ایک شعر پڑھا:

((یہ کیسا لگتا ہے کہ پیغمبر امت کو لاوارث چھوڑ کے چلے گئے حالانکہ آپ کی اطاعت کی جاتی تھی،آپ پر درود ہو آپ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا؟۔)

راوی کہتا ہے کہ اتنے میں عرفجہ بن عبداللہ ذہلی اچھل کے سامنے آئے اور کہنے لگے خدا کی قسم حارث بن معاویہ سچ کہتا ہے،اس شخص(زیاد بن لبید)کو اپنے یہاں سے نکال باہر کرو،اس کا ساتھی(ابوبکر)شائستہ خلافت نہیں ہے وہ کسی بھی طرح خلافت کا مستحق نہیں ہے،انصار و مہاجرین،نبی سے زیادہ اس امت کی مصلحتوں کو نہیں جانتے،پھر لوگ زیاد بن لبید کی طرف بڑھے اور اس کو اپنے علاقہ سے دھکے دیکر نکال دیا،وہ لوگ تو اس کے قتل کا ارادہ کرچکے تھے،پھر زیاد نے قبائل کندہ کی طرف جانا ہی چھوڑ دیا کہ وہ انہیں اطاعت ابوبکر کی دعوت دے اور وہ لوگ اس کو اسے کوئی ناگوار اور ناشائستہ جواب دیں،جب وہ مدینہ واپس آیا اور ابوبکر سے ملا تو اس نے بنوکندہ کی ساری باتیں کہہ دیں اور ابوبکر کو بتایا کہ قبائل کندہ نے ارتداد اور نافرمانی کا پختہ ارادہ کرلیا ہے،پھر یہ خبر بھی فوراً ہمیں پہنچی کہ اہلِ

کندہ اپنے کئے پر پشیمان ہیں،پھر ایک آدمی جواب کے بادشاہوں کی نسل سے تھا سامنے آیا اس کا نام الضعہ بن مالک تھا،اس نے آکے اہلِ کندہ کو سمجھایا کہ اے قبیلہ والو!ہم نے اپنے لئے وہ آگ بھڑکائی ہے جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ بجھے گی نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کو اپنے لپیٹ میں لیکے چٹ کرجائے گی میری رائے یہ ہے کہ ہم جو کچھ کرچکے ہیں اس کا تدارک کرلیں،ابوبکر کو خط لکھ کر انہیں یہ بتائیں کہ ہم ان کی اطاعت کرنے اور زکات دینے کے لئے تیار ہیں اور ان کی خلافت و امامت پر راضی ہیں۔

پھر احمد بن اعثم نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر نے اشعث کو ایک خط لکھا،جب اشعث تک یہ خط پہنچا اور اس نے خط پڑھا تو نامہ بر کے پاس آیا اور کہا:تمہارے صاحب(ابوبکر)یہ لکھتے ہیں کہ اگر ہم اس کی مخالفت کریں گے تو ہم پر کفر کا الزام آئے گا اور اس کا آدمی اگر ہمارے قبیلہ اور بھائی بھتیجوں کو قتل کردے تو اس پر کفر کا الزام نہیں آئے گا،نامہ برنے کہا:ہاں اشعث تم کفر کے ملزم ہوگے،اس لئے کہ خدا نے تمہارے اوپر کفر واجب قرار دیا ہے کیونکہ تم مسلمانوں کی مخالفت کر رہے ہو۔[1]

سابقہ بیان سے نتیجہ کیا نکلا

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ تاریخی واقعات بتا رہے ہیں کہ مدینہ کے باہر اور اندر بہت سے لوگ ابوبکر کے مخالف تھے اور ابوبکر نے جو جنگیں لڑی ہیں ان کی بنیاد ارتداد نہیں تھی بلکہ ابوبکر کی حکومت کی مخالفت تھی اور ان کی نافرمانی تھی،یہ واقعات اس بات کے بھی شاہد ہیں کہ مدینہ کے اندر اور باہر لوگوں کی اکثریت بنی ہاشم کو حکومت کے لئے مستحق تر سمجھتی تھی،مگر یہ کہ ان پر لوگ غالب آگئے،لوگ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اگر امیرالمومنینؑ پیغمبرؐ کے بعد صاحبِ امر مان لئے جاتے تو اُن سے آگے بڑھنے کی کوئی ہمت نہیں کر تا تھا،مسلمانوں میں کوئی اختلاف اور کشیدگی نہ ہوتی اور اسلام کی ہیبت بھی دلوں پر باقی رہتی،ساتھ ہی یہ لڑائیاں بھی نہ ہوتیں جن میں بہت سارا خون بہا اور کثرت سے مسلمانوں کی ہتک حُرمت ہوئی۔

تاریخ کے اس بیان سے ہمارے اس نظریہ کو بھی تقویت ملتی ہے کہ اگر نَص موجود تھی جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو نص سے صرف چند لوگ ہی غافل تھے جو مہاجرین و انصار سے لگاؤ رکھتے تھے۔

ابوبکر کی بیعت کے بارے میں . یہ الا لام لو وں کا موقف

اجلّہ صحابہ مہاجرین و انصار تو عجیب فتنہ میں پڑے تھے اور ابوبکر کی کُھل کے تائید نہیں کر رہے تھے،خوف کی وجہ سے کُھل کے امیرالمومنینؑ کی حمایت بھی نہیں کر رہے تھے۔ہاں ابوبکر کی تائید کرنے والوں میں وہ لوگ پیش،پیش تھے جو اسلام میں نئے داخل ہوئے تھے رغبت کی وجہ سے یا خوف کی وجہ سے،جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام کی بنیاد مضبوط ہوچکی ہے اور اب اس سے دنیا حاصل کی جا سکتی ہے تو جلدی جلدی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگئے،انہیں ہادی اعظمؐ نے طلقا اور قرآن مجید نے منافقین کے شاندار لقب سے نوازا ہے،جیسے مغیرہ بن شعبہ،عمروعاص،خالد بن ولید،سھل بن عمرو،عکرمہ بن ابی جہل،حارث بن ہشام و غیرہ۔

یہ لوگ تائید بیعت میں پیش پیش تھے اور جو بیعت سے انکار کرتا تھا یہ لوگ اپنی متعصّبانہ فطرت اور جاہلانہ وحشت سے مجبور ہو کے اس تخریب پر ظلم و جَور کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے،مثلاً خانہ امیرالمومنینؑ پر ہجوم انصار پر سختی کرنا،ان پر سب و تشنیع کرنا(اصحاب ردہ کے خلاف جنگ میں پیش پیش ہونا،پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ وہ لڑائیاں ارتداد کے خلاف نہیں تھیں بلکہ صرف حکومت ابوبکر کی حمایت میں تھیں)یا ابوبکر کی سلطنت و حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے جنگ کرنا و غیرہ۔

حکومت کو مضبوط کرنے میں رنگروٹ مسلمانوں کا پیش پیش ہونا

جدید الاسلام افراد نے مدینہ میں حکومت کو مضبوط کرنے میں اتنی کوششیں کیں کہ آخر میں حکومت نے انہیں کو فوج کی قیادت اور شہروں کی گورنری کے لئے منتخب کرنا اور بحال کرنا شروع کیا،

---

(۱)الفتوح لابن اعثم م ج:۱،ص:۴۹۔۵۷،ذکر ارتداد اہل حضرت موت۔

حکومت نے صاحب منزلت مہاجرین و انصار کو چھوڑ دیا،یا تو اس لئے کہ سیاست کا تقاضہ یہی تھا،حکومت ان کی صاف گوئی،قوت کردار اور زہد و تقویٰ سے خوفزدہ یا ان سے ناراض تھی۔عمر کہتے ہیں:ہم مناق قوت سے مدد لیتے ہیں،اس کا گناہ اسی کی گردن پر۔[1]

کسی نے عمر سے کہا:((تم نے یزید بن ابی سفیان،سعید بن عاص،معاویہ اور فلاں فلاں کو،طلقا میں سے مولفة القلوب اور طلقا کے بیٹوں کو گورنر بنادیا اور علیؑ،عباس جیسے بزرگوں کو اور طلحہ و زبیر کو چھوڑ دیا))عمر نے کہا:جہاں تک علیؑ کا سوال ہے تو ان کا سوال ہے تو اُن سے ہوشیار رہنا ضروری ہے،لیکن قریش کے دوسرے لوگوں کا جو تم نے نام لیا ہے،اگر انہیں گورنر بنا کے بھیجیں تو یہ شہروں میں پھیل جائیں گے اور بہت فساد پیدا کریں گے[2]قیس بن حازم کہتے ہیں کہ زبیر،عمر کے پاس آئے اور ان سے جنگ میں جانے کی اجازت مانگی،عمر نے کہا:ہم تو اپنے گھر میں بیٹھے رہو،تم پیغمبرؐ کے زمانے میں جہاد تو کر ہی چکے ہو،زبیر نے یہ مطالبہ کئی مرتبہ کیا،آخر عمر نے تیسری بار بھی یہی کہا کہ اپنے گھر میں بیٹھو،بخدا میں مدینہ کے اطراف میں دیکھتا رہتا ہوں تا کہ تم اور تمہارے اصحاب مدینہ سے باہر نہ نکل جائے اور اصحاب محمدؐ کو فساد پر آمادہ نہ کردئے۔[3]

عمر کو اصحاب سے یہ خوف تھا کہ وہ کثرت سے فساد کریں گے صرف اس بنیاد پر کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ لوگ حکومت سے ھماھنگ نہیں ہیں انھیں یہ خوف تھا کہ حکومت کہیں ہاتھ سے نکل نہ جائے،اسی لئے انہوں نے اصرار کرکے ابوبکر کو مجبور کیا کہ وہ خالد بن سعید بن عاص کو لشکر کی قیادت سے معزول کردیں،فوج شام کو فتح کرنے جارہی تھی،سردار خالد بن سعید بن عاص تھے انہوں نے ابوبکر سے اصرار کیا کہ خالد بن سعید بن عاص کو معزول کردیں۔وجہ صرف یہ تھی کہ سعید بن عاص

---

(۱)المصنف لابن ابی شیبة ج:۶ص:۲۰۰،کنزالعمال ج:۴ص:۶۱۴،حدیث:۱۱۷۷۵،سنن کبریٰ للبیھقی ج:۹ص:۳۶،اور اسی طرح کنزالعمال میں ج:۵ص:۷۷۱حدیث:۱۴۳۳۸

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۲۹۔۳۰

(۳)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۲۹،باب مناقب امیرالمومنینؑ ون المعبود ج:۱۱ص:۲۴۶۔۲۴۷

کی طرف سے ان کے دل میں کینہ بھرا ہوا تھا،اس لئے کہ انہوں نے ابوبکر کی بیعت کرنے میں تاخیر کا جرم کیا تھا اور بنی ہاشم و بنی مناف کو خلافت طلب کرنے پر ابھارتے رہتے تھے،آخر کار ابوبکر نے ان کو معزول کردیا اور ان کی جگہ یزید بن ابوسفیان کو قائد بنادیا۔[1]اس بات کی وضاحت انہوں نے(عمر نے)اپنے خطبہ میں کی ہے جو انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں دیا تھا،جب لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ آپ نے اصحاب کبار کو مدینہ کا قیدی بنادیا ہے تو کہا:خبردار ہوجاؤ!بےشک قریش کے دل میں فرقہ واریت چھپی ہوئی ہے وہ لوگ گردنوں سے قلادہ بیعت اتار دینا چاہتے ہیں لیکن خطاب کا بیٹا جب تک زندہ ہے وہ آگ کی گھاٹی کے سامنے کھڑا رہے گا اور قریش کی گردنوں کو پکڑ کے آگ سے مسلسل بچاتا رہے گا۔

حالانکہ یہی عمر،ابوعبیدہ جراح کی بحالی پر دل سے راضی تھے بلکہ خود انہیں گورنر بنا کر بھی بھیجا،حالانکہ وہ مہاجرین اولین میں سے تھے لیکن چونکہ ان کی طرف سے کوئی خوف نہیں تھا کیونکہ وہ حکومت سے ہماہنگ تھے اس لئے وہ ان کے دور میں گورنری کے سب سے زیادہ اہل قرار پائے۔

یہ بھی قابل توجہ بات ہے کہ عمر،منافقین اور طلقا کے فتنوں سے مطمئن کیوں تھے،جب اتنے بڑے بڑے صحابی فتنہ پیدا کر تے تھے تو منافقین اور طلقا سے مطمئن رہنے کی کیا وجہ تھی؟صرف اس لئے مطمئن تھے کہ وہ لوگ حکومت کی مشیری سے ہماہنگ و ہم آواز ہوگئے تھے،ورنہ حق تو یہ ہے کہ وہ بلادِ خدا اور بندگان خدا کے لئے سب سے بڑا خطرہ تھے،اگر وہ فتنہ و فساد کا ارادہ کر لیتے تو پھر ان کو روکنا بےحد مشکل ہوجاتا،جیسا کہ معاویہ کے دور میں اس کی برکتوں سے ثابت ہوا،اگر ان کو حکومت نے لفٹ نہ دی ہوتی تو کم سے کم وہ اتنا تو کرتے ہی کہ سابقون فی الاسلام کے ساتھ تعاون کرتے اور ان کا مقابلہ کرتے جو لوگ حکومت کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتے تھے اور ان کی طرف دعوت دیتے،بلکہ اگر طلقا و منافقین ان کی حکومت میں فتنہ نہیں بھی برپا کرتے

---

(۱)طبقات الکبریٰ ج:۴ص:۹۷۔۹۸،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۲۷۹،تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۳۳،تاریخ طبری ج:۲ص:۳۳۱،تاریخ دمشق ج:۱۶ص:۷۸،شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۵۸۔۵۹

جب بھی ان سے ہاتھ ملانے کا کوئی جواز نہیں تھا،حکومت نے مسلمانوں کے امور کی باگ ڈور ان(ذلیل لوگوں کے)حوالے کردی حالانکہ ان سے افضل لوگ موجود تھے،صاحبانِ فضل کی موجودگی میں تیسرے درجے کے لوگوں کو مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بنانا یہ مسلمانوں سے خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟حدیثیں اس اقدام کی ممانعت کرتی ہیں اور مذمت بھی کرتی ہیں۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا:((جو مسلمانوں کا عامل کسی کو بنائے اور یہ بھی جانتا ہو کہ قوم میں اس کے ذریعہ بنائے گئے شخص سے بہتر لوگ موجود ہیں جو کتاب خدا اور سنتِ نبیؐ کو اس سے زیادہ جانتے ہیں تو اس نے خدا سے،خدا کے رسولؐ سے اور عام مسلمانوں سے خیانت کی ہے۔[1]

بلکہ اسی طرح کا قول عمر سے بھی منسوب کیا گیا ہے[2]کہ انہوں نے کہا:جو کسی فاجر کو عامل بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ فاجر ہے تو بنانے والا بھی فاجر جیسا ہے،[3]تاریخ شاہد ہے کہ فسّاق و فجّار قوم کو عامل بنانے سے بہت سی رمتیں ضائع ہوئیں اور دین کی مخالفت ہوئی۔

حاصلِ کلام میں یہ کہ نص سے تجاہل اور اندیکھی مہاجرین و انصار کی اکثریت نے کبھی نہیں کی،خصوصاً ان لوگوں نے،جن کی شان اور مرتبے بلند تھے ان میں سے اکثر کی دلی خواہش یہ تھی کہ امیرالمومنینؑ اور اہلبیتؑ ہی امت کے مسئول اور صاحب امر ہوں،اس کلیہ کے شواہد کے سامنے پیش کئے جاچکے ہیں۔

---

(۱)السنن الکبریٰ للبیھقی ج:۱۰ص:۱۱۸،المستدرک علی الصحیحین ج:۴ص:۱۰۴،السنۃ لابن ابی اعصم ج:۲ص:۶۲۷،مجمع الزوائد ج:۵ص:۲۱۱،معجم الکبیر ج:۱۱ص:۱۱۴،الترغیب و الترھیب ج:۳ص:۱۲۵،الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ج:۲ص:۱۶۵،نصب الرایۃ،ج:۴ص:۶۲،سبل السلام ج:۴ص:۱۹۰،تاریخ بغداد ج:۶ص:۷۶،الکامل فی الضعفاء الرجال ج:۲ص:۳۵۲،الضعفاء للعقیلی ج:۱ص:۲۴۷،تھذیب التھذیب ج:۲ص:۳۱۳

(۲)المستدرک علی الصحیحن ج:۳ص:۳۰۴،سیرہ اعلام نبلاءج:۱ص:۴۶۰،الکشف الحثیث ج:۱ص:۱۷۸،لسان المیزان ج:۴ص:۱۱۸

(۳)کنز العمال ج:۵ص:۷۶۱حدیث:۱۴۳۰۶

عام صحابہ کی نصرتِ حق میں تقصیر

البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر صحابہ نے حق کی نُصرت میں سُستی کی اور منصوص امام کی دعوت پر بروقت لبیک نہیں کہہ سکے،اگر بقول شیعوں کے نَص موجود تھی تو عام صحابہ اس نص کے نظرانداز کرنے میں نصرت حق میں کوتاہی اور واجب الاطاعۃ کی آواز پر لبیک نہ کہنے کے مجرم ثابت ہوتے ہیں۔

آپ کے تیسرے سوال کے جواب میں یہ بات پیش کی جاچکی ہے کہ امیرالمومنینؑ برابر یہ شکوہ کرتے رہے کہ آپ کی مدد نہیں کی جارہی ہے،آپ کے پاس ایک جماعت آئی بھی کہ ہم آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں تو آپ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ محض زبانی دعویٰ ہے فرمایا:کل سرمنڈا کر آنا،لیکن دوسرے دن تین یا چار آدمی سے زیادہ نہیں آئے،آپ نے یہ اعلان کردیا تھا((اگر چالیس آدمی بھی ہمارے ساتھ ہوتے تو غاصب حکومت کا تختہ پلٹ دیتا اور اپنا حق حاصل کرلیتا))۔

اس طرح آپ نے ایک خچر پر صدیقہ زہراؑ کو بٹھایا اپنے ساتھ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لیا اور انصار کے گھروں کا چکر لگایا آپ بھی ان سے نصرت طلب فرماتے اور حضرتِ معصومہؑ بھی ان سے نصرت کا سوال کرتی رہیں اور وہ لوگ یہی عذر پیش کرتے رہے کہ اے بی بی ہم ابوبکر کی بیعت کرچکے ہیں اور اگر(نبیؐ کے)چچازاد بھائی ہمارے پاس پہلے آتے تو ہم ان کی بیعت سے عدول نہیں کرتے،[1]ان واقعات کو معاویہ نے اپنے خط میں بھی لکھا ہے جو اس نے امیرِ کائنات حضرت علیؑ کو بھیجے تھے اور شیعہ روایتوں میں بھی کثرت سے یہ واقعات لئے ہیں،لیکن کوئی یہ ہرگز نہ سمجھے کہ صحابہ،مولائے کائناتؑ سے اس لئے پہلو تہی کررہے تھے کہ وہ نص سے جاہل تھے یا نص کی اندیکھی کررہے تھے،بلکہ ان کا مولا علیؑ سے یہ گریز محض حکومت کے خوف کی وجہ سے تھا یا اس لئے کہ ان کا خیال تھا کہ مولائے کائناتؑ کو عام مسلمانوں کی تائید اس حد تک مل ہی نہیں سکتی کہ ان کا حق انھیں واپس مل جائے،کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ امیرالمومنینؑ نے

---

(۱)الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۲،نہج البلاغہ ج:۲ص:۱۳

طلب نصرت کی ابتدا تو کردی ہے لیکن آپ کی نظر میں اسلام عظیم کی وحدت اور اس کی عظمت کی سب سے زیادہ اہمیت ہے اور جب آپ یہ دیکھیں گے کہ آپ کے خروج سے اسلام عظیم کی اجتماعی حیثیت ،وقار اور اتحاد کو نقصان پہنچ رہا ہے تو بیٹھ جائیں گے،ان خیالات نے صحابہ کو یہ یقین دلا دیا تھا کہ اس کشمکش میں آپ کا سب سے کمزور پہلو اسلام کی محبت ہے،اسی وجہ سے آپ کی مادی قوت بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ کے اصولی موقوف پر بعض شواہد

مولائے کائنات کا نقطہ نظر کیا تھا؟اور آپ نے اصول کو کس قدر اہمیت دی تھی؟اس کے چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں،مثلاً آپ سقیفہ میں اس وقت نہیں پہنچ سکے جب لوگ آپ پر سبقت کررہے تھے اور خلافت کی کھچڑی پک رہی تھی،آپ نے اس وقت نہ پہنچنے کا یہ معقول عذر پیش کیا کہ میں پیغمبرؐ کے جنازے کی تجہیز و تکفین چھوڑ کے آپ کی خلافت کے لئے لوگوں سے جنگ نہیں کرسکتا تھا[۱]عباس بن عبدالمطلب نے آپ سے کہا:آیئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں،تاکہ لوگ کہیں عم پیغمبرؐ نے پیغمبرؐ کے ابن العم(چچازاد)کی بیعت کرلی،پھر آپ سے کوئی نہیں لڑے گا،آپ نے فرمایا:چچا!میں پسند نہیں کرتا کہ یہ کام پردے کے پیچھے ہو میں تو چاہتا ہوں جو کچھ ہو علانیہ ہو۔[۲]اس طرح ابوسفیان نے((جس کے قبیلہ کی قوت کو نظرانداز نہیں کیا جا تا))جب آپ کے نقطہ نظر کو موڑ کے قبائلی تعصب کا رُخ دینا چاہا اور کوشش کی کہ امیرالمومنینؑ کو قبائلی بنیادوں پر مطالبہ خلافت کی طرف لے جائے تو آپ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے ڈانٹ دیا۔[۳]

----

(۱)الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۲،شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۱۳ الفتوح لابن اعثم ص:۱۳

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۱۹۶،ج:۱۱ص:۹

(۳)المستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۸۳،المصنف لعبد الرزاق ج:۵ص:۴۵۱،الاستیعاب ج:۳ص:۹۷۴،ج:۴ص:۱۶۷۹،تاریخ الخلفاءج:۱ص:۶۷،انساب الاشراف ج:۲ص:۲۷۱،تاریخ طبری ج:۲ص:۲۳۷،شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۴۵

جب کہ ابوبکر نے اس کی خوشامد کر کے راضی کرلیا اور صدقہ کے اموال دیئے[1] اور اس کے بیٹے کو گورنر بنادیا[2] نتیجہ میں وہ اس کی اولاد اور گھر والے ابوبکر کے مددگار اور تائید کرنےوالوں میں شامل ہوگئے۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ شاید تاریخ کا یہ اصول دین بن چکا ہے کہ کسی نبی کی امت میں بھی اختلاف ہوتا ہے تو امت کے باطل پرست افراد اہل حق پر غالب آجاتے ہیں۔[3] وجہ یہ ہے کہ اہل حق کی اصول پرستی اپنے اصولوں کی قربانی پر سمجھوتہ نہیں کرتی اور مددگاروں سے محروم رہ جاتی ہے جب کہ امت کے اہل باطل فرصت سے فائدہ اٹھالیتے ہیں اور پھر نتیجہ میں مادّی اعتبار سے اہل باطل ہی فتحیاب ہوتے ہیں۔

نتیجہ چاہے تو ہو،امام منصوص کی آواز پر لبیک کہنا واجب ہے

لیکن صحابی ہوں یا غیر صحابی،صرف یہ کہہ دینے سے کہ امام منصوص کے پاس طاقت نہیں ہے یا ان کی کامیابی کا ہمیں یقین نہیں ہے اس لئے ہم ان کی نصرت پر آمادہ نہیں ہوتے،نہ واجب ادا ہوجائے گا اور نہ ان کو بری الذّمہ سمجھا جائے گا بلکہ ہر انسان پر امام منصوص کی اطاعت اور اس کی دعوت پر لبیک کہنا واجب ہے نتیجہ چاہے جو ہو عام انسان کو امام منصوص کی نصرت کے بارے میں نہ اجتہاد کا حق پہنچتا ہے نہ غور کی مہلت،اس لئے کہ امام منصوص جانتا ہے کہ لوگوں کی بھلائی کس

---

(۱)العقد الفرید ج:۴ص:۲۴۰،شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۴۴

(۲)الطبقات الکبری ج:۴ص:۹۷۔۹۸،المستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۲۷۹،تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۳۳،تاریخ طبری ج:۲ص:۳۳۱،تاریخ دمشق ج:۱۶ص:۷۸،شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۵۸۔۵۹

(۳) مجمع الزوائد ج:۱ص:۱۵۷،المعجم الاوسط ج:۷ص:۳۷۰،فیض القدیر ج:۵ص:۴۱۵،حلیۃ الاولیا ج:۴ص:۳۱۳،تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۸۷،کنز العمال ج:۱ص:۱۸۳حدیث ۹۲۹،الجامع الصغیر للسیوطی ج:۲ص:۴۸۱حدیث۷۷۹۹،شرح نہج البلاغہ ج:۵ص:۱۸۱

پیز میں ہے حالانکہ لوگ مصلحتوں سے ناواقف اور مفید نتائج سے بے خبر ہوتے ہیں جیسا کہ صلح حدیبیہ میں واقعہ پیش آیا،نبیؐ کو معلوم تھا کہ اس صلح سے کیا کیا فائدہ حاصل ہونےوالا ہے در حالیکہ مسلمان واقعات و نتائج سے ناواقفیت کی بنا پر مخالفت پر اتر آئے تھے اس سلسلہ میں بعض مطالب دوسرے سوال کے جواب میں گذر چکے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جلد بازی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم فتح کا سبب بن جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مسلسل منصوبہ بندی کرنے کے باوجود آدمی شکست سے دوچار ہوتا ہے،اچھا!اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ حق کی نصرت پر لبیک کہنے اور باطل کی مخالفت میں جنگ کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے پھر بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ غافل متنبہ ہوجاتے ہیں،خدا کے لئے حجت قائم ہوجاتی ہے اور نصرتِ حق میں اٹھی ہوئی آواز دلوں کو جگا دیتی ہے،میرا خیال ہے کہ یہ فائدہ بھی کچھ کم نہیں ہے،دینِ خدا اور خدا کی طرف دعوت دینےوالوں کو یہ عظیم فائدہ تو حاصل ہو ہی جاتا ہے اور یہی فائدہ کیا کم ہے۔

ابوسالم جیشانی کہتے ہیں:میں نے سنا مولائے کائناتؑ کوفہ میں فرما رہے تھے کہ((میں اس لئے لڑ رہا ہوں کہ حق قائم ہو،حالانکہ حق ہرگز قائم نہیں ہوسکے گا جب تک حکومت معاویہ والوں کے ہاتھ میں رہےگی))روای کہتا ہے کہ میں نے اپنے اصحاب سے کہا:یہاں ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے در حالیکہ ہمیں بتلادیا جاچکا ہے کہ معاویہ کے طرفداروں کو حق حکومت نہیں ہے پھر ہم نے آپ سے مصر جانے کی اجازت طلب کی آپ نے ہم میں سے جس کو چاہا اجازت دی آپ نے ہر ایک کو ایک ایک ہزار درہم دیئے اور ہمارے گروہ سے ایک حصہ ان کے ساتھ وہیں ٹھہر گیا[۱]

آپ نے ملاحظہ کیا کہ امامؑ کو معلوم تھا کہ معاویہ آپ پر غالب ہوگا اس کے باوجود آپ نے حق کی راہ میں جہاد سے منہ نہیں موڑا اور صاحبانِ بصیرت افراد بھی آپ کے ہمراہ حق کے محاذ پر ڈٹے رہے۔

---

(۱)الفتن لنعیم بن حماد ج:۱ص:۱۲۷

اسود دوئلی کی حدیث ملاحظہ ہو،وہ اپنے باپ ابوالاسود دوئیلی سے روایت کرتے ہیں کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا:((میرے پاس عبداللہ بن سلام آئے،اس وقت میں نے رکاب میں پیر ڈال رکھے تھے اور عراق کے لئے عازمِ سفر تھا،عبداللہ بن سلام نے مجھ سے کہا:آپ عراق نہ جائیں،اگر آپ عراق جائیں گے تو آپ کو تلوار کی دھار کا سامنا کرنا پڑے گا،میں نے(مولائے علیؑ نے)کہا خدا کی قسم یہ بات تو ہادی برحقؐ مجھے تم سے پہلے بتاچکے ہیں))،ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا:میں نے آج تک ایسا آدمی بھی نہیں دیکھا جو جنگ کے لئے تیار ہو اور لوگوں سے ایسی باتیں کرتا ہو۔[1]

آپ نے غور کیا کہ امامؑ لوگوں کو اپنے عنقریب قتل(شہید)ہونے کی خبر بھی دے رہے ہیں اور لوگوں کو جہاد کی دعوت بھی دے رہے ہیں،صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جہاد کا ہدف،فتح و نُصرت سے بہت بلند ہے۔

امام ابوعبداللہ الحسینؑ کو دیکھئے،کہ مکّہ مکرمہ میں آپ انقلاب کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور اسی سلسلے میں مدینہ کے بنوہاشم کو لکھتے ہیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم:حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے محمد بن علی اور ان کے قبیلہ(یعنی بنی ہاشم)کو معلوم ہو کہ جو مجھ سے آملے گا وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوگا اور جو مجھ سے ملحق نہیں ہوگا وہ فتح بھی نہیں پا سکتا،والسلام[2]

اسی طرح جب آپ نے مکہ سے عراق جانے کا ارادہ کیا تو خطبہ دیا،خطبہ کے الفاظ ملاحظہ

---

(۱)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۵۱،کتاب معرفۃ الصحابۃ،مناقب امیرالمومنینؑ،امام حاکم نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اگر چہ شیخین نے نقل نہین کیا ہے لیکن ان کی شرط پر پوری روایت اترتی ہے اور صحیح ہے، صحیح ابن جبان،ج:۱۵ص:۱۲۷،موارد الظمآن،ج:۱ص:۲۴۵،تاریخ دمشق،ج:۴۲،ص:۵۴۶

(۲)کامل الزیارات ص:۱۵۷،بصائر الدرجات ص:۵۰۲،نوادر المعجزات ص:۱۱۰،دلائل الامامۃ ص:۱۸۸،الخرائج و الجرائح ج:۲ص:۷۷۱-۷۷۲

فرمائیں:((الحمدالله و ماشاءالله تعالی قوت صرف الله کی ہے،خدا کا درود ہو اس کے نبیؐ پر،موت انسان کے گلے سے یوں ہی لپٹی ہے جیسے دوشیزہ کے گلے میں گلوبند لپٹا رہتا ہے،مجھے اپنے اسلاف سے ملاقات کی خواہش نے اسی طرح بے چین کیا ہوا ہے جیسے یعقوبؑ کے دل میں یوسفؑ سے شوقِ ملاقات،میرے لئے ایک مقتل چُنا گیا ہے جس کی طرف میں جا رہا ہوں،گویا کہ صحرا کے اُموی بھیڑیئے میرے بند بند کو کاٹ رہے ہیں اور میرے جسم سے اپنی بھوک مٹا رہے ہیں،کاتب تقدیر نے جو دن اپنے قلم سے لکھ دیا ہے اس سے انسان فرار نہیں ہو سکتا،خدا کی مرضی ہی ہم اہلبیتؑ کی رضا ہے،ہم اس کی بلاؤں پر صبر کرتے ہیں،وہ ہمیں صبر کرنے والوں کا اجر دے گا،پیغمبرؐ سے ان کے گوشت کو الگ نہیں کیا جا سکتا،بلکہ آپ کے جسم کے تمام حصے محضرِ قدس میں اکٹھا ہونے والے ہیں،جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور آپ نے جو وعدہ کیا ہے ہمیں لوگوں کے ذریعہ پورا ہوگا۔پس جو اپنی جان کو ہماری راہ میں قربان کرنا چاہتا ہے اور اپنے نفس کو خدا سے ملاقی کرنے پر آمادہ کرچکا ہے اسے چاہیے کہ ہمارے ساتھ چلے اس لئے کہ میں کل انشاءالله جانے والا ہوں))۔[1]

اگر عاشقانِ حق کا نقطہ نظر اور طرزِ زندگی سمجھ سکتے ہیں تو امام حسینؑ کے کلمات ملاحظہ فرمایئے،دیکھئے!امام حسینؑ کی نظر میں فتح کیا ہے اور کامیابی کسے کہتے ہیں،مذکورہ خطبہ میں فرماتے ہیں کہ((میں قتل کردیا جاؤں گا))آپ اپنے قتل کی علی الاعلان خبر دے رہے ہیں اور اپنے خط میں((جو آپ نے بنوہاشم کو لکھا ہے))آپ نے جنگ سے پہلے ہی اپنی فتح کا اعلان کردیا ہے،اور اس فتح کے لئے لوگوں سے مدد مانگ رہے ہیں،وہ فتح بھی کیا ہے،ایسی فتح جو بغیر قتل اور شہادت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہ وہ فتح ہے جسے عام انسان ناکامی اور شکست سمجھتا ہے،اسی لئے لوگوں نے امام حسینؑ کو مشورہ دیا تھا کہ خروج مت کیجئے،لیکن امام وقت جانتا ہے کہ کس وقت کیا ضروری ہے اسی لئے آپ

----

(۱)مقتل الحسین للمقرم ص:۱۹۳۔۱۹۴،کشف الغمہ ج:۲،ص:۲۳۹،بحارالانوار ج:۴۴،ص:۳۶۶۔۳۶۷

نے روج پر اصرار کیا،اپنے خاص شیعوں پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ نے قیام فرمایا اور آپ کے خاص چاہنے والوں نے بھی امرِ خدا کا امتثال کیا اور آپ کے ساتھ سر سے کفن باندھ کے نکل پڑے،انہوں نے حقِ پیغمبرؐ کو ادا کیا اور امامؑ کے ساتھ در بہ شہادت پر فائز ہوئے ان لوگوں کو فتحِ مبین اور سعادت ازلی نصیب ہوئی جو ان کے پروردگار نے ن کے لئے مقدر کردی تھی۔

بہرحال صورتِ حال جو بھی ہو،جب امام و مدد کے لئے پکارے تو امہ پر اس کی نصرت واجب ہے،اس و نتائج سے خوفزدہ ہو کر صدائے امامؑ کو نظرانداز کردینا غلط ہے،امہ کی تولیف شرعی ہے امامؑ کی آواز پر لبیک کہنا،اس لئے کہ امامؑ کی آواز خدا کی طرف سے اور اس کے حکم سے بلند ہوتی ہے اور خدا نے امامؑ کی پیروی کا حکم دیا ہے،جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے مخلص شیعوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ((انہوں نے اپنے قائد پر اعتماد کیا تو اس کی پیروی کی))۔(۱)

شیعوں کو یہی شکایت ہے کہ صحابہ کی کثیر تعداد نے سقیفہ میں امام منصوص سے منہ موڑ لیا،جب کہ ان کے سامنے واضح نص موجود تھی،انہوں نے امامؑ کی د وت پر لبیک نہیں کہی،امامؑ کی کمر مضبوط نہیں کی اور ان کی مدد نہیں کی کہ و بہ حق کو غاصبانِ حق سے واپس لے لے اس لئے کہ مرادِ خدا بھی یہی تھی۔

امام منصوص کی نصرت نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لو وں نے نص کی ان یکھی کی

شیعوں کے قول کے مطابق نص کی موجودگی میں امامؑ کی نصرت نہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے نص کی اندیکھی کی،یا نَص پر تو بہ نہیں دی بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا تا ہے کہ انہوں نے سستی کی اور ایک واجب کو ادا کرنے میں کوتاہی کی،حقدار کی نصرت اور اس کو حق دلانے کے لئے

---

(۱)نہج البلاغہ ج:۲ص:۱۰۹،ینابیع المودۃ ج:۲ص:۲۹

انہیں جہاد کرنا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا،جس طرح جنگ بدر میں صحابہ گھر سے نکلنا نہیں چاہتے تھے،یہ ان کی غلطی تھی جب پیغمبرؐ حکم دے رہے تھے تو اُنہیں بہانہ نہیں بنانا چاہئے تھا،قرآن مجید اس وقت کی حکایت کرتا ہے اور کہتا ہے((جیسا کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں حق کے ساتھ تمہارے گھر سے نکالا حالانکہ مومنین کے ایک گروہ کو یہ کام بہت ناگوار گزر رہا تھا وہ تم سے حق کے بارے میں خواہ مخواہ اُلجھ رہے تھے جب کہ ان کے سامنے حق کی وضاحت ہوچکی تھی،لیکن ایسا لگتا تھا جیسے ان کو موت کی طرف کھینچا جارہا ہو اور وہ موت کا انتظار کررہے ہوں))۔[1]

اسی طرح معرکہ اُحد و حُنین میں ان کا جنگ سے فرار کرنا،خندق میں ان کا نبیؐ کی نصرت سے انکار کرنا اور جنگ تبوک میں نکلتے وقت نبیؐ سے ان کی مخالفت اور بھی بہت سارے واقعات ہیں جس میں انہوں نے نبیؐ کی نصرت و حمایت یا تائید سے پہلو تہی کی ہے،اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ نبیؐ کی تکذیب کررہے تھے یا نبیؐ کی نبوت کو جُھٹلا رہے تھے۔

اسی طرح اہل کوفہ نے امیرالمومنینؑ کی نُصرت سے آپ کے آخری ایام میں پہلو تہی کی امام حسنؑ کی نصرت میں سستی کی یا مسلمانوں نے امام حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی کی،اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ ان حضرات کی امامت کے قائل نہیں تھے یا نص سے تجاہل کر رہے تھے۔

امامِ منصوص کی نصرت نہیں کرنا ایسا گناہ ہے جو قابلِ توبہ ہے

البتہ امامؑ کی نصرت نہیں کرنا بہت بڑا گناہ ہے،جیسے میدان جنگ سے فرار جس کی اللہ نے بہت زیادہ مذمت کی ہے یہ گناہ کبیرہ میں شمار ہوتا ہے جیسے وہ لوگ جنہوں نے پیغمبرؐ سے اس جہاد میں منہ موڑ لیا جس میں شرکت کی اللہ نے سخت تاکید کی تھی لیکن پھر اللہ نے توبہ کا دروازہ کھول دیا اور جس طرح وہ اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیا کرتا ہے،اس گناہ کو بھی بخش دیا،جنگ اُحد سے بھاگنے والے مسلمانوں کو معاف کر کے ان کی مغفرت کی صراحت بھی کردی ہے،اسی

---

(۱)سورہ انفال آیت:۵۔۶

طرح اللہ نے تین مخصوص افراد کی مغفرت کی تصریح کردی،ارشاد ہوتا ہے((اور وہ تین افراد جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے پھر انہیں معاف کردیا تاکہ وہ پاک ہوجائیں،اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنےوالا اور رحم کرنے والا ہے۔[1]

صحابہ کی امیرالمومنینؑ کی طرف واپسی اور آپ کی مدد کرنا

صحابہ نے امیرالمومنینؑ کی نصرت سے ہاتھ اٹھا کر بڑا گناہ کیا لیکن پھر انہیں احساس ہوا کہ امیرالمومنینؑ کے ہاتھ سے خلافت نکل جانے سے کتنی خرابیاں پیدا ہوئیں اور اس احساس کی وجہ سے وہ لوگ امیرالمومنینؑ اور اہل بیتؑ کی طرف پلٹے اور قتلِ عثمان کے بعد امیرالمومنینؑ کی بیعت کے لئے ممکنہ حالات پیدا ہوئے،اس لئے کہ صحابہ نے امیرالمومنینؑ کے بارے میں جو تقصیر کی تھی اس کا انہیں احساس ہوگیا تھا۔

قتل عثمان کے بعد صحابہ کا امیرالمومنینؑ کی ہمراہی کرنا

قتلِ عثمان کے بعد مسلمان اجتماعی طور پر مولائے کائناتؑ کی طرف بڑھے اور سب نے آپ کی بیعت پر اصرار کیا،اس تاریخی اتحاد کے پیچھے بہت سے آپ کے مخلص صحابہ کی تبلیغ اور امیرالمومنینؑ کی حقانیت کا ہاتھ تھا،آپ کے مخلص صحابہ مسلمانوں کو مسلسل متوجہ کرتے رہے کہ خلافت کے اصلی حقدار مولائے کائناتؑ ہیں جو تمام مسلمانوں سے افضل ہیں،حالانکہ جب پوری امت عثمان کے خلاف تھی اور لوگ عثمان کی فضیحت کرنے میں لگے ہوئے تھے،تاریخ شاہد ہے کہ مولائے کائناتؑ عثمان کے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ کررہے تھے اور قتلِ عثمان کے بعد بھی آپ مسلم حکومت کی سربراہی قبول کرنے پر تیار نہیں تھے،لیکن یہ صحابہ ہی تھے جنہوں نے لوگوں کو اُبھارا اور لوگ آپ کی بیعت پر

---

(۱)سورہ توبہ آیت:۱۱۸

مضر ہوگئے پھر آپ کی بیعت کے بعد آپ کی مدد بھی کی تمام جنگوں میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ کی حکومت کو مضبوط کرنے میں پیش پیش رہے،ان تمام باتوں کے شواہد حدیث و تاریخ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں،میں بھی کچھ شواہد پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ابوجعفر اسکافی کہتے ہیں:قتلِ عثمان کے بعد صحابہ مسجد میں جمع ہوئے اور امامت کے مسئلے پر گفتگو ہونے لگی،تو ابو ھیثم ابن تیہان،رفاعہ بن رافع،مالک بن جلان،ابوایوب انصاری اور عمار یاسر نے مشورہ دیا کہ اب تو خلافت علیؑ کو مل ہی جانی چاہئے اور علیؑ کے فضائل و مناقب،آپ کے کارنامے،آپ کا جہاد اور آپ کی پیغمبرؐ سے قرابت قریبہ کو مقام احتجاج می پیش کرتے ہوئے ان لوگوں نے طے کیا کہ علیؑ ہی مستحقِ خلافت ہیں،ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو مولائے کائنات کو اس زمانہ میں سب سے افضل سمجھتے تھے اور کچھ کا کہنا تھا کہ امیرالمومنینؑ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں پھر لوگوں نے آپ کی بیعت کرلی۔(۱)جب اجلہ صحابہ نے آپ کی بیعت کرلی تو لوگوں کو آپ کی بیعت پر ابھارا اور آپ کی طرف علی الاعلان دعوت دینا شروع کی یہ صحابہ لوگوں سے آپ کا حق،آپ کا مرتبہ اور آپ کے فضائل بیان کر کے مسلسل آپ کی طرفداری کررہے تھے اور انہوں نے آپ کی حکومت کو مضبوط کرنے میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا اور اُسے چلانے میں آپ کی بہت مدد کی۔آئندہ صفحات میں ہم ان تصریحات کو لکھیں گے جو آپ کی فضیلت میں صحابہ کی طرف سے کی گئیں اور وہ خطبہ بھی پیش کریں گے جو آپ نے اپنی بیعت ہونے کے بعد فرمایا تھا۔

۲۔اسی طرح اسکافی ان حالات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں جو آپ کی بیعت کے بعد پیدا ہوئے،چونکہ آپ نے مال کی تقسیم برابری سے کی اور آپ کے پہلے جو حکومتیں تھیں ان کے دور میں بدکردار افراد غیر شرعی طور پر مالِ خدا سے فائدہ اٹھا رہے تھے،آپ نے ان پر اعتراض کیا اس لئے آپ سے چند افراد،جن کا غیرشرعی مفاد مجروح ہو رہا تھا آپ سے ناراض ہوگئے اور اختلاف و نفاق پیدا کرکے اپنے ناحق مطالبوں کو منوانا چاہا،اصحاب اس وقت متنبہ ہوگئے اور اس صورتِ حال کو ختم

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۷ص:۳۶

کرنے کی بھرپور کوششیں شروع کریدں چنانچہ اسکافی لکھتے ہیں((جب مخالفین حکومت کی ساشیں سامنے آئیں تو عمار بن یاسر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور کہنے لگے:چلو اپنے بھائیوں کے اس گروہ کے پس جو اختلاف پیدا کررہے ہیں اُن کے بارے میں ہمارے پاس کچھ خبریں پہنچی ہیں اور ہم ان کی سازشوں کو دیکھ بھی رہے ہیں کہ وہ اختلاف پیدا کررہے ہیں اور اپنے امام پر حملہ کررہے ہیں،جفاکاروں نے زبیر اور اعسرعاق یعنی طلحہ کے یہاں بہت مداخلت پیدا کرلی ہے))،

پس ابوہثیم،عمار،ابوایوب،سہل بن حنیف اور ان کے ساتھ ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی،وہ لوگ مولائے کائنات کے پاس آئے اور کہنے لگے،امیرالمومنینؑ آپ اپنے معاملات پر غور کیجئے،قریش کی یہ شاخ(طلحہ و زبیر)((جو آپ ہی کی قوم سے ہیں))،آپ سے ناراض ہوگئی ہے انہوں نے آپ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا ہے آپ سے وعدہ کرکے وعدہ خلافی کی ہے اور در پردہ آپ کو چھوڑ دینے کی وہ ہمیں دعوت دے رہے ہیں،خدا آپ کو آپ کے حق پر باقی رکھے،ان کی مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کی رہبری کا ناگوار سمجھتے ہیں اور بیت المال سے لنے والی اضافی امداد کو کھوچکے ہیں،چونکہ آپ نے ان کو اور کچھ لوگوں کو ایک ہی میزانِ نظر میں رکھا ہے اس لئے وہ لوگ آپ کو بُرا کہہ رہے ہیں،انہوں نے آپ پر آپ کے دشمن کو ترجیح دی ہے اور اُسے بڑھا کرکے پیش کیا ہے،وہ لوگ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے مظاہرہ کررہے ہیں،جماعت میں فرقہ پیدا کررہے ہیں اور گمراہوں سے محبت کررہے ہیں،آپ اپنی رائے ظاہر کریں))[1]آپ ملاحظہ کررہے ہیں کہ خاص صحابہ کس طرح امیرالمومنینؑ کے حق کی وضاحت کررہے ہیں،آپ کی خیرخواہی میں لگے ہوئے ہیں،آپ کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں اور آپ کی حکومت کو مضبوط کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

۳۔خفاف بن عبداللہ طائی معاویہ سے قتل عثمان کے بعد کے واقعات بیان کرتا ہوا کہتا ہے پھر لوگ علیؑ کی بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے جیسے کہ ٹڈیوں کا لشکر آتا ہے پھر امیرالمومنینؑ نے چلنے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار کا بڑا مجمع نے جھک چل پڑا،صرف تین افراد نے آپ کی

---

(۱)شرح نہج البلاغۃ ج:۷ص:۳۹

قیادت میں جہاد کرنے سے گریز کیا اور وہ تین افراد،سعد بن مالک،عبداللہ بن عمر،محمد بن مسلمہ ہیں،لیکن علیؑ نے کسی کو بھی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہیں کیا،جو لوگ آپ کے ساتھ آسانی سے شریک ہوئے تھے ان کی وجہ سے آپ بے نیاز تھے اور جو لوگ حیل،حجت کررہے تھے ان کی آپ نے ضرورت بھی نہیں محسوس کی۔[۱]

۴۔سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جنگ جمل کے لئے جب امیرالمومنینؑ نکلے تو آپ کے ساتھ آٹھ سو انصار تھے اور چارسو بیعت رضوان والے صحابہ تھے۔[۲]ایک روایت میں ہے کہ آپ کے ساتھ سات سو انصار تھے۔[۳]

۵۔معاویہ نے جب عبداللہ بن عمر کو خط لکھ کے مدد مانگی تو انہوں نے جواب میں لکھا((وہ نظریہ جس کی وجہ سے تمہارے دل میں لالچ پیدا ہوا ہے وہ تمہاری رائے ہے لیکن میں نے انصار و مہاجرین میں علیؑ سے لگاؤ نہیں رکھا ہے اور طلحہ و زبیر نے ام المومنین عائشہ کو بھی چھوڑ دیا ہے تو کیا تمہاری پیروی کرلوں!

پھر ابن عمر نے ابن غزیہ سے کہا کہ اس شخص(معاویہ) کا جواب دو ابن غزیہ کا باپ ایک گوشہ نشین زاہد تھا اور وہ خود قریش کا سب سے بڑا شاعر تھا،اس نے ابن عمر کی فرمائش پر معاویہ کے خط کے جواب میں کچھ اشعار کہے۔

ترجمہ اشعار:ہم نے علی ابن ابی طالبؑ کو اصحابِ محمدؐ کے درمیان چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہمیں امید نہیں تھی کہ وہ جس چیز(خلافت)سے دور رکھے گئے ہیں اس پالیں گے انصار ان کے ساتھ ہیں اور مہاجرین کی ہمدردیاں بھی ان کے ساتھ ہیں اور مہاجرین و انصار علیؑ کی قیادت میں شیروں کی طرح جال میں جکڑے ہوئے ہیں یعنی سب ان کے ساتھ ہیں۔[۴]

----

(۱)وقعۃ صفین ص:۶۵،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۴۷،شرح نہج البلاغہ ج:۳ص:۱۱۱

(۲)تاریخ خلیفہ بن خیاط ج:۱ص:۱۸۴،جنگ جمل کے تفصیلی واقعات،العقد الفرید ج:۴ص:۲۸۹،جنگ جمل

(۳)انساب الاشراف ج:۳ص:۳۰

(۴)وقعۃ صفین ص:۷۲۔۷۳

۶۔محمد بن ابی بکر ایک خط معاویہ کو لکھا اور اس میں مولا علیؑ کے فضائل کا تذکرہ کیا لکھتے ہیں:اور علیؑ کے ساتھ علیؑ کے فضائل اور آپ سابقات تو ہیں ہی اس کے علاوہ وہ مہا.رین و انصار ہیں جن کے فضائل قرآن بیان کرتا ہے اور اللہ ان کی تعریف کرتا ہے وہ علیؑ کے مددگار ہیں علیؑ سے شدید محبت کرتے ہیں اور ہمیشہ آپ کو گھرے رہتے وہ اپنی تلواروں کو جنبش دیتے ہیں اور علیؑ کے لیۓ اپنا خون بہانے کو ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔(۱)

۷۔امیرالمومنینؑ جنگ جمل میں جانے کے لئے نکلے اور جب مقام فید پر پہنچے تو آپ کی خدمت میں قبیلہ بنی اسد اور قبیلہ طے حاضر ہوا اور آپ کی قیادت میں جہاد کرنے کے لئے خود کو پیش کیا،آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے قریے(گاؤں)میں ہی رہو!میرے لئے مہا.رین کافی ہیں،(۲)

۸۔امیرالمومنینؑ نے معاویہ کو ایک خط لکھا((میں صحراؤں کو قطع کرتا ہوا تیری طرف بڑھ رہا ہوں،میرے ساتھ مہا.رین و انصار کی بڑی جماعت ہے اور ان کی اولاد جو نیکی میں اُن کی پیروی کرتی ہے وہ بڑی فوج کی صورت میں گرد اُڑاتے ہوئے تیری طرف بڑھ رہے ہیں اُن کے ساتھ اصحاب بدر کی ذرّیت اور ہاشمی تلواریں بھی ہیں۔(۳)

۹۔حضرت عقیل بن ابی طالبؑ نے معاویہ سے کہا:جس روز میں تیرے پاس آنے کے لئے نکلا ہوں میں نے علیؑ کے ساتھیوں پر نظر کی تو مجھے نہیں نظر آتے گر مہا.رین و انصار اور تیرے ساتھیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے دکھائی نہیں دیتے گر طلقا کی اولاد اور جنگ احزاب کے بقیۃ السیف۔(۴)

---

(۱)وقعۃ صفین ص:۱۱۹،شرح نہج البلاغہ ج:۳ص:۱۸۸،مروج الذہب ج:۳ص:۲۱،حالات معاویہ

(۲)الکامل فی التاریخ ج:۳ص:۱۱۷،الفتنۃ و وقعۃ الجمل ج:۱ص:۱۳۷،تاریخ طبری ج:۳ص:۲۴،شرح نہج البلاغہ ج:۱۴ص:۱۸

(۳)نہج البلاغہ ج:۳ص:۳۵،شرح نہج البلاغہ ج:۱۵ص:۱۸۴،مناقب الامام علی لابن الدمشقی ج:۱ص:۳۷،ینابیع المودۃ ج:۳ص:۴۴۷

(۴)الموفقیات ص:۳۳۵

۱۰۔حدیثوں میں لشکر کا بیان دیا ہوا ہے:امیرالمومنینؑ کے لشکر کی ترتیب جنگ صفین میں کچھ اس طرح تھی کہ امیرالمومنینؑ خود قلبِ لشکر میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ اہل مدینہ،اہلِ کوفہ اور اہل بصرہ تھے مدینہ والوں میں سب سے بھاری تعداد انصار کی تھی۔[۱] ۔۱۱۔نصر بن مزاحم اپنی اسناد سے ابوسنان ا لمی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مولا علیؑ کو یہ بتایا گیا کہ معاویہ اور عمروعاص خطبے دے دیکے لوگوں کو آپ کے خلاف ورغلا رہے ہیں تو آپ نے حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے،راوی کہتا کہ گویا میں علیؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے اپنی کمال پر تیہ لگا رکھا ہے،اصحاب پیغمبرؐ آپ کے پاس جمع ہوگئے ہیں اور آپ کو اس طرح گھیر رکھا ہے جیسے لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ اصحابِ پیغمبرؐ کا سب سے بڑا مجمع آپ کے ساتھ ہے۔[۲]

۱۲۔عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا:تم اہل شام کو ایسے آدمی سے لڑانا چاہتے ہو جو محمدؐ سے قرابت قریبہ تو رکھتا ہی ہے اس کے ساتھ ہی تمہاری طرف اصحاب پیغمبرؐ کی ایک بڑی جماعت لیکے آ رہا ہے،اصحاب محمدؐ میں شہسوار بھی ہیں،قاریان قرآن بھی ہیں،قدیم الاسلام بھی ہیں،یہ ایسے لوگ ہیں جن کی لوگوں کے دلوں پر ہیبت بیٹھی ہوئی ہے۔[۳]

۱۳۔سعید بن قیس نے اپنے اصحاب کو خطاب کیا،انہوں نے اپنے خطبہ میں کہا:خداوند عالم نے ہمیں اپنی خاص نعمت سے مخصوص کیا ہے،ہم اس کا شکر ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے،اور اس کی کما حقّہ قدر نہیں نہیں کرتے،محمدؐ کے چنے ہوئے اصحاب((جو اہل بدر بھی ہیں))ہمارے ساتھ ہیں،اُس خدا کی قسم جو اپنے بندوں کے حال سے وقف ہے اگر ہمارا قائد نکّا حبشی بھی ہوتا اور بدری سپاہیوں میں ستر افراد کی تعداد ہمارے ساتھ ہوتی تو ہمیں فخر محسوس ہوتا اور ہماری سمجھداری قابلِ تعریف ہوتی،پھر چہ جائے کہ ہمارا قائد پیغمبرؐ کا ابنِ عم ہے۔[۴]

---

(۱)تاریخ طبری ج:۳ص:۸۴،لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کی تیاری

(۲)وقعۃ صفین ص:۲۲۳

(۳)وقعۃ صفین ص:۲۲۲

(۴)وقعۃ صفین ص:۲۳۶۔۲۳۷،شرح نہج البلاغہ ج:۵ص:۱۸۹،جمہرۃ خطب العرب ج:۱ص:۳۵۵،سعید بن قیس کے خطبہ میں

۱۴۔نصر کہتے ہیں کہ معاویہ نے نعمان بن بشیر اور مسلمہ بن مخلد انصاری کو بلایا بس یہی دو انصاری اس کے ساتھ تھے تو معاویہ نے کہا،اے دونو!مجھے اوس و خزرج کی طرف سے بہت غم ہوا ہے،انہوں نے اپنی تلواریں اپنے کاندھوں پر رکھی ہوئی ہیں اور مسلسل جنگ کی طرف بلا رہے ہیں یہاں تک کہ ہمارے اصحاب ڈر گئے چاہے وہ بہادر ہوں یا بزدل،اب حالت یہ ہے کہ جس شامی شہسوار کے بارے میں پوچھتا ہوں جواب ملتا ہے کہ اسے انصار نے مار ڈالا،انصار میدانِ جنگ میں نعرہ لگا رہے تھے کہ ہم انصار ہیں،میں مانتا ہوں انہوں نے رسول اسلامؐ کو پناہ دی اور نُصرت بھی،لیکن انہوں نے اپنے تمام حقوق کو باطل کام(میری مخالفت)کرکے باطل کردیا۔

جب معاویہ کی یہ باتیں انصار تک پہنچیں تو قیس بن سعد انصاری نے انصار کو جمع کیا اور خطبہ دینے کھڑے ہوئے،خطبہ میں کہا:معاویہ نے جو کچھ کہا ہے وہ آپ لوگوں کو معلوم ہوچکا ہے،میری جان کی قسم اگر آج آپ نے معاویہ کو غصہ دلایا ہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے کل بھی آپ لوگوں نے غضب ناک کیا تھا اور اگر زمانہ اسلام میں آپ لوگوں نے معاویہ کو پچھاڑا ہے تو زمانہ کفر میں بھی آپ لوگ اسے پچھاڑ چکے ہیں،۔آپ اس کے خلاف جنگ کرکے کوئی گناہ نہیں کررہے ہیں بلکہ یہ تو آپ اس دین کی نصرت میں کررہے ہیں جس کی آپ پیروی کرتے ہیں،آج تو وہ کارنامہ انجام دیجئے جو کل کے کارناموں کو بُھلادے اور کل ان شاءاللہ ایسے کام کیجئے گا جسے دیکھ کر لوگ آج کے کارنامے بھول جائیں(آپ لوگ تو منزل یقین پر فائز ہیں)آپ تو اس عَلَم کے سائے میں کھڑے ہیں جس عَلَم کے داہنی طرف جبرائیلؑ اور بائیں طرف میکائیل کھڑے ہو کے جہاد کرتے تھے جب کہ معاویہ کی قوم ابوجہل اور احزاب کے جھنڈے کے ساتھ ہے۔[1]

۱۵۔معاویہ نے نعمان کو بُلا کر میدان میں بھیجا کہ وہ قیس بن سعد بن عبادہ کو سمجھائے اور اُن سے کہے کہ وہ جنگ نہ کریں،نعمان نکلا اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہوا پھر اس نے کہا:اے قیس ابن سعد میں نعمان بن بشیر ہوں،یہ سُن کر قیس بن سعد نکلے اور دونوں میں گفتگو ہونے لگی،قیس نے

---

(۱)وقعۃ صفین ص:۴۴۵۔۴۴۷

دورانِ گفتگو کہا:خدا کی قسم اگر تمام عرب بھی معاویہ کے ساتھ ہوجاتا جب بھی انصار تو اُس سے لڑتے ہی اور تم جو یہ کہتے رہے ہو کہ ہم عام لوگوں کی طرح نہیں ہیں تو سنو!ہم لوگ اس جنگ میں اس طرح ہیں جیسے پیغمبرؐ کے ساتھ تھے،اپنے چہروں کو تلواروں کی ڈھال اور گردنوں کو نیزوں کا نشانہ بنارہے ہیں،تا کہ حق کی فتح ہو اور امرِ خدا ظاہر ہوجائے اور دشمن کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے تو گذرے نعمان ذرا دیکھو تو کہ معاویہ کے ساتھ کون لوگ ہیں؟یا تو طلیق ہیں،یا عرب کے دیہاتی یا خطہ یمن کے کچھ لوگوں کو دھوکہ سے ساتھ میں ملایا گیا ہے،دیکھو تو مہاجرین و انصار اور نیکی میں اُن کی پیروی کرنے والے جن سے خدا راضی ہے،کہاں پر ہیں؟پھر دیکھو!معاویہ کے ساتھ اپنے اور اپنے حقیر ساتھی(مسلمہ انصاری)کے علاوہ کسی اور انصاری کو بھی پاتے ہو؟اور تم دونوں نہ بدری ہو،نہ اُحد کے جانبازوں میں،نہ تم نے اسلام میں سبقت کی ہے،نہ تمہاری شان میں قرآن کی کوئی آیت اتری ہے،خدا کی قسم تم نے آج ہمیں دھوکہ دیا ہے تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے تمہارے باپ ہم سے غداری کرچکے ہیں۔[1]

بشیر بن سعد جو نعمان کا باپ تھا سب سے پہلے اسی نے ابوبکر کی بیعت کی تھی،جناب قیس بن سعد کا اشارہ((اس کے باپ کی غداری ہے))اسی طرف ہے،یہ بھی مشہور ہے کہ اس کے باپ نے یا تو سب سے پہلے بیعت[2]کی تھی یا ان لوگوں میں شامل تھے جن کو بیعتِ ابوبکر میں اولیت حاصل ہے۔

۱۶۔واقعات صفین کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ عمار بن یاسر نے بدری سپاہیوں کی ایک

---

(۱)وقعۃ صفین ص:۴۴۹،شرح نہج البلاغہ ج:۸ص:۸۷۔۸۸،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۹۱۔۹۲،جمہرۃ خطب العرب ج:۱ص:۳۶۷،خلافت امام علیؑ

(۲)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۴،الریاض النضرۃ ج:۲ص:۲۱۵،الصابۃ ج:۱ص:۳۱۱،فتح الباری ج:۷ص:۳۱،الطبقات الکبری ج:۳ص:۱۸۲)

بڑی تعداد لیکے اور دوسرے مہاجرین و انصار کے ساتھ عمروعاص پر حملہ کیا اس وقت وہ تنوخ اور نہد جیسے شامیوں کی قیادت کررہا تھا[1]

۱۷۔ابوعبدالرحمن سلمی کہتے ہیں کہ:میں جنگ صفین کے نزدیک سے دیکھنے والے افراد میں سے ہوں وہ کہتے ہیں کہ:"میں نے عمار یاسر کو دیکھا کسی بھی میدان یا وادی میں دکھائی نہیں دیئے مگر یہ کہ اصحاب محمدؐ ان کے ساتھ ساتھ جیسے کہ عمار یاسر ان کے علم ہوں جس کو وہ گھیرے رہتے تھے۔[2]

۱۸۔ام الخیر بنت حریش نے عمار کی شہادت پر کہا:اے گروہِ مہاجرین و انصار!صبر کرو،اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت لے کے اپنے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔[3]

۱۹۔عکرشہ بنت الدطش یا اطرش نے جنگ صفین میں کہا:اے گروہِ مہاجرین و انصار!اپنے دین سے بصیرت لیکے جہاد کرتے رہو۔[4]

اس کے علاوہ بھی بہت سے شواہد ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر میں انہیں پیش نہیں کر رہا ہوں یہ تمام واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ جنگ صفین و جمل میں پیغمبر اعظمؐ کے بلند مرتبہ اصحاب،مولائے کائنات حضرت علیؑ کے ساتھ تھے اور آپ کو حقدارِ خلافت تسلیم کرکے آپ کے مخالفین سے جنگ کررہے ہیں۔

---

(۱)مروج الذہب ج:۲ص:۳۷۵

(۲)الاستیعاب ج:۳ص:۱۱۳۸تاریخ طبری ج:۳ص:۹۹،مقتل عمار بن یاسر،المجموع فی شرح المہذب للنوری ج:۱۹ص:۱۹۲،شرح نہج البلاغہ ج:۱۰ص:۱۰۴،اسد الغابہ ج:۴ص:۴۶)

(۳)جمہرة خطب العرب ج:۱ص:۳۷۱تاریخ دمشق ج:۷ص:۲۳۵،العقد الفرید ج:۲ص:۹۰،صبح الاعشی فی صناعة الانشاء ج:۱ص:۲۹۷،بلاغات النساء ص:۳۸،ام الخیر بنت حریش بارقیہ کی گفتگو کے ذیل میں،

(۴)بلاغات النساء ص:۱۷،العقد الفرید ج:۲ص:۸۶صبح الاعشی فی صناعة الانشا ج:۱ص:۳۰۱،جمہرة خطب العرب ج:۱ص:۳۶۸۔۳۶۹،واقعة صفین میں شیعہ سے لبریز خطبے اور عکرشہ بنت اطرش کا خطبہ،

امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے اصحابِ پیغمبرؐ بڑے اور ذمہ دار عہدوں پر رکھے جاتے تھے

امیرالمومنینؑ کے خاص لوگوں میں اصحابِ پیغمبرؐ ہی تھے جن میں سے کچھ آپ کے لشکر کے قائد اور کچھ مختلف شہروں کے گورنر بنائے گئے تھے،بڑی ذمہ داریاں،نمایاں اصحاب کو دی جاتی تھیں،جیسے عمار بن یاسر،ابوایوب انصاری،حذیفہ بن یمان،ابن تیہان،ذوالشھادتین،قیس بن سعد بن عبادہ،عمروہ بن حمق خزاعی،ہاشم بن عتبہ مرقال،عدی بن حاتم طائی،عبداللہ اور محمد دونوں بدیل بن ورقۃ خزاعی کے فرزند ہیں،سھل اور عثمان دونوں حنیف کے صاحبزادے ہیں،جابر بن عبداللہ انصاری و غیرہ۔

امیرالمومنینؑ کا اپنے خاص اصحاب کے لئے گریہ و اضطراب

امیرالمومنینؑ اپنے اصحاب خاص کو بہت شدت سے یاد فرماتے تھے،خصوصاً اس وقت جب آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے تھے تو اپنے خطبوں میں ان صحابہ کرام کا تذکرہ بڑے دل پذیر انداز میں کرتے تھے،ایک خطبہ میں آپ فرماتے ہیں کہ((کہاں ہیں میرے وہ بھائی جو راہِ خدا پر چلے اور حق پر ہی گزرگئے،کہاں ہیں عمار،کہاں ہیں ابن تیہان،کہاں ہیں ذوالشھادتین اور ان کے جیسے لوگ،میرے وہ بھائی جنہوں نے موت سے شرط باندھ رکھی تھی اور جن کے بریدہ سر فاجروں کے دل کو ٹھنڈا کرتے تھے،راوی کہتا ہے کہ پھر آپ نے اپنے ریشِ مبارک و مقدس پر ہاتھ پھیرا اور بہت دیر تک روتے رہے پھر فرمایا:ہائے میرے وہ بھائی جنہوں نے قرآن کی تلاوت کی تو اسی کو حاکم قرار دیا،فرض پر غور کیا تو اس کو قائم کیا،سنت پیغمبرؐ کو وہ زندہ کرتے تھے اور بدعتوں کو مٹاتے تھے،جہاد کے لئے بلائے جاتے تو لبیک کہتے تھے،انہوں نے اپنے قائد پر بھروسہ کیا تو اس کی پیروی کی))۔[1]

امیرالمومنینؑ کے بعد بھی ان میں سے کچھ مقدس افراد امام حسنؑ کے دور تک باقی رہے،

---

(۱) نہج البلاغہ ج:۲،ص:۱۰۹

جب امام حسنؑ صاحبِ امر ہوئے تو وہ افراد آپ کے ساتھ تھے یہاں تک کہ امامؑ نے معاویہ سے مصالحت کی جب بھی وہ لوگ موجود تھے وہ امامؑ پر جان نچھاور کرتے تھے اور آپ کے اہل بیتؑ کے شیدائی تھے۔

معاویہ اصحاب امیرالمومنینؑ سے انتقام لیتا ہے

معاویہ نے اصحاب علیؑ کو مجرم محبت علیؑ کی خوب سزادی ایک ایک سے چُن چُن کے بدلہ لیا،کسی کو قتل کرایا،کسی کو زندہ دفن کرایا،کسی کو سولی پر چڑھایا،صرف اس لئے کہ وہ محبتِ علیؑ اور ولائے پیغمبرؐ میں گرفتار تھے اور مولائے کائناتؑ کے بعد بھی معاویہ کے مخالف تھے،یہاں تک کہ اس نے عمرو بن حمق خزاعی جیسے جلیل القدر صحابی کو آوارہ وطن ہونے پر مجبور کردیا اور جب وہ مومن شہید ہوگئے یا مرگئے تو ان کا سر کاٹ کے معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا،اُس نے عمرو بن حمق کی بیوی کو قید کر رکھا تھا،عمرو بن حمق کے سر کو آپ کی بیوی کی گود میں رکھ دیا وہ مومنہ اپنے شوہر کا سر دیکھ کے رونے لگی اور بولی:بہت دنوں تک تم لوگوں نے اِن کو ہم سے دور رکھا تھا اور جب ہمیں ملایا تو تو ان کی شہادت کے بعد ملایا۔(۱)

حجر بن عدی اور اصحاب حجر کی شہادت پر مسلمانوں کا اظہار نفرت

معاویہ نے عظیم المرتبہ صحابہ حجر بن عدی کو اُن کی جماعت کے ساتھ مرج عذرا کی چراگاہ میں شہید کردیا یہ بہت مشہور واقعہ ہے،ان لوگوں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے معاویہ کے گورنر زیاد کی کوفہ پر حکومت سے انکار کردیا تھا اور اس کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام سے اظہار برات بھی نہیں کی،حجر و اصحابِ حجر کی شہادت سے عالمِ اسلام میں ایک شور برپا ہوگیا اور لوگ معاویہ کو لعون و فاسق کہنے لگے،ہر مسلمان نے اس حادثہ فاجعہ کو اپنے طور پر اسلام اور مسلمان کے لئے ایک بڑی مصیبت سمجھا،چنانچہ دیکھئے!یہ عائشہ ہیں:جو حجر بن عدی کی شہادت پر معاویہ سے بہت ناراض

---

(۱)اسد الغابہ ج:۴ص:۱۰۱،حالاتعمر بن الحمق،بدایہ و النہایہ ج:۸ص:۴۸،تاریخ دمشق ج:۶۹ص:۴۰

ہیں،جب شام پہنچیں اور معاویہ سے براہِ راست ملاقات ہوئی تو کہنے لگیں:اے معاویہ!تجھے حجر و اصحاب حجر کو قتل کرنے میں اللہ کا خوف محسوس نہیں ہوا؟[1]

دوسری روایت میں ہے کہ عائشہ نے کہا:کاش معاویہ کو معلوم ہوتا کہ کوفہ میں اس کی جسارتوں کو روکنے والے موجود ہیں تو وہ یہ جرات نہ کرتا کہ حجر اور اصحاب حجر کو کوفہ سے اٹھاکے اور شام لے جاکے انھیں قتل کردے لیکن جگرِ خوارہ کا بیٹا یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ مردِ راہ حق اب نہیں رہے،خدا کی قسم اگر وہ ہوتے تو....))[2]دوسرے مقام پر بھی انہوں نے معاویہ سے کہا:اے معاویہ!تو نے جو ظلم حجر اور اصحابِ حجر پر کیا[3]اور انہیں شہید کردیا اس کی وجہ کیا تھی تجھے اس فعلِ قبیح پر کس نے مجبور کیا؟[4]

جب عبداللہ بن عمر کو خبرِ شہادت حجر لی تو وہ بازار میں تھے،انہوں نے یہ کبر سنتے ہی پشت سے بندھا ہوا کپڑا چھوڑ دیا اور کھڑے ہوگئے پھر بڑی شدت سے روئے۔[5]جب ربیع بن زیاد کو یہ خبر لی((جو معاویہ کے گورنر تھے))تو انہوں نے دعا کی:پالنے والے اگر ربیع کا کوئی نیک عمل تجھے پسند آیا تو اب ربیع کو اس دنیا سے اٹھالے۔[6]حسن بصری نے کہا:معاویہ کے اندر خرابیاں ہیں جن میں سے ہر ایک اس کی ہلاکت کے لئے کافی ہیں،ایک تو اس امت پر زبردستی مسلّط ہوجانا،دوسرے حجر و اصحاب حجر کو شہید کرنا،حجر کی وجہ سے اس پروائے ہو حجر کی وجہ سے اس پروائے۔[7]

---

(۱)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۳۲،۵۱ سنہ کے واقعات

(۲)الاستیعاب ج:۴ص:۱۳۶حالات جعفر ابن عدی

(۳)البیان و التعریف ج:۲ص:۲۷،فیض القدیر ج:۴ص:۱۳۶

(۴)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۳۲،اور تاریخ دمشق ج:۱۲ص:۲۲۶۔۲۲۹۔۲۳۰

(۵)الاستیعاب ج:۱ص:۳۳۰،تاریخ دمشق ج:۱۲ص:۲۲۷۔۲۲۸۔۲۲۹،بدایہ النہایہ ج:۸ص:۵۵

(۶)الاستیعاب ج:۱ص:۳۳۰،تھذیب التھذیب ج:۳ص:۲۱۱،تھذیب الکمال ج:۹ص:۷۹

(۷)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۳۲،الاستیعاب ج:۱ص:۳۳۱،الکامل فی التاریخ ج:۳ص:۳۳۷،ینابیع المودۃ ج:۲ص:۲۷،شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۲۶۲)

اس منزل میں دوسرے فقرے بھی ہیں جو مسلمانوں نے کہے،مسلمانوں نے شہادتِ حجر کی شدت سے مخالفت کی ہے،رضوان اللہ علیہم اجمعین[1]

لیکن میں اس جگہ وہ تمام باتیں عرض نہیں کروں گا،شہادت حجر کے بیان کو ختم کرنے سے پہلے صرف اس پیشین گوئی کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں جو سرکار دو عالمؐ نے حجر اور اصحاب حجر کی شہادت کے سلسلے میں فرمائی تھی،آپ فرماتے ہیں((عذرا میں سات ایسے افراد شہید کئے جائیں گے جن کی شہادت پر خدا اور آسمان والے غضبناک ہوں گے))۔[2]

معاویہ نے اپنے تاریک دور میں اصحابِ علیؑ پر بہت سختیاں کی ہیں۔صرف اس وجہ سے کہ ان کے دل میں محبت علیؑ تھی اور وہ اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے تھے،تاریخیں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں اور کسی پر بھی معاویہ کی یہ حرکتیں پوشیدہ نہیں ہیں۔

(معاویہ انصارِ خدا سے شدیدترین بغض رکھتا تھا،جب وہ مدینہ آیا تو اس سے ابوقتادہ انصاری کی اچانک ملاقات ہوگئی،معاویہ نے کہا:ابوقتادہ تمام مسلمان ہم سے ملنے کے لئے آئے سوائے تم انصاریوں کے،آخر تم لوگوں کو کس نے روکا ہے؟انہوں نے کہا:ہمارے پاس سواریاں نہیں تھیں،پوچھا تمہارے اونٹ کیا ہوئے؟فرمایا:بدر کے دن تم کو اور تمہارے باپ کو تلاش کرنے سے تھکے ہوئے تھے،کہنے لگا ٹھیک کہہ رہے ہو اے ابوقتادہ!۔ابوقتادہ نے کہا:ہادی برحق نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم لوگ نبیؐ کے بعد کچھ سختیاں دیکھیں گے،پوچھا:پھر نبیؐ نے اس وقت کے لئے کوئی حکم بھی تو دیا ہوگا؟کہا:ہاں ہمیں صبر کا حکم دیا ہے،کہنے لگا:پھر صبر کرو یہاں تک کہ

---

(۱)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۳۲۔۲۳۳،تاریخ دمشق ج:۱۲ص:۲۱۹۔۲۳۲۔۲۳۳،بدایہ و النہایہ ج:۸ص:۵۴۔۵۵

(۲)انساب الاشراف ج:۵ص:۲۷۴،تاریخ دمشق ج:۱۲ص:۲۲۶،جامع الصغیر ج:۲ص:۶۱،حدیث۴۷۶۵،بدایہ و النہایہ ج:۶ص:۲۲۶،مقتل حجر بن عدی ج:۸ص:۵۵،کنز العمال ج:۱۱ص:۱۲۶،حدیث:۳۰۸۸۷،ج:۱۳ص:۵۸۷،حدیث۳۷۵۰۹،ص:۵۸۸حدیث:۳۷۵۱۰،تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۲۳۱،النصائح الکافیہ ص:۸۳،فیض القدیر ج:۴ص:۱۶۶،اور اسی طرح اصابہ میں ج:۲ص:۳۸

نبیؐ سے ملاقات کرو۔[1]

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر معاویہ کے پاس آئے،معاویہ نے ان کا نیر مقدم کیا،اور اپنے قریب بلا کر اپنے تخت پر بٹھایا پھر معاویہ نے کہا:اے ابوخبیب!اپنی حاجتیں بیان کرو انہوں نے معاویہ سے کچھ مانگا،پر معاویہ نے کہا:اس کے علاوہ بھی کچھ مانگو،انہوں نے کہا:ہاں،مہاجرین و انصار کا وظیفہ انھیں واپس دیدو اور ان کے بارے میں وصیت پیغمبرؐ کی پابندی کرو،ان کے نیک کاروں کو قبول کر اور ان میں جو غلط ہیں انہیں معاف کردو،معاویہ نے کہا:افسوس،بھیڑیں،بھیڑیوں سے نہیں بچ سکتیں وہ تو ان کی آنتیں بھی کھاچکا ہے۔[2]

بنوامیہ، صحابہ کی اسلامی خدمات سے لوگوں کو بےخبر رکھنا چاہتے تھے

بنوامیہ کے دور میں بات یہاں تک پہنچی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ صحابہ کے گذشتہ اسلامی خدمات سے لوگوں کو واقف کرایا جائے بلکہ کوشش یہ تھی کہ صحابہ کے کارناموں کا تذکرہ ہی نہ ہو۔

ایک مرتبہ انصار کا وفد معاویہ کے دروازے پر حاضر ہوا،معاویہ کا حاجب ابودرہ ان کے پاس آیا،انصار نے کہا:معاویہ سے ہمارے لئے اجازت لیکر آؤ،وہ معاویہ کے پاس واپس گیا،اس وقت اس کے پاس عمروعاص بیٹھا تھا،عمروعاص وہی شخص ہے جسے سقیفہ کے بعد انصار سے تکلیف پہنچی تھی اور انصار نے امیرالمومنینؑ کی نصرت کی تھی جس کی وجہ سے عمروعاص کو مدینہ چھوڑنا پڑا تھا،بہرحال حاجب نے آکے کہا کہ معاویہ صاحب آپ کے دروازے پر انصار آئے ہیں،عمروعاص نے جب سنا کہ معاویہ کے ہاں انصار آئے ہیں،انصار کا لقب تو مدینہ والوں کو قران مجید اور سنت شریفہ سے ملا تھا اور مسلمانوں کے درمیان یہ لوگ انصار ہی کے لقب سے مشہور تھے،عمروعاص کو یہ بات

---

(۱)الاستیعاب ج:۳ص:۱۴۲۱اسیراعلام نبلاء ج:۲ص:۴۵۳۔۴۵۴،شعب الایمان ج:۶ص:۵۶۔۵۷،الجامع المعمر بن راشد ج:۱۱ص:۶۰۔۶۱تاریخ دمشق ج:۳۴ص:۲۹۵۔۲۹۶،حالات عبدالرحمن بن حسان ج:۶۷ص:۱۵۱تاریخ الخلفاء ج:۱ص:۲۰۱ (۲)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۱۴۱

کیسے برداشت ہوتی کہ انصار کو انصار کو کہا جائے،اس سے کتابِ خدا اور سنتِ پیغمبرؐ کی پیروی ہورہی تھی،اس لئے جب حاجب نے انھیں لقب کرکے معاویہ کو خبر دی تو عمروعاص نے کہا:یہ کیا لقب ہے جس کو وہ لوگ نسب کے طور پر استعمال کر رہے ہیں انھیں ان کے نسب کی طرف پلٹاؤ،معاویہ نے اس کو سمجھایا کہ اس سے ہمیں پر الزام آئے گا،اس نے کہا:الزام کیا آئے گا یہ تو ایک بات کی جگہ دوسری بات ہے،اس کو پلٹانا ناممکن نہیں،معاویہ نے عمروعاص کی بات مان لی اور اپنے حاجب سے کہا کہ جا کے آواز دو کہ عمرو بن عامر کے بیٹوں کو بلایا گیا ہے،حاجب گیا اور اس نے آواز دی عمرو بن عامر کے بیٹوں کے لئے اجازت ہے،پس عمرو بن عامر کی اولاد داخل ہوئی لیکن ان میں جو انصار تھے وہ نہیں گئے،معاویہ نے حاجب سے کہا:اب جا کے آواز دو کہ اوس و خزرج کی اولاد کو بھی بلایا گیا ہے،پس اسنے باہر نکل کر یہی آواز لگائی،یہ سن کر نعمان بن بشیر انصاری کو بہت برا لگا،وہ آگے بڑھے اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔

ترجمہ اشعار اے سعد!ہمیں بار بار مت پکارو ہمارا سب سے نجیب نسب صرف یہ ہے کہ ہم انصار ہیں،یہ وہ نسب ہے جو ہماری قوم کے لئے اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہ نسب کافروں پربہت بھاری ہے،تم لوگوں میں جو بدر کے میدان میں ہمارے ہاتھوں موت کی نیند سلا دیئے گئے،وہ قیامت کے دن جہنم کا ایندھن ہوں گے،یہ اشعار پڑھنے کے بعد نعمان بن بشیر غصہ میں کھڑے ہوگئے اور جانے لگے معاویہ نے انھیں واپس بلایا اور خوشامد کر کے راضی کرلیا،پھر ان کی اور ان کے ساتھ انصاریوں کی حاجتیں پوری کیں۔(۱)

امویوں کے دل میں بغضِ صحابہ جڑ پکڑ چکا تھا،مروان بن حکم کو یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ سرکار دو عالمؐ نے جو پتھر عثمان بن مظعون کی قبر پر رکھا تھا اس کو وہ برقرار رکھتا،عثمان بن مظعون وہ پہلے مہاجر تھے جن کی وفات مدینہ میں ہوئی تھی،انھیں سرکار دو عالمؐ نے جنت البقیع میں دفن کرایا اور اپنے ہاتھوں سے اس قبر پر نشانی کے لئے پتھر رکھ دیا،اہل بیتِ پیغمبرؐ میں سے جو بھی مرتا تھا انھیں کی قبر کے پاس

---

(۱)الاغانی،ج:۱۶ص:۵۶،اور ص:۵۰۔۵۱

دفن کیا جاتا تھا،جب مروان بن حکم معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر ہوا اس پتھر کے پاس سے گذرا اور اسے اپنے ہاتھ اٹھا کے پھینک دیا اور کہنے لگا،عثمان بن مظعون کی قبر پر کوئی ایسا پتھر نہیں ہونا چاہئے جس کی وجہ سے ان کی پہچان ہو،بنوامیہ اس کے پاس آئے اور کہا کہ تو نے برا کیا ہے، تو نے اس پتھر کو اٹھا کر پھینک دیا ہے جسے نبیؐ نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا،تو نے بہت برا کام کیا،حکم دے کہ وہ پتھر وہاں واپس رکھ دیا جائے اس نے کہا،خدا کی قسم جس کو میں نے پھینک دیا وہ واپس نہیں ہوتا[1]

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ جب سلیمان بن عبدالملک ولی عہد سلطنت تھا تو ایک دن وہ مدینہ آیا اور ابان بن عثمان کو حکم دیا کہ وہ نبیؐ کی سیرت اور آپ کے غزوات پر ایک کتاب لکھے،ابان نے کہا کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب پہلے سے موجود ہے جسے ہم نے جن لوگوں کو قابل اعتبار سمجھا ہے ان سے تصحیح بھی کرالی ہے سلیمان بن عبدالملک نے کہا کہ ٹھیک ہے اسی کو لے آؤ سلیمان نے اس کام کے لئے دس کاتب مقرر کئے اور انھوں نے بہت محنت سے وہ کتاب لکھی،جب سلیمان کے سامنے وہ کتاب لائی گئی تو اسنے دیکھا کہ اس کتاب میں دونوں وادیوں(عقبیٰ اولیٰ و عقبہ ثانیہ)میں انصار کے کارناموں کے بارے میں لکھا ہوا ہے پھر بدر میں انصار ہی کی نصرت کا تذکرہ ہے، سلیمان بن عبدالملک نے جب یہ دیکھا تو بھڑک اٹھا اور کہنے لگا یہ لوگ میری نظر میں اتنے صاحب فضیلت تو نہیں تھے اگر ان میں سے کچھ لوگ ہمارے گھر والے بھی ہیں تو ان کو لکا کر کے دکھایا ہے حالانکہ وہ لوگ ایسے ہیں نہیں،سنو! مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں یہ کتاب لکھواؤں اور امیرالمومنین(عبدالملک مروان)سے اس کا تذکرہ کروں،وہ تو اس کتاب کی مخالفت کریں گے بس اس نے اس کتاب کو جلا دینے کا حکم دیا اور وہ جلا دی گئی پھر سلیمان اپنے باپ کے پاس واپس ہوا اور اس واقعہ کے بارے میں اسے بتایا،عبدالملک نے کہا:ایسی کتاب جس میں ہم لوگوں کی کوئی فضیلت ہی نہیں لکھی ہے اس کو آگے بڑھانے کی تمہیں کیا ضرورت ہے؟

----

(۱)تاریخ المدینہ ج:۱ص:۱۰۱۔۱۰۲

اس کتاب کو پڑھ کر تو اہل شام وہ سب جان جائیں گے جس سے ہم ان کو ناواقف رکھا چاہتے ہیں، یمان نے کہا:اے امیرالمومنین یہی و.ہ ہے کہ میں نے اس کو جلانے کا حکم دیا،جتنا بھی لکھا جاچکا تھا سب جلادیا گیا عبدالملک نے یہ سن کے اس کی رائے کو صحیح قرار دیا[1]

اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑدی تھی جس کی و.ہ سے واقعہ رہ ہوا مدینہ کو تباہ کیا گیا اور لوما گیا،خع بیعت کا سبب ہی یہی تھا کہ اہل مدینہ اپنے بزرگوں کی پیروی میں امویوں کے مخالف تھے اور بنوامیہ کے دلوں میں اہل مدینہ کے خلاف شدید بغض تھا۔

بنوامیہ اور حقیقتوں کو بدلنے کی کامیاب کوشش

یہ جیب بات ہے کہ بنوامیہ حقائق کو بدلنے کی کوشش میں کامیاب رہے جس کے نتیجہ میں آج اہل سنت معاویہ اور عمرو عاص جیسے مسلمانوں سے محبت کرتے ہیں،ان کی حمایت میں کتاب لکھتے ہیں،تقریریں کرتے ہیں اور اسی طرح ان کا ا ترام کرتے ہیں جیسے ایک صحابہ کا ا ترام ہونا چاہئے،شیعہ جب ان جیسے لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں تو اہل سنت احتجاجاً ان کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحابی کو برا نہیں کہنا چاہئے بلکہ شیعوں کو یہ کہہ کر بدنام کرتے ہیں کہ یہ لوگ صحابہ کا ا ترام نہیں کرتے اور انھیں لعن و طعن کرتے ہیں،و.ہ صرف یہ ہے کہ امویوں نے حقائق کو بگاڑ کے پیش کیا ہے،اور اپنے دور میں صحابہ کی جو تعریف بتائی ہے وہ صرف انھیں پر صادق آتی ہے،اہل سنت بھائیوں کو اموی پروپیگنڈے نے یہ جاننے کی مہلت ہی نہیں دی کہ حقیقت کیا ہے؟اور صحابہ بنوامیہ کے کتنے مخالف دشمنی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی؟

---

(۱)الموفقیات ص:۳۳۱۔۳۳۴

معاویہ کی ہلاکت کے بعد اہل بیتؑ کے بارے میں صحابہ کا نظریہ

ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے اب یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا نظریہ معاویہ کی ہلاکت کے بعد کیا تھا؟تاریخ کا مطالعہ کریں تو صحابہ کو اہل بیتؑ کے ساتھ ساتھ پائیں گے،(معاویہ کے مرنے کے بعد اب وہ سیاست مر چکی تھی،جسے اخلاقیات کے علما صاف لفظوں میں مکاری اور روباہی کہتے ہیں نتیجہ میں صحابہ کو اپنا موقف بیان کرنے کی کچھ آزادی ملی اور صحابہ اہل بیتؑ کے ساتھ ہوگئے،ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو ابوعبداللہ الحسینؑ کے ساتھ عراق چلے گئے اور امام حسینؑ مظلوم کی نصرت میں آپ کے سامنے جام شہادت سے سیراب ہوئے،ان میں انصاریوں کا ایک گروہ بھی تھا،انھیں میں انس بن مالک کاہلی بھی تھے جنھوں نے بدر سے حنین تک ہر جہاد میں نبیؐ کی نصرت کی تھی،اور انھیں سے یہ حدیث بھی ہے جو کربلا کی طرف اشارہ کرتی ہے،حضور سرور کائناتؐ نے انھیں سے یہ فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا حسینؑ اس جگہ شہید کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے جو تم میں اسے اس وقت موجود ہوا سے چاہئے کہ اس کی(حسینؑ کی)نصرت کرے۔[1]

جب کربلا کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت انس بن مالک بہت بوڑھے ہوچکے تھے آنکھوں پر لٹکی ہوئی بھنوؤں کو عمامہ کے نیچے ایک عصابہ(پٹی)سے باندھ رکھا تھا جب امام حسینؑ مظلوم نے آپ کو اس حال میں دیکھا تو رونے لگے،اور فرمایا اے شیخ!خدا آپ کی کوششوں کو مشکور قرار دے انس بن مالک نے اس بڑھاپے میں اٹھارہ یزیدیوں کو جہنم واصل کیا،پھر آپ شہید ہوگئے،رضوان اللہ علیہ۔[2]اس طرح بہت سے صحابہ تھے جنھوں نے اہل بیتؑ کا دامن تھام لیا تھا،اہل بیتؑ کے لئے قربانیاں دے رہے تھے،اور اہل بیتؑ کے دشمنوں سے کھلی ہوئی دشمنی کررہے تھے۔

----

(۱)الاصابہ ج:۱ص:۱۲۱تاریخ دمشق ج:۱۴ص:۲۲۴،بدایہ و النہایہ ج:۸ص:۱۹۹ینابیع المودۃ ج:۳ص:۸

(۲)مقتل الحسین للمقرم ص:۳۱۳

مناقب اہل بیتؑ بیان کرنے اور نص کی روا۔ کرنے میں حابہ کی کوشش

صحابہ کی کثیر تعداد نے تو اپنا یہ فرضیہ بنالیا تھا کہ وہ امیرالمومنین علیہ السلام کے بارے میں نصوص نبویؐ کی تبلیغ کـرتے رہـیں اور مسلمانوں کے درمیان نص کے ساتھ ہی فضائل و مناتب اہل بیـ ؑ کی نشر و اشاعـ کرتے رہیں،وہ مسلسل امـ کو اہل بیـ ؑ کی طـرف متو. کرتے رہتے تھے اور اہل بیـ ؑ سے کسی بھی لمحہ غلفـ نہیں کرتے تھے۔

آپ کے سابقہ چوتھے سوال کے جواب میں رض کیا جاچکا ہے کہ ابوایوب انصاری کے ساتھ انصار کی ایک جماعـ نے امیرالمـومنینؑ کو مولا کہ کے سلام کیا تا کہ حدیث غدیر کی تجدید ہوسکے،جس حدیث غدیر کو شیعہ،امیرالمومنینؑ کی خلا پر نص صریح مانتے ہیں،یہـ اقدام شاید اس لئے بھی کیا گیا تھا کہ امیرالمومنینؑ نے لوگوں کو قسم دی تھی کہ جو واقعہ غدیر میں موجود تھا وہ کھڑا ہوا اور جو کچھ سـنا اور دیکھا تھا بیان کرے،صحابہ کی ایک جماعـ نے اس آواز پر لبیک کہا اور کھڑے ہوکے گواہی دی ایک چھوٹی سی جماعـ نے شـہادت سے گریز بھی کیا لیکن اتنی بڑی جماعـ کی گواہی کا یہ فائدہ ہوا کہ حدیث غدیر کی نشر و اشاعـ اور شہرت ہوگئی کتابوں میں نقـل کـی گئی اور صحابہ نے کثرت سے اس کی روایت کی۔

امام حسینؑ نے حابہ کو اہل بیتؑ کا حق ثا. کرنے کے لئے جمع کیا

یم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ امام حسینؑ معاویہ کے آ ری اوقات میں حج کے لئے تشریف لائے اس و مہـاـرین و انصـار کے نمایاں افراد جو باقی بچ رہے تھے وہ بھی آئے ہوئے تھے وہ لوگ بھی تھے جنہیں صالح اور عبادت گذار سمجھا جاتا تھا اور زمـین کے مختلف گوشوں سے سمٹ کے کہ میں آگئے تھے،یہ تھا مجمع یعنی سامعین اور خطیب تھے امام حسینؑ آپ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:مسلمانو!اس سرکش(معاویہ)نے ہمارے ساتھ اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو لوک کیا ہے اور کررہا ہے اسے

آپ دیکھ رہے ہیں اور شاہد ہیں،میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں اگر میں سچ کہوں تو آپ میری تصدیق کریں گے اور اگر میں جھوٹ بولوں تو آپ میری تکذیب کردیجئے گا،میں آپ سے اللہ کا اور اللہ کے رسولؐ کا اور پیغمبرؐ سے اپنی قرابت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جب آپ یہاں سے جائیں تو میری باتیں لیتے جائیں اور ان لوگوں کو میری طرف سے دعوت دین جو آپ کے قبیلہ میں آپ کے ناصر ہیں اور جن پر آپ اعتماد کرتے ہیں،آپ ہمارے حق کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں انھیں جاکے بتائیں کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ امر مٹ نہ جائے،حق تباہ اور مغلوب نہ ہوجائے حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمل کر کے رہے گا چاہے کافروں کو ناگوار گذرے))پھر قرآن میں اہل بیتؑ کے بارے میں جتنی آیتیں نازل ہوئیں تھیں آپ نے ایک ایک آیت کی تلاوت کی اور سرکار دو عالمؐ نے آپ کے والد ماجد آپ کی مادر گرامی آپ کے بھائی اور خود آپ کے بارے میں جو حدیثیں ارشاد فرمائی تھیں سب کو دہرایا،صحابہ کو جو مجمع وہاں موجود تھا آپ کے ہر جملہ پر کہہ رہا تھا،اللہ(برائے خدا)ہاں ہم نے سنا اور ہم گواہ ہیں اور جو تابعی تھے وہ کہہ رہے تھے بخدا ہم سے یہ حدیثیں صحابہ کے اس گروہ نے بیان کی ہیں جن کی صداقت و امانتداری کے ہم معترف ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا:میں آپ لوگوں کو خدا کی قسم دے کے کہتا ہوں یہ باتیں صرف ان لوگوں سے بیان کیجئے گا جن کے اوپر اور جن کے دین پر آپ بھروسہ کرتے ہیں پھر سب متفرق ہوگئے[1]جابر بن عبداللہ انصاری حدیث لوح کے راوی ہیں اللہ نے اپنے نبیؐ پر ایک تختی نازل کی تھی جس میں بارہ اماموں کے نام لکھے ہوئے تھے۔[2]

حق تو یہ ہے کہ اگر صحابہ نہیں ہوتے تو ہم تک اس وافر مقدار میں نصوص نبی نہیں پہنچتی،یہ تمام فضائل و مناقب اہل بیتؑ اور مولائے کائناتؑ کی امامت پر متواتر نصوص صحابہ کی ہی فیضان ہے،صحابہ نے صرف فضائل اہل بیتؑ ہی پہنچانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دشمنان اہل بیتؑ کی مذمت

---

(۱)کتاب سلیم بن قیس الہلالی ص:۳۲۰۔۳۲۳

(۲)بحارالانوار ج:۳۶ص:۲۰۱۔۲۰۲

میں حدیثیں اور ان کی گذری سیرت کی نقاب کشائی بھی انھیں صحابہ کرام کے ہاتھوں ہوئی،خاص طور سے صحابہ کرام اس وقت کھل کے سامنے آگئے جب حکومت کی طرف سے سنت نبویؐ کی نشر و اشاعت پر عائد کردہ پابندیاں ہٹ گئیں،ان پابندیوں کی طرف ہم آپ کے ساتویں سابقہ سوال کے جواب میں اشارہ کرچکے ہیں۔

آخر ابوبکر اور عمر نے سنت نبوی کی اشاعت پر پابندی کیوں لگادی تھی؟

کبھی آپ نے غور فرمایا ہے کہ آخر عمر اور ابوبکر سنت نبویؐ کا شیاع کیوں نہیں چاہتے تھے؟حدیث پیغمبرؐ کی روایت کرنے سے کیوں منع کرتے تھے؟عمر نے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مدینہ سے نکلنے پر پابندی کیوں عائد کردی تھی؟صرف اس خوف سے کہ اگر حدیث نبوی کی روایت کی اجازت دیدی گئی تو صحابہ مولا کی خلافت پر نص کرنے والی حدیثیں بھی بیان کرجائیں گے،اگر صحابہ مختلف شہروں میں آنے جانے لگے تو مسلمانوں کو مناقب و فضائل اہل بیتؑ سے واقف کردیں گے،نتیجہ ہماری حکومت کے لئے بہت خراب ہوگا اور ہماری حکومت کا نگاہ عوام میں اعتبار شرعی مجروح ہوجائے گا حکومت یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ صحابہ کی اکثریت کے دل اہل بیتؑ کی طرف متوجہ ہیں،وہ علیؑ کی خلافت منصوصہ پر ایمان رکھتے ہیں،وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مولائے کائناتؑ اور اہل بیتؑ ہی حکومت اور خلافت کے حق دار ہیں،جیسا کہ میں نے ابھی کچھ صفحات پہلے شواہد کے ساتھ یہ بات عرض کی ہے۔

حاصل گفتگو یہ کہ صحابہ کی اکثریت جن میں مہاجرین و انصار کے سابقون اولون بھی شامل ہیں،اہل بیتؑ اور امیرالمومنین علیؑ کے ساتھ تھی یہ لوگ اس وقت بھی امیرالمومنینؑ کو حقدار خلافت سمجھتے تھے،جب آپ کی عام بیعت نہیں ہوئی تھی اور آپ کی ظاہری خلافت کے دور میں بھی ان کا نظریہ یہی تھا اور آپ کی شہادت کے بعد بھی وہ اسی نظریہ پر باقی رہے۔

اکثر حابہ کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ مولائے کائنات کی امامت کے حق ہونے کا اعتراف کرتے تھے

چونکہ اکثر صحابہ اس بات کے معترف تھے کہ امامت امیرالمومنین کا حق ہے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ روز اول ہی سے امام برحق مولائے کائنات ہیں اسی لئے وہ اپنے نظریہ کا اعلان مختلف موقعوں پر کرتے رہے تھے،ظاہر ہے کہ مولائے کائنات سے ان کی یہ یگانگت اور مولائے کائنات کو حقدار سمجھنا،دوسروں کو مولائے کائنات پر مقدم نہ کرنا،یہ تمام باتیں بےبنیاد تو نہیں تھیں،بلکہ مولائے کائنات کی ذات پر اس لئے متفق تھے کہ وہ اس نص سے واقف تھے جو مولی علی علیہ السلام کی خلافت پر قائم ہوچکی تھی۔

حضرت علی کی بیعت ہوئی تو اکثر حابہ نے یہ سمجھا کہ اب حق،حقدار تک پہنچا

میرے مندرجہ بالا دورے پر اگر کسی کو ذرا بھی شبہ ہو تو اسے تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئے،میری بات تاریخ سے ثابت ہوجائے گی کہ جب امیرالمومنین کی بیعت ہوچکی تو صحابہ کی اکثریت اور عام لوگوں نے یہی سمجھا کہ گذشتہ حکومت کے مقابلے میں مولائے کائنات اولی بالامر ہیں اور آج حق،حقدار تک پہنچ گیا ہے،جیسا کہ خود امیرالمومنین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے اور ابوجعفر اسکافی کا قول بھی اس دعوے کی دلیل میں گذشتہ صفحات میں پیش بھی کیا جاچکا ہے،جہاں اسکافی لکھتے ہیں کہ عثمان کے قتل کے بعد صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہوئے تو خلافت کے بارے میں مشورہ ہونے لگا اور انھوں نے امیرالمومنین کے فضائل کا ذکر کیا،کچھ تو یہ کہہ رہے تھے کہ امیرالمومنین اپنے اہل زمانہ سے افضل ہیں اور کچھ کیا یہ خیال تھا کہ امیرالمومنین ہر دور کے مسلمانوں سے افضل ہیں،ظاہر ہے کہ صحابہ کی مونڈرالذکر جماعت ،جس کا خیال تھا کہ آپ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ امیرالمومنین ہی ولی امر اور اولی بالامر ہیں۔

آپ کے تیسرے سوال کے جواب میں رض کیا جاچکا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی جب بیعت ہوچکی تو آپ نے پہلا خطبہ جو بیعت کے بعد دیا ہے اس میں اپنے حق کو ثابت کرتے ہوئے کچھ ایسے کلمات ارشاد فرمائے ہیں جو میرے دعوے پر دلیل ہیں،آپ فرماتے ہیں تم نے توبہ کو پس پشت ڈال دیا تم نے وہ امور انجام دیئے جو میرے خلاف ہے،میرے نزدیک ان غلطیوں کی وجہ سے تم نہ قابل تعریف تھے نہ صحیح راستے پر تھے۔

جناب حذیفہ کا بیان بھی گذرچکا ہے،جب آپ نے سنا کہ امیرالمومنینؑ اہل بصرہ کے خلاف مدد چاہتے ہیں تو حذیفہ نے اعلان کردیا((بے شک حسنؑ اور عمارؑ آئے ہیں کہ تمہیں نصرت پر تیار کریں،تو سنو!جو برحق اور حقیقی امیرالمومنینؑ کی نصرت کرنا چاہتا ہے وہ جا کر علیؑ کے لشکر میں شامل ہوجائے۔[۱]

یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب امیرالمومنینؑ کی بیعت ہوگئی تو انصار کی ایک قوم نے تقریریں کیں ان میں سب سے پہلے ثابت ابن قیس بن شماس انصاری نے تقریر کی،وہ انصار کے مشہور خطیب تھے،انھوں نے کہا:اے امیرالمومنینؑ خدا کی قسم آپ سے پہلے جنھوں نے حکومت حاصل کی وہ حکومت میں آپ سے مقدم ہیں لیکن دین میں نہیں،اگر انھوں نے آپ سے سبقت کی تو آج آپ نے انھیں پیچھے چھوڑدیا حالانکہ خود آپ اور وہ لوگ بھی آپ کے مرتبہ سے ناواقف نہیں تھے اور آپ کی منزلت سے جاہل بھی نہیں تھے،وہ لوگ اپنی جہالت(لاعلمی)کی وجہ سے آپ کے محتاج تھے،لیکن آپ اپنے علم کی وجہ سے کسی کے محتاج نہیں ہیں۔[۲]

حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ خزیمہ بن ثابت انصاری نے امیرالمومنینؑ کی بیعت کے وقت یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار:جب ہم نے ابوالحسنؑ کی بیعت کرلی تو وہ دہشتناک فتنوں میں ہمارے

---

(۱)انساب الاشراف ج:۲ص:۳۶۶

(۲)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۷۹،خلافت امیرالمومنینؑ کے بیان میں

لئے کافی ہے،ہم نے علیؑ کو سب سے زیادہ کتاب و سنت کا پابند پایا،جس دن اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ ہوگا اس دن قریش اس کے اٹھائے ہوئے غبار کو شق نہیں کر سکیں گے،علیؑ تو وہ ہیں کے جن کے اندر غیروں کی نیکیاں بھی پائی جاتی ہیں،لیکن غیروں میں علیؑ کی نیکیاں نہیں پائی جاتی ہیں(غیروں میں جتنا بھی حسن عمل ہے وہ سب علیؑ میں پایا جاتا ہے لیکن علیؑ کا حسن عمل غیروں میں نہیں پایا جاتا۔[1]

ظاہر ہے کہ قریش کے لوگ اگر چہ امیرالمومنینؑ کی بیعت سے زیادہ خوش نہیں تھے لیکن بیعت کے وقت کسی نے آپ سے نزاع بھی نہیں کیا اس لئے خذیمہ بن ثابت نے یہ اشعار))قریش کے فیصلہ پر(جس میں انھوں نے نااہل لوگوں کو مولائے کائناتؑ کے مقابلے میں مقدم کرکے ان کی بیعت کرلی تھی)اعتراض کے طور پر پڑھے ہیں بلکہ خذیمہ کے اشعار یہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ شاعر مقام ولایت میں مولائے کائناتؑ کو گذشتہ حاکموں پر بھی مقدم سمجھتے ہیں اور مولائے کائناتؑ کے علاوہ کسی کی بھی(عمر،ابوبکر کی)حکومت کو ناجائز اور غلط سمجھتے ہیں ان اشعار میں جس عقیدے کا اعلان کیا گیا ہے اس کا زیادہ واضح اعلان ان اشعار میں ملتا ہے جو ہیں تو خذیمہ بن ثابت ہی کے لیکن جناب سید مرتضیؒ نے ان کی روایت کی ہے ملاحظہ ہو۔

ترجمہ اشعار:پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ میں پیغمبرؐ کا وصی اور آپ کا زمانہ گذشتہ میں شہسوار،سوائے خیرالنسا خدیجہ الکبریؑ کے نبیؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والا نعمتوں والے خدا کی قسم علیؑ جس کے سینہ میں ایک شجاع دل ہے اور ہر جنگ میں جس کو قوم کی سرداری حاصل رہی یہی وہ ہے جس کا نام امام سمجھ کے انگلیوں میں پڑھا جاتا رہے گا،یہاں تک کہ میں کفن میں منھ چھپالوں۔[2]

اور حسن بن سلمہ کی حدیث میں ہے کہ((جب مولائے کائناتؑ کو یہ معلوم ہوا کہ طلحہ زبیر اور

----

(۱)المستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۱۲۴،کتاب معرفت صحابہ مناقب امیرالمومنینؑ،الاصابۃ ج:۲ص:۲۷۸،حالات خزیمہ بن ثابت بن فاکہ میں۔(۲)الفصول المختارۃ،ص:۲۶۷

عائشہ کہ سے بصرہ کی طرف(ف اد کی نیت سے)چل پڑی ہیں تو آپ نے حکم دیا کہ نماز جماعت کا اعلان کردیا جائے،جب لوگ جمع ہوئے تو آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا:اما بعد جب خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو اپنے پاس بلالیا تو ہم نے((جو آپ کے اہل بیت اہل خاندان،وارث آپ کےاولیا اور مخلوقات خدا میں آپ کے سب سے زیادہ حقدار تھے))یہ سونچا کہ لوگ ہم سے نبی کا حق نہیں چھینیں گے ابھی ہم یہ سونچ ہی رہے تھے کہ منافقین اپنی سازش میں کامیاب ہوگئے اور ہمارے نبیؐ کا اقتدار ہم سے غصب کرکے ہمارے غیر کو سونپ دیا،خدا کی قسم ہم سب کی آنکھیں اس واقعہ پر بہت روئیں اور ہمارے دل اس ظلم کی وجہ سے ٹوٹ گئے،بہر حال لوگ حاکم ہوئے اور اپنی موت مرگئے آخر خدا نے حکومت ہمیں واپس دلادی یہ دونوں آدمی یعنی طلحہ اور زبیر بھی جب ہماری بیعت ہورہی تھی تو بیعت کرنے والوں میں تھے پھر بصرہ جا کے ہمارےخلاف اٹھ کھڑےہوئے تا کہ جماعت میں تفرقہ پیدا کریں اور تمہاری طاقت کو آپس میں لڑا کے تقسیم کردیں،پالنے والے ان دونوں سے مواخذہ کر اس لئے کہ انھوں نے اس امت کو دھوکا دیا ہے اور عامۃ المسلمین پر بری نظر ڈالی ہے۔

یہ سن کر ابوھیثم بن تیہان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے((امیرالمومنینؑ قریش کے لوگ آپ سے دو وجہوں سے حسد کرتے ہیں،قریش کے منتخب افراد تو اس لئے آپ سے حسد کرتے ہیں کہ آپ درجے میں ان سے بلند ہیں اور قریش کے اشرار آپ سے حسد کرتے ہیں جس کی وجہ سے خدا نےان کے اعمال حبط کر لئے ہیں اور ان کے پشت پر گناہوں کا بار کچھ اور بڑھادیا ہے وہ تو آپ سے برابری کا برتاؤ کرنے پر تیار نہیں تھے اب وہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ ان سے آگے بڑھ گئے ہیں اس وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں ناکام ہوگئے ہیں اور کشتی ہار گئے ہیں آپ قریش پر قریش سے زیادہ حق رکھتے ہیں پھر انھوں نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ حاضر ہے۔

ترجمہ اشعار:(اے امیرالمومنینؑ)بےشک اس قوم نے آپ سے بغاوت کی اور آپ پر عیب لگانے کی کوشش کی انھوں نے امور قبیحہ آپ کی طرف منسوب کرنے چاہے حالانکہ وہ بے پر کی اڑاتے ہیں ایسی باتیں جن کے پاس اڑنے کے لئے مچھر کے برابر بھی پر نہیں بلکہ پر کا دسواں حصہ بھی نہیں،

روا بھی نہیں ہے کہ باتیں پھیلی کیں(آپ پر حملے کی و . یہ ہے کہ)انھوں نے آپ کے اوپر اللہ کی نعمتوں کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا آپ کو انھوں نے ایک شاندار پر گوشہ صاحب نعمت سمجھا انھوں نے دیکھا کہ آپ ایسے امام ہیں جن کے دامن میں تمام امور پناہ لیتے ہیں اور ایسی لجام ہیں کہ جن سے منھ زور گھوڑ بھی رام ہوجاتے ہیں ایسے حاکم ہیں جن کے اندر امامت ،ہاشمیت اور بلند عزت مرتکز ہے،اے نبیؐ کے وصی ہم آپ کی سرکردگی میں حق کے ساتھ اسی طرح متصل ہیں جیسے چراغ سے چراغ کی روشنی متصل ہوتی ہے))۔[۱]

آپ دیکھ رہے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کا خطبہ اور اس کے بعد ابن تیھان کے اشعار،یہ تمام چیزیں میرے دعوے پر دلیل ہیں،ابن تیھان کے مندرجہ ذیل اشعار بھی میرے دعوے پر دلیل ہیں

ترجمہ اشعار:جاکے طلحہ اور زبیر سے کہہ دو کہ ہم انصار ہیں انصار ہمارا نام ہی نہیں طریقہ عمل بھی ہے ہم وہ لوگ ہیں کہ جن کے کارنامے جنگ بدر کے میدان میں قریش دیکھ چکے ہیں،جب وہ کافر تھے،ہم اپنے نبیؐ کے شعار اور ان کا اوڑھنا بچھونا ہیں(یعنی خدا کے بعد پیغمبر اسلامؐ کو ہمارے اوپر بھروسہ تھا اور ہم ہی ان کے مددگار تھے)ہم اپنی آنکھیں اور اپنی جانیں نبیؐ پر قربان کرتے رہے ہیں بے شک وصی پیغمبرؐ،علیؑ ہمارے امام اور ولی امر ہیں اب تو پردے اٹھ چکے ہیں اور راز ظاہر ہوچکے ہیں))[۲]

مولائے کائناتؑ کی جب بیعت ہورہی تھی تو عبدالرحمٰن بن جعیل نے یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ اشعار:میری جان کی قسم آج تم نے اس کی بیعت کی جو دین کا زبردست محافظ،صاحب عفت اور توفیقات کا مرکز ہے اس علیؑ کی بیعت کی جو محمد مصطفیؐ کا وصی،ان کا چچازاد بھائی،دین اور تقویٰ کا بھائی سب سے پہلا نمازی ہے))[۳]ان قصائد کے اشعار یہ اعلان کررہے ہیں کہ مسلمان شروع ہی سے مولائے کائناتؑ کو

---

(۱)امالی شیخ مفید ص:۱۵۴۔۱۵۶ (۲)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۱۴۳۔۱۴۴ (۳)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۱۴۳

غیروں پر مقدم سمجھتے تھے ابوبکر اور عمر کس شمار میں ہیں۔

ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمائیے،مولائے کائنات ؑ نے شریح بن ہانی کو عمرو بن عاص کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر اس کو سمجھائیں اور ہدایت کریں شریح کہتے ہیں میں نے مولائے کائنات ؑ کا پیغام عمروعاص کو سنایا اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا اور وہ کہنے لگا میں نے علی ؑ کا مشورہ قبول کب کیا ہے جو آج قبول کروں میں ان کی رائے کو کسی شمار میں نہیں رکھتا شریح کہتے ہیں میں نے کہا اے نابغہ کے بیٹے تجھ سے بہتر تھے(یعنی ابوبکر و عمر)وہ ہی ان سے مشورہ لیتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے کہنے لگا میرے جیسے تجھ جیسے سے بات نہیں کرتے میں نے کہا اچھا یہ بتا تو اپنے ماں باپ میں سے کس کی وجہ سے میری بات میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے،اپنے کمینہ باپ کی وجہ سے یا نابغہ ماں کی وجہ سے وہ یہ سن کر اٹھا اور چلا گیا۔[1]

صحابہ کو پختہ یقین تھا کہ امیرالمومنین ؑ ہی وصی پیغمبر ؐ ہیں

بہت سے صحابہ جن کی تعداد بیس سے کچھ زیادہ ہے اور تابعین جو مولائے کائنات ؑ کے دور میں تھے ان کے اشعار خطبہ اور حدیثیں اس بات کا اعلان کرتی ہیں کہ انھیں علی ؑ کے وصی پیغمبر ؐ ہونے کا پختہ(پکا)یقین تھا اور وصی کا مطلب ہے امور میں نبی ؐ کا قائم مقام،جس طرح ہر نبی ؐ کا وصی اس کا قائم مقام ہوتا ہے،اس لئے کہ مولا علی ؑ کا وصی پیغمبر ؐ ہونا خود سرکار دو عالم ؐ کی بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔[2]

(ا)وقعۃ صفین ص:۵۴۳،ینابیع المودۃ ج:۲ص:۲۳

(۲)فتح الباری ج:۸ص:۱۵۰، مجمع الزوائد ج:۷ص:۲۳۷،اور،ج:۸ص:۲۵۳،کتاب علامات نبوۃ ج:۹ص:۱۶۵، معجم الکبیر ج:۳ص:۵۷،ج:۴ص:۱۷۱،ج:۶ص:۲۲۱، معجم الاوسط ج:۶ص:۳۲۷،فضائل الصحابہ ج:۲ص:۶۱۵،الفردوس بما ثور الخطاب ج:۳ص:۳۳۶،کنز العمال ج:۱۱ص:۶۰۵،حدیث:۳۲۹۲۳ الکامل فی الضعفاء الرجال ج:۴ص:۱۴،الموضوعات ج:۱ص:۳۶۹۔۳۷۴،تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۳۹۲،۱۳۰،حالات علی بن ابی طالب ؑ،شرح نہج البلاغہ ج:۱۳ص:۲۱۰،المناقب للخوارزمی ص:۱۴۷۔۵۸،ینابیع المودۃ ج:۱ص:۲۳۵۔۲۳۹۔۲۴۱،ج:۲ص:۷۹۔۱۶۳۔۲۸۰۔۲۷۹۔۲۶۷۔۲۳۲،ج:۳ص:۲۶۴۔۲۹۱۔۳۸۴

میری مراد وصایت سے ذاتی امور میں وصایت نہیں ہے بلکہ وصی بمعنی جانشین ہے اگر چہ وصایت کے اس معنی میں بھی شخصی امور میں وصایت آہی جاتی ہے۔

وہ لوگ جن کا عقیدہ ہے کہ حقدار خلافت ابوبکر و عمر تھے،اس دعوی وصایت کو خفیف(لکا) سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو لوگ شیخین کو خلیفہ مانتے ہیں انکے سامنے وصایت کا دعوی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اور وہ ایسی حدیثوں کا انکار کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو،اسود سے روایت ہے عائشہ کے سامنے یہ ذکر آیا کہ نبیؐ نے مولائے کائنات علیؑ کو اپنا وصی بنایا تھا،عائشہ نے کہا کون کہتا ہے میں نبیؐ کے پاس تھی اور میرے سینہ سے آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے پھر آپ نے ایک تشت منگایا پھر جھک گئے اور وفات پاگئے،میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نبیؐ نے علیؑ کو وصی کب بنایا تھا؟[۱]

آپ کے آٹھویں سوال کے جواب میں اس موضوع پر بھی گفتگو کی جائے گی انشاءاللہ تعالی۔

طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن اوفی سے پوچھا:کیا نبیؐ نے وصیت کی تھی کہنے لگے کہ نہیں میں نے کہا پھر رسولؐ نے لوگوں پر وصیت کیسے واجب کردی؟اور خود وصیت نہیں کی؟کہنے لگے حضورؐ نے کتاب خدا کے بارے میں وصیت کی تھی،[۲]

---

(۱) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۶۱۹،کتاب المغازی،باب علالت و وفات نبیؐ(انک میت و انہم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون) صحیح مسلم ج:۳ص:۱۲۵۷،مسند احمد ج:۶ص:۳۲)اور اسی طرح دوسرے مدارک

(۲) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۹۱۸،کتاب فضائل قرآن،باب وصیت ،اور اسی طرح ج:۳ص:۱۰۰۶،کتاب وصایا،باب وصیت ،ج:۴ص:۱۶۱۹،کتاب المغازی،باب نبیؐ کا علیل ہونا اور ان کی وفات و قول پروردگار(انکم میت و انہم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون)السنن الکبری للبیھقی ج:۶ص:۲۶۶،کتاب الوصایا،مسند ابی عوانہ ج:۳ص:۴۷۵

مالک بن معول نے کہا: مجھ سے طلحہ نے کہا میں نے عبداللہ بن اوفی سے سوال کیا، کیا رسول خداؐ نے وصیت کی تھی؟ کہنے لگے نہیں میں نے پوچھا پھر دوسروں پر وصیت کیوں واجب کردی جب خود وصیت نہیں کی، کہنے لگے قرآن کے بارے میں وصیت کی تھی۔ ہزیل بن شرحبیل نے کہا: ابوبکر خلیفہ پیغمبرؐ پر حاکم بن بیٹھے وہ سمجھتے تھے گویا رسول خداؐ کی طرف سے انھیں یہ عہدہ ملا ہے اور وہی ان کی ناک میں خلافت کا موتی(بیر) ڈال گئے ہیں۔[1]

اب ابن کثیر نے جو تحریر کیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں، حالانکہ ان کی تحریر محض تعصب اور جذباتیت کا نتیجہ ہے لکھتے ہیں کہ: اور شیعوں کی جاہل اکثریت غلط گو قصہ خوان جو یہ کہتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ نے علیؑ خلافت کے بارے میں وصیت کی تھی، یہ جھوٹ، بہتان اور عظیم افترا ہے، اس سے بڑی غلطی لازم آتی ہے یعنی صحابہ خائن قرار پاتے ہیں اور یہ الزام بھی آتا ہے کہ انھوں نے پیغمبرؐ کی وصیت کا نفاذ ترک کردیا، نبیؐ کے بعد آپ کی وصیت کو نہیں تسلیم کیا، معمولی قصہ گو، جو یہ کہانیاں بازاروں میں اور عوام کے درمیان گڑھ کے بیان کرتے رہتے ہیں کہ نبیؐ نے آداب و اخلاق میں علیؑ کو اپنا وصی قرار دیا تھا یہ بھی من گھڑت ہی ہے، بلکہ یہ کمینے جاہلوں کی ایجاد ہے، اس پر بھروسہ نہیں کیا جاتا اور اس سے دھوکا نہیں کھایا جاتا گر جو بالکل ہی جاہل اور غبی ہو۔[2]

---

(۱) مسند ابی عوانہ ج:۳ص:۴۷۶، اور اسی طرح، ص:۴۷۵، پر کتاب وصیت کے آغاز میں اس واضح خبر کے بیان میں کہ نبیؐ نے کسی کے لئے کوئی بات بعنوان وصیت نہیں کی ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ انھوں نے مال میں کوئی وصیت نہیں کی ہے اس لئے کہ آپ نے بعنوان میراث کوئی مال نہیں چھوڑا ہے بلکہ واجبات کا بیان کیا ہے، سنن دارمی، ج:۲ص:۴۹۶، کتاب الوصایا میں باب من لم یوص، مسند البزاز، ج:۸ص:۲۹۷۔۲۹۸، جو کچھ عبداللہ بن ابی اوفی نے روایت کی ہے م فتح الباری، ج:۵ص:۳۶۱، البدایة و النہایة ج:۵ص:۲۵۱، طلحہ بن مصرف کے حالات میں الریاض النضرة، ج:۲ص:۱۹۷، تیرہویں فصل خلافت اور جو صحابہ سے متعلق ہے کے بیان میں، تاریخ الخلفاء ج:۱ص:۷، الفائق فی غریب الحدیث، ج:۲ص:۲۹، زم کے مادہ میں، ج:۵ص:۱۴۹، وشب کے مادہ میں لسان العرب مادہ وشب اور مادہ زم، غریب الحدیث، ابن سلام، ج:۳ص:۲۱۲۔۲۱۳، ابوبکر صدیق کی حدیث کے ضمن میں

(۲) البدایة و النہایة ج:۷ص:۲۲۵۔۲۲۶

حاصل کلام یہ کہ بیعت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے بعد وصیت کی حدیثوں کا شائع ہونا اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا اس حدیث کی تاکید و تائید کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ نص کے معترف تھے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔
رض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ دنوں تک ضرور مغلوب رہے اور حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر بیٹھے لیکن یہ دوسری بات ہے ورنہ صحابہ نص سے نہ تو جاہل تھے اور نہ تجاہل کر رہے تھے۔

اہل بیتؑ کو جو بھی شکایتیں ہیں قریش سے ہیں نہ کہ صحابہ سے

یہی بات ہے کہ امیرالمومنینؑ یا اہل بیت علیہم السلام نے جو بھی شکوے کئے ہیں وہ عام صحابہ سے نہیں ہیں بلکہ ان کی شکایتیں قریش اور ان کی پیروی کرنے والوں سے ہیں یہ بات گذشتہ صفحات میں ثابت ہوکی ہے اور گنجائش ہوتی تو میں دوسرے ثبوت بھی پیش کرتا۔

بلکہ سقیفہ اور اس کے بعد کے جو بھی واقعات تاریخ پیش کرتی ہے ان میں اہل بیتؑ کے خلاف جو اقدامات پائے جاتے ہیں وہ صرف قریش کی حرکتوں کا نتیجہ ہیں ان واقعات میں نہ مسلم عوام کا دخل ہے نہ صحابہ کا،یہاں تک کہ عمر و عثمان کا بھی نام کہیں نہیں ملتا،جیسا کہ تیسرے سوال کے جواب میں عرض کیا گیا۔

البتہ یہ واقعات ان مسلمانوں اور صحابیوں سے منسوب ضرور ہیں جو غصب خلافت کو شرعیت کی سند دینا چاہتے ہیں جیسے ابوبکر اور عباس کا مکالمہ اور امام حسنؑ کے پاس بھیجے گئے معاویہ کے دو خط کے مضمون جیسا کہ تیسرے سوال کے جواب میں ان دونوں خطوط کی نقل پیش کی گئی ہے.

بہت سے صحابہ بلند مرتبہ پر فائز تھے

(اہل بیت اطہارؑ سے خلوص اور قلبی لگاؤ کا نتیجہ تھا کہ)وہ صحابہ جو نبیؐ کے بعد زندہ تھے،بلند مرتبوں پر فائز ہوئے،اور اعلیٰ فضیلتیں،اونچی منزلیں اور اجر عظیم حاصل کیا،جس طرح وہ صحابہ جو نبیؐ کے دور میں

تھے انھوں نے نبیؐ کی تصدیق کی،آپ کی نصرت کی اور آپ کی ہدایتوں سے مستفید ہوئے آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے اور گذر گئے،یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں میں شقاق و نفاق نہیں پیدا ہوا تھا،یہ لوگ مہاجرین و انصار کے نمایاں افراد تھے اور انھوں نے اسلام میں قابل تعریف نمونہ عمل چھوڑا۔

ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کی بہت تعریف کی ہے

یہی وجہ ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ نے صحابہ کی بہت تعریف ہے،ان کا شکریہ ادا کیا ہے،ان کس طرح کس ہے اور ان کی جہاد اور کوششوں کو سراہا ہے،امیرالمومنینؑ علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔

ہم پیغمبرؐ کے ساتھ تھے،جنگوں میں ہم اپنے باپ،بیٹے بھائی اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے اور اس سے ہمارے ایمان اور تسلیم میں اضافہ ہی ہوتا تھا،ہم سختیوں کو جھیل جاتے تھے اور رنج کو برداشت کرتے تھے،اپنے دشمن سے جہاد میں کوشاں تھے،ایک آدمی ہمارا ہوتا تھا اور ایک دشمن کا،دونوں ایک دوسرے پر بپھرے ہوئے سانڈوں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے اور ایک دوسرے کی جان لینے کے در پے ہوجاتے تھے،ہم دونوں میں کوئی ایک اپنے سامنے والے کو موت کا پیالہ پلا دیتا تھا،کبھی ہم غالب آتے کبھی ہمارا دشمن،جب خدا نے ہمارے ایمان کی صداقت دیکھ لی تو ہمارے لئے نصرت اور ہمارے دشمن کے لئے شکست نازل کردی))۔[1]

مولائے کائناتؑ ایک دوسرے خطبہ میں اصحاب کی مدح میں رطب اللسان ہیں،آپ فرماتے ہیں((میں نے نبیؐ کے صحابہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان کے جیسا تو اب کوئی دکھائی نہیں دیتا،وہ صبح کو خاک آلود اٹھتے تھے،اس لئے کہ ان کی راتیں یا مسجدوں میں گزرتی تھیں یا حالت قیام میں،

---

(۱) نہج البلاغہ ج:۱ص:۱۰۴۔۱۰۵

کبھی زمین پر پیشانیاں رکھتے تھے، کبھی رخسار،جب قیامت کا ذکر آتا تو یوں تڑپتے جیسے آتش زیر پا ہو،ان کی پیشانی پر آنکھوں کے درمیان اونٹ کے گھٹنے کے نشان جیسا گھٹہ ہوتا تھا اس لئے کہ ان کے سجدے طویل ہوتے تھے،جب خدا کا ذکر ان کے سامنے ہوتا تو اس قدر روتے کہ آنسو ان کے جیب و گریبان کو تر کر دیتا اور خوف عقاب اور امید ثواب میں یوں کانپنے لگتے جیسے سخت آندھی میں درخت لرزنے لگتے ہیں۔[1]

ایک دن عمروعاص نے انصار کے خلاف تقریر کی اور سقیفہ میں انصار نے جو باتیں کہی تھیں ان کی وجہ سے انھیں برا بھلا کہا ان کی مذمت میں کچھ اشعار بھی نظم کئے،اس سلسلہ میں قریش کے سادہ لوح افراد اور حدیث الاسلام لوگ اس کی تائید کر رہے تھے اور اس کی ہمت افزائی کررہے تھے،نتیجہ میں اس نے دوبارہ بھی یہ حرکت کی یہ دیکھ کر مولائے کائنات امیرالمومنینؑ نے سختی سے اس کی مخالفت کی اور انصار کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے،آپ نے بہت غصہ میں فرمایا:اے قریش کے لوگو!انصار کی محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے،ان پر جو واجب تھا انھوں نے ادا کردیا،تم پر جو واجب تھا وہ ابھی ادا نہیں ہوا بلکہ باقی ہے))پھر آپ نے طویل تقریر فرمائی اور فضل بن عباس کو بلا کے فرمایا کہ اپنے اشعار سے انصار کی مدح کریں،اس سلسلہ میں فضل بن عباس نے چند اشعار نظم کئے،آخر کار قریش کے لوگ عمروعاص کے پاس گئے اور کہنے لگے اے شخص علیؑ کو غصہ آگیا ہے،اب تو رک جا!لیکن امیرالمومنینؑ نے دوبارہ ایک تقریر فرمائی اور انصار کی صفائی پیش کی ان پر جو عیب لگائے تھے ان کی تردید کی،تمام مسلمانوں نے مولا علیؑ کی تصدیق کی،بات یہاں تک پہنچی کہ عمروعاص کو مدینہ چھوڑنا پڑا اور جب تک امیرالمومنینؑ اور مہاجرین اس سے راضی ہوئے وہ مدینہ میں واپس نہیں آسکا۔[2]مولائے کائناتؑ نے اپنے آخر کلام میں انصار کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا

----

(۱)نہج البلاغہ ج:۱ص:۱۸۹۔۱۹۰،کنز العمال ج:۱۶ص:۲۰۰،حدیث:۴۴۲۲،صفوۃ الصفوۃ ج:۱ص:۳۳۱۔۳۳۲،تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۴۹۲،حالات امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ میں۔(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۶ص:۲۹۔۳۶

کہ:((خدا کی قسم انھوں نے اسلام کی پرورش اس طرح کی جس طرح گھوڑے کا ایک سالہ کمزور بچہ پرورش کیا جاتا ہے حلانکہ وہ بے نیاز تھے پھر بھی انھوں نے اپنے لمبے چوڑے ہاتھوں سے اور اپنی چلتی ہوئی زبانوں سے اسلام کا دفاع کیا))۔(۱)

زرارہ بن اعین حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:تلواریں نہیں کھینچیں،نماز کی صفیں نہیں قائم ہوئیں،جن کی صفیں نہیں قائم ہوئیں،علی الاعلان اذان نہیں دی گئیں اور قرآن میں((اے ایمان والو)) کہ کے نہیں پکارا گیا جب تک ابناقیلہ یعنی اوس و خزرج والے مسلمان نہیں ہوگئے))(۲)اس کے علاوہ بھی امامؑ نے کئی جگہوں پر صحابہ(انصار مدینہ)کی بہت تعریف کی ہے۔

اسی طرح امام سجاد علی ابن الحسین علیہ السلام اپنے صحیفے کی چوتھی دعا میں اصحاب پیغمبرؐ کے لئے مخصوص فقروں سے دعا فرماتے ہیں اور پیغمبرؐ کی پیروی کرنے والوں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں پر درود بھیجتے ہیں پالنے والے محمدؐ کے خاص اصحاب جنھوں نے نبیؐ کی صحابیت کو اچھے طریقہ سے نبھایا اور نبیؐ کی نصرت میں ہر بلا کو بہتر خیال کیا نبیؐ کی آواز پر لبیک کہا جب نبیؐ نے اپنی رسالت پر دلیلیں ان کے سامنے پیش کیں انھوں نے نبیؐ کے کلمہ کے اظہار کے لئے اپنی ازواج و اولاد سے مفارقت گوارا کی اور اپنے ماں باپ،بیٹوں سے جنگ کی تا کہ نبیؐ کی نبوت ثابت ہوسکے،انھوں نے نبیؐ کی مدد کی اور وہ لوگ جن کے دل محبت پیغمبرؐ سے بندھے ہوئے تھے اور نبیؐ کی مودت میں ایسی تجارت کررہے تھے جو کبھی برباد نہیں ہوئی،ان سب پر سلام بھیج...تا آخر دعا۔(۳)

----

(۱)نہج البلاغۃ ج:۴،ص:۱۰۶

(۲)بحارالانوار ج:۲۲،ص:۳۱۲

(۳)ینابیع المودۃ ج:۳،ص:۴۲۸۔۴۲۹

جو صحابہ حق پر ثابت قدم رہے ان کی محبت دینی فریضہ ہے

بلکہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام تو،ان صحابہ کی محبت کو جو حق پر ثابت قدم رہے ایک دینی فریضہ سمجھتے ہیں اور اسلام کے ان شرائع میں شمار کرتے ہیں جن کی پابندی واجب ہے،اعمش کی ایک حدیث ملاحظہ ہو،جو انھوں نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ امامؑ نے دینی شرائع کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:((اور اولیا خدا کی محبت اور ان سے ولا واجب ہے،ان کے دشمنوں سے الگ رہنا اور ان سے الگ رہنا جنھوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا،پیغمبرؐ کی ہتک حرمت کی،ظلم کی بنیاد رکھی،سنت پیغمبرؐ کو بدلا،انصاب و ازلام اور گمراہیوں کے امام،ظلم کی قیادت کرنے والے،بلکہ ہر دور کے ظالم سے الگ رہنا واجب ہے،اہل بیت علیہم السلام کے تمام قاتلوں سے اظہار برائت کرنا واجب ہے،ان مومنین کی محبت واجب ہے جنھوں نے نبیؐ کے بعد دین کو نہیں بدلا اور تغییر نہیں کیا جیسے سلمان فارسیؓ،ابوذر غفاریؓ،مقداد بن اسود کندیؓ،عمار بن یاسرؓ،جابر بن عبداللہ انصاریؓ،ابوالھیثم بن تیہانؓ،سہل بن حنیف،ابوایوب انصاریؓ عبداللہ بن الصامت،عبادہ بن الصامت،خزیمہ بن الثابتؓ ذوالشہادتین،ابوسعید خدری اور جو لوگ ان کے راستوں پر چلتے رہے اور ان کے جیسے اعمال انجام دیتے رہے،ایسے لوگوں کی پیروی کرنے والوں اور ان کی اقتدار میں رہنے والوں اور ان کی ہدایتوں پر عمل کرنے والوں سے بھی محبت واجب ہے))۔[1]

مامون عباسی نے حضرت ابوالحسن امام الرضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ مختصر طور پر اسلام کی تعریف لکھ دیں،آپ نے تحریر فرمایا:((اسلام محض یہ ہے کہ انسان لا الہ الا اللہ کی شہادت دے))پھر آپ نے اسلام کے اصول و فروع لکھے من جملہ ان کے واجبات اسلام بھی بیان کئے پھر آپ نے لکھا کہ اور ان سے اظہار برائت کرنا جنھوں نے آل محمد کو قتل کیا انھیں ان کے گھروں سے بے گھر

----

(۱)الخصال ص:۶۰۷۔۶۰۸،۱۰۱،باب:فضائل من شرائع الدین۔

کیا ان پر ظلم کئے،ظلم کا طریقہ اپنایا اور نبیؐ کی سنت کو بدل دیا اور امیرالمومنین علی علیہ السلام کی ولایت اور ان لوگوں سے محبت جو اپنے نبیؐ کے راستے پر چلے،نہ تغیر کیا نہ تبدیلی،جیسے سلمان فارسی،ابوذر غفاری،مقداد بن اسود،عمار بن یاسر،حذیفہ یمانی،ابوالہیثم بن تیہان،سہل بن حنیف،عبادہ بن صامت،ابوایوب انصاری،خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین،ابوسعید خدری اور ان جیسے لوگ خدا ان سے راضی ہو اور ان پر خدا کی رحمت ہو اور ان کی پیروی کرنے والوں سے محبت کرنا،ان کے چاہئے والوں سے محبت کرنا اور ان کی ہدایتوں پر عمل کرنے والوں سے محبت کرنا۔(۱)

شیعوں کے پاک اماموں نے انھیں سمجھایا اور بتایا کہ صحابہ پیغمبرؐ قابل تعظیم و احترام ہیں شیعوں نے اپنے اماموں سے ان کے مرتبوں کو پہچانا،یہی وجہ ہے کہ شیعہ،اپنے اماموں کی پیروی میں صحابہ پیغمبرؐ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں،مقصد صرف یہ ہے کہ ان کا حق ادا ہو اور رضائے خدا حاصل ہوجائے۔

ارشاد باری تعالی ہے کہ((اور وہ لوگ جو ان کے(صاحبان ایمان کے)بعد آئے کہتے ہیں پالنے والے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے باایمان رہ چکے ہیں اور ان صاحبان ایمان کی طرف سے ہمارے دل میں کھوٹ نہ قرار دے،اے ہمارے پروردگار بےشک تو مہربان بھی ہے اور رحیم بھی ہے،(۲)ہمارے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کا کردار اس سلسلہ میں کافی ہے۔

میں نے آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں بھی عرض کیا تھا کہ دین صرف راہ خدا میں محبت اور خدا کے لئے بغض کا نام ہے دین اولیا خدا سے موالات اور دشمنان خدا سے دشمنی عداوت کا نام ہے اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں،جن میں سے بعض کا تذکرہ یہاں حسب حال کردیا گیا ہے۔

----

(۱)عیون الاخبار ج:۱ص:۱۲۹۔۱۳۴،اس باب میں کہ جو امام رضاؑ نے مامون کو اسلام و دین کی شریعت کے باب میں لکھا تھا

(۲)سورہ حشر آیت:۱۰

نتیجہ گفتگو

گذشتہ بیانات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر شیعوں کے قول کے مطابق امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت پر نص تھی اس نص کی تردید بہ کم لوگوں نے صرف ان لوگوں نے اس نص کو نہیں مانا یا تجاہل برتاجو تھے یا تو مہا.ر و انصار لےیکن امیرالمـومنین کـے خلاف قیام کے بانی تھے اسی طرح ان لوگوں کی پیروی کرنے والی جماعہ بھی نص سے غافل رہی جنے حدیث الاسلام لـوگ جـو کسـی طرح اسلام میں داخل ہوگئے تھے لیکن باقی مہا.رین و انصار جو دین میں اپنی ایک حیثیہ رکھتے تھے وہ نص کے مخالف نہـیں تھـے نہ۔ انھوں نے ص کی تردید کی(بلکہ واقعات گواہ ہیں کہ انھیں نص کا یقین تھا اور اس یقین کا وہ موقعہ پاتے ہی اظہار کرنے لگتے تھے)

یہ الـ بات ہے کہ انھوں نے مولائے کائنات کی نصرت میں کوتاہی کی اور شروع میں حق نصرت ادا نہیں کرسکے،لیکن ان میں بھـی کچھ وہ تھے جو مسلسل حق کی حمایت میں بولتے رہے اگر چہ ایے کم لوگ تھے،بہرحال جب انھیں اپنی غلطی کا احـ ـاس ہـوا تـو وہ مولائے کائنات کی ولایت میں واپس آئے،آپ کی حمایت کرتے رہے آپ کے ساتھ جنگوں میں شرکـ کی آپ کی کمر مضـبوط کی اور آپ کی نصرت میں کوئی کوتاہی نہیں کی خدا کی نظر میں ان کی کوششیں منظور ہیں،خدا نے ان کے گناہوں کو بخش دیا،پھر پورا ثـواب دیا،بےشک وہ توبہ قبول کرنے والا شکور غفور ہے۔

حابہ کا یہ شرف تھا کہ وہ نص کا یقین رکھتے تھے

آخر کلام میں ایک بہ ضروری بات کی طرف تو.ہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم نے نص کے لسلے میں جو بھی گفتگو کی ا سے پڑھ کے یہ غلط فہمی نہیں پیدا ہونی چاہئے کہ ہم نص کی تائید یا اس کی مدافعہ اس لئے کررہے ہیں کہ صحابہ کـے طـرز عمـل مـیں اقرار نص اور اس سے عدم تجاہل پایا جاتا ہے یا یہ کہ مولائے کائنات کی فضیلـ اور آپ کے مرتبہ کی بلنـری،جو کچـھ بھـی ہے وہ اس لئے ہے کہ صحابہ آپ

سے محب کرتے تھے اور صحابہ کی تائید آپ کو حاصل تھی اور صحابہ نے جنگوں میں آپ کا ساتھ دیا۔

بلکہ نص بذات خود اتنی واضح اور روشن تھی اور مولائے کائنات کی فضیل ،آپ کی بلندیاں فی نفسہ اتنی واضح اور روشن کہ یہ دونوں حقیقتیں کسی بھی تائید و اظہار سے بےنیاز تھیں،نص موجود تھی،صحابہ کی تائید سے اس کی حقیق میں کوئی اضافہ نہیں ہوا،مولائے کائنات افضل ہیں،حق و باطل کے فاروق اعظم ہیں اور حق کی علام ہیں،کسی کی تائید سے اس حقیق پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور کسی کی تردید سے اس حقیق پر کوئی ایسا اثر نہیں پڑے گا،نص کا وضوح اور مولیٰ کی افضلی تائیر اقرار سے بےنیاز ہے اس کی طرف خود امیرالمومنینؑ نے اپنے خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے،آپ فرماتے ہیں میرے پاس لوگوں کی کثرت سے نہ میری زت میں کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ لوگوں کے چھوڑ کر ہٹ جانے میں میری وحش میں کوئی اضافہ ہوگا۔[1]

بلکہ پیروی کرنے والوں،نص پر یقین کرنے والوں اور اس راہ میں لبیک کہتے ہوئے جہاد کرنےوالوں کے لیۓ شرف و فضیل کی علام ہیں،میں نے جو تائید نص اور تائید صحابہ کی باتیں کی ہیں اس سے مقصد یہ تھا کہ صحابہ کی فضیل ظاہر ہو نہ کہ علیؑ کی فضیل ظاہر کرنا مقصد تھا۔

میں اصل میں صحابہ کی مدافع کرنا چاہتا تھا اور ان پر جو الزام عائد کیا جاتا ہے کہ انھوں نے عہد کو توڑا،راستے کو بدلا،حق اور اہل حق کا راستہ چھوڑ دیا و غیرہ میں صحابہ کو ان الزامات سے بری کرنا چاہتا تھا،کوشش یہ نہیں تھی کہ صحابہ کی تائید کے ذریعہ نص کا وجود ثابت کیا جائے اور مولائے کائنات کی فضیل ثابت کی جائے بلکہ کوشش یہ تھی کہ صحابہ پر جو تجا ل بالنص کا الزام اور مولائے کائنات سے ھ موڑنے کا جو الزام عائد کیا جاتا ہے اس کی تردید کی جائے۔

اب تک جو گفتگو ہوتی رہی ہے وہ اسی تناظر میں ہوتی رہی ہے اور شیعان اہل بی کے صالح اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔

----

(۱) نہج البلاغہ ج:۳ص:۶۲،الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۵۱،الاغانی ج:۱۶ص:۲۹۰،

اس موقعہ پر چند واقعات اپنے بیان کی تائید میں پیش کر رہا ہوں:

عبدالرحمان بن حجاج کہتے ہیں:ہم ابان بن تغلب کی خدمت میں تھے کہ ایک نوجوان آیا اور اس نے پوچھا اے ابوسعید!(ابان کی کنیت)ہمیں بتایئے کہ علیؑ کے ساتھ پیغمبرؐ کے کتنے صحابی تھے؟ابان نے کہا:کیا تائید صحابہ سے تم فضیلت علیؑ کو تولنا چاہتے ہو؟اس نے کہا:ایسی ہی بات ہے،ابان نے کہا:خدا کی قسم ہم تو فضائل صحابہ کو اتباع علیؑ سے تولتے ہیں۔[1]

اس حدیث سے مشابہ ایک اور حدیث ہے،عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں:ایک دن میں اپنے باپ کے پاس بیٹھا تھا کہ کرخیوں کا ایک گروہ آیا اور ابوبکر،عمر اور عثمان کی خلافت کی بات چل نکلی اور لوگ بہت دیر تک اس موضوع پر باتیں کرتے رہے پس میرے باپ نے سر اٹھایا اور کہا:تم نے کتنی مرتبہ کہا علیؑ اور خلافت ،خلافت اور علیؑ،سنو!خلافت نے علیؑ کو زینت نہیں دی تھی بلکہ علیؑ نے خلافت کو زینت دی تھی۔[2]

آیہ:کنتم خیر امة،پر گفتگو

اب ایک بات رہ جاتی ہے(وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر بقول شیعہ نص موجود تھی تو اس دور کے مسلمانوں نے تائید کیوں نہیں کی؟جب کہ ان کی مدح خیر امت کی آیت اتری ہے اور اللہ انھیں خیرالامم کا خطاب دے رہا ہے)آیت یہ ہے کہ(تم سب سے بہترین امت جو لوگوں کے لئے منتخب کئے گئے ہو تمہاری خاصیت یہ ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو[1]شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خیر امت سے مراد صحابہ ہیں اور جب صحابہ خیر امت ہیں تو انہوں نے نص کی تائید کیوں نہی کی اور تجاہل کیوں برتا،یہ بات بعید از قیاس ہے اور سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال کیسے پیدا ہوا۔

---

(۱) معجم الرجال الحدیث،ص:۱۳۳،ابان بن تغلب کے حالات میں۔

(۲)(تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۴۴۶،علی بن ابی طالبؑ کی سوانح حیات میں،تاریخ بغداد ج:۱ص:۱۳۵،علی بن ابی طالبؑ کی سوانح حیات میں،المنتظم ج:۵ص:۶۲،۳۵ سنہ کے واقعات

اہل لغ کی صریحات تو دیکھیں!اہل لغ نے امہ کے مختلف معانی بیان کئے ہیں،لیکن ظاہر تر اور سب سے جامع معنی وہ ہیں جو مفردات راغب میں لکھے ہیں،راغب کہتے ہیں:امہ ہر اس جماعہ کو کہتے ہیں جو کسی کام کے لئے مجتمع ہوں،ایک دین پر جمع ہ-ونے واے بھی امہ ہیں،ایک زمانے میں جمع ہونے واے بھی امہ ہیں،ایک جگہ پر جمع ہونے واے بھی امہ ہیں[1]البتہ یہ-اں اس آی-ت میں امہ سے مراد عام امہ مسلمہ ہے،اس امہ کو نیر امہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ خاتم الامم ہے اس کے نبیؐ خاتم الانبی-اء ہ-یں اور تمام انبیا سے اشرف ہیں،اس کا دین خاتم الادیان اور تمام دینوں سے افضل ہے،اس کی شریع خاتم الشرائع اور تم-ام ش-ریعتوں سے اکمل ہے اور اس لئے بھی کہ اس امہ میں چاہے جتنا بھی اختلاف ہوجائے لیکن کفر باللہ اور شرک سے محفوظ رہے گی،یہودی،نبیؐ کی غیب میں مشرک ہوگئے تھے،انھوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کردی تھی انھوں نے یہ بھی کہا تھا:((اے موسیٰؑ!ہم-ارے لئے ان کے خدا جی ا ایک خدا قرار دیجئے موسیٰؑ نے کہا:تم جاہل لوگ ہو،یہ لوگ جس مذہب پر ہیں وہ یقیناً برباد ہوجائے گا اور جو عمل یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب کیا میٹ ہوجائے گا))[2]اور جس طرح عی ائی کافر ہوگئے،کہنے لگے((مسیح بن مریم ہی اللہ ہیں،[3]اور مش-رک بھی ہوگئے،کہنے لگے((اللہ تو بس تین میں کا تیسرا ہے،[4]لیکن اس امہ نے آج تک خود کو کفر و شرک سے بچائے رکھا،یہی و-ہ ہے کہ-ہ یہ امہ تمام امتوں سے افضل ہے۔[5]

حدیث میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک یہودی نے کہا کہ ابھی تم نے اپنے

----

(۱)سورہ آل عمران: آیت۱۱۰

(۲)مفردات ریب القرآن ص:۲۳،ام کے مادہ میں۔

(۳)سورہ ا راف آیت:۱۳۸۔۱۳۹

(۴)سورہ مائدہ آیت:۷۲

(۵)سورہ مائدہ آیت:۷۳

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دفن بھی نہیں کیا تھا کہ تمہارے درمیان نبیؐ کے بارے میں اختلاف ہوگیا آپ نے فرمایا: ہمارے درمیان نبیؐ کی ذات اختلاف کا موضوع نہیں تھی بلکہ نبیؐ کے معاملات میں اختلاف ہوا تھا، لیکن تم رو دریائے نیل سے نکلے اور ابھی تمہارے پیر خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ تم نے اپنے نبی سے کہا: ہمیں کافروں جیسا ایک خدا دیجئے اور تمہارے نبی نے کہا کہ تم جاہل لوگ ہو۔(۱)

جہاں تک صحابہ کا سوال ہے تو وہ امت کے عام افراد سے کوئی الگ نہیں ہیں ان میں بدکردار بھی ہیں، اچھے بھی ہیں، عہد خدا کی پائیداری کرنے والے بھی ہیں اور عہد خدا کو توڑنے والے بھی ہیں، اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں عرض کی جاچکی ہے، اسے دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

اور اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ اس آیت میں امت سے مراد عام امت مسلمہ نہیں ہے بلکہ صرف وہ لوگ ہیں جو زمانہ خطاب میں موجود تھے تب تو یہ آیت صرف صحابہ کے لئے مخصوص نہیں ہوگی بلکہ اس دور کے تمام مسلمانوں کے لئے ہوگی جو مسلمان نزول آیت کے وقت موجود تھے چاہے انھیں حقیقت ہے کہ وہ سارے مسلمان کے لئے ہوگی جو مسلمان نزول آیت کے وقت موجود تھے چاہے انھیں صحبت پیغمبر نصیب ہوئی یا نبیؐ سے دور رہنے کی وجہ سے شرف صحبت حاصل نہ ہوا ہو اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ سارے مسلمان، کمی اور کمزوریوں سے مامون و محفوظ نہیں تھے لہٰذا آیت کے مصداق صرف چند افراد ہی قرار پائیں گے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں امت سے مراد صرف صحابی ہیں، صحابی وہ جس نے نبیؐ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی تو مدعی یہ ہوگا کہ وہ سب کے سب خیر ہیں ان میں شر ذرا بھی نہیں ہے تو پھر دعوی دو طریقوں سے رد ہوجاتا ہے۔

ا۔ آیہ شریفہ یہ بالکل نہیں کہتی کہ جس کے اندر خیر ہے وہ شر سے خالی ہے فضیلت صاحب خیر کو اس لئے حاصل ہے کہ اس کے اندر خیر زیادہ ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے اندر شر بالکل بھی نہیں۔

---

(۱) نہج البلاغہ ج:۴ص:۷۵

۲۔اسی سوال کے جواب میں جو واقعات و احادیث بیان کی گئی ہیں ان سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت صحابہ کے مناسب حال ہو ہی نہیں سکتی،یہ ایسی بات ہے جس کا کوئی قائل نہیں ہے،یہاں تک کہ اہل سنت بھی تمام صحابہ کے خیر کے قائل نہیں ہیں وہ صحابہ کو شر سے پاک نہیں مانتے،نہ ان کی عصمت کے قائل ہیں،زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا تا ہے کہ اہل سنت تمام صحابہ کی عدالت کے قائل ہیں لیکن عدالت کے ساتھ شر تو جمع ہو تا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ کے اندر خیر نسبت کے لحاظ سے ہے یعنی صحابہ میں خیر کا تناسب دوسروں سے زیادہ ہے تو پھر امیرالمومنینؑ پر نص سے جو اعتراض کیا ہے یہ دعوی اس کے منافی ہے،اگر بقول شیعہ نص موجود ہوتی اس لئے کہ نص سے اعتراض نہ انھیں کافر بنانا ہے نہ مشرک اس لئے کہ انبیائے ماسبق کے اصحاب تو کفر و شرک کے مرتکب ہوچکے ہیں اور دوسرے انبیا کے اصحاب کی جو تعداد حق پر ثابت قدم رہی وہ ہمارے نبیؐ کے اصحاب کی تعداد سے بہت کم ہے نسبت کے اعتبار سے یہی بات صحابہ کے خیر پر ہونے کے لئے کافی ہے۔

بہرحال جو بھی ہو یہ آیہ کریمہ ہمارے موضوع سے کسی طرح میل نہیں کھاتی اور آپ کے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے بہرحال نافع نہیں ہے۔

اس لئے کہ آپ نے کہا:یہ بات بعید از قیاس ہے کہ نص کی موجودگی میں خیر امت صحابہ نے تجاہل کیا،میں نے عرض کیا کہ یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے اس لئے کہ نص کے اعتراض سے گذشتہ بیان کے مطابق ان کے خیر امت ہونے پر حرف نہیں آتا،ضرورت یہ ہے کہ نص پر غور کیا جائے اور اس کے تلاش کی کوشش کی جائے،اس کی سند اور دلالت کی تحقیق کی جائے،نص کے مخالفین اگر موجود ہیں تو ان کی پیروی نہ کی جائے اس لئے کہ اس معاملے میں بڑی عظیم ذمہ داری ہے اور غلطی کا امکان بہت زیادہ ہے،لہذا نص کی تلاش خلوص نیت کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے،اس سلسلے میں کٹھ حجتی تحکم اور فتنہ و فساد سے پرہیز کرتے ہوئے خدا سے توفیق و تسدید کی التجا کی جائے کیونکہ تمام

امور اسی کے ہاتھ میں ہیں ارشاد باری تعالی ہوتا ہے کہ:

خدا پر واجب ہے کہ وہ سیدھا راستہ دکھائے اور راستہ سے الگ ہٹ کر چلنے والا بھی انھیں میں سے ہے،اگر خدا چاہے تو تم سب کی ہدایت کردے))[1]

اور دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہوتا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انھیں اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں اور یقیناً اللہ ایک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔[2]خدا ہی سیدھے راستہ کا ہادی ہے،وہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین وکیل ہے۔

----

(۱)سورہ نحل آیت:۹

(۲)سورہ عنکبوت آیت:۶۹

سوال نمبر5

بُ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب سے اسلامی خلافٰ ہوئی ہے مسلمان انتشار و انتراق کا شکار ہیں اس لئے مسلمانوں کےو چاہئے بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس پر فتن دور میں محٖ انتشار و انتراق سے بچنے کے لئے یا دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہنے کے لئے کسی ایک شخص کی خلافٰ یا امامہ پر متحد ہوجائیں اور شیعہ و سنی متحد ہو کر اسے امام بنالیں،اس لئے کہ سنیوں کے پاس اس وقت کوئی خلیفہ نہیں ہے اور شیعوں کا بھی زمانہ غیبہ میں یہی حال ہے کہ ان کے پاس کوئی مرکزی قیادت نہیں ہے،آپ کی اس لسلہ میں کیا رائے ہے۔؟

جواب:بے شک دور حاضر میں مسلمانوں کی حالت افسوسناک،بلکہ دردناک ہے،لیکن مسلمان اگر اپنے لئے کوئی خلیفہ امہ کے انتظام اور اسلامی شریعہ کے مطابق امور کے نفاذ کے لئے بنانا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر دو باتوں پر سب سے پہلے غور کرنا پڑے گا۔

اول:پہلے تو یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ کون شخص ہے جس کو یہ عظیم منصب پر فائز کیا جائے کہ شریعہ کے معیار پر پورا اتر سکے یا یہ کہ شریعہ کا لحاظ نہ کر کے اس کو اختیار کیفی سے دیا جائے کہ جسے چاہے کرے،شریعہ کے میزان پر اس کو تولنے کی ضرورت نہیں ہے،اس کی دو صورت ہے۔

اولاً:اگر شریعت کو معیار نہ بنا کے کسی کو بھی اس منصب کے لئے منتخب کیا جاتا ہے تو اس سے نہ واجب ادا ہوگا نہ ہی انسان خدا کے سامنے جواب دہی سے بچ سکے گا،بلکہ جسکو ذمہ دار بنایا جائے گا وہ مسلمانوں کس طرف سے غیر شرعی طور پر مسلمانوں کے خون،مال، عزت اور مصالح کا ذمہ دار ہوجائے گا وہ مسلمان ان نتائج کے جھیلنے پر مجبور ہوں گے جو اس کے غیر شرعی اقدامات سے حاصل ہوں گے۔

ثانیاً:جس کو بھی بغیر معیار شریعت کے خلیفہ بنایا جائے گا،ظاہر ہے کہ اس کو مسلمانوں کی عقیدت تو حاصل نہیں ہوگی نہ ہی وہ شرعی طور پر مقدس سمجھا جائے گا،مسلمان اس کے حکم کو ماننا اپنی مذہبی ذمہ داری نہیں سمجھے گا،جب کہ تنصیب خلافت کی بنیاد ہی یہی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان مذہبیت کا احساس پیدا کیا جاسکے۔

اس کے علاوہ فقہی اختلافات بھی ایک بڑا مسئلہ ہے،مسلمانوں کے مختلف فرقے ہیں ہر ایک کی فقہ الگ الگ ہے،اگر منصوب خلافت کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ فقہ میں کوئی ایسا نظریہ دے سکے جس پر تمام اسلامی فرقہ متحد ہو کے عمل کریں اور اس عمل کے بعد خود کو بری الذمہ سمجھیں تو اس سے بہتر کیا ہوگا؟ورنہ پھر ہر ایک کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے اجتھاد پر عمل کرے اور خود کو بری الذمہ محسوس کرے تا خدا کے سامنے مسؤلیت سے محفوظ رہے۔

ایسا ممکن ہے یا نہیں؟ایسا کرنے سے مقصد پورا ہوسکے گا یا نہیں؟یہ وہ سوالات ہیں جن کا وجاب کافی بحث و تحقیق کے بعد حاصل ہوگا،بلکہ ضروری یہ ہے کہ امت کے خاص لوگ اس بحث کو موضوع بنا کہ بہت سنجیدگی کے ساتھ فقہی بحث کریں تاکہ امت مسلمہ ایک بہت بڑے خطرہ سے محفوظ رہ جائے اور اختلاف کو دور کر کے ایک پلیٹ فارم پر آجائے۔

اس مشروع نظریہ کو عمل میں لانے کے لئے دور حاضر کے ماحول کا سازگار ہونا ضروری ہے

الثانی: آج مسلمان جس پُر محن دور سے گذر رہے ہیں وہ آپ کے سامنے ہے،ساری دنیا مسلمانوں کو مٹانے پر تلی ہوئی ہے،طرح طرح کے مسائل نے اس امت کو گھیر رکھا ہے اور یہ دور مسلمانوں کے

خلاف صف بندی کرچکا ہے ایے خطرناک دور میں کسی بھی ایے اقدام سے بچنا بےحد ضروری ہے جس کی و ہ سے مسلمانوں کے اختلاف میں اضافہ ہو،اس لئے خلیفہ منتخب کرنے سے پہلے بہ ور و خوض کر لیجئے کہ آپ کا یہ قدم و کے پہلے تو نہیں اٹھ رہا ہے؟اور کہیں اس سے مسلمان مزید م ائل سے تو نہیں دوچار ہوجائے گا؟اگر ای ا ہے تو بہ پرہیز کریں اور بھرپور گریز کریں،جذبات میں آ کے کوئی ای ا قدم نہ اٹھائیں جس کے نتیجہ میں امہ مرحومہ کو مزید مصیبہ میں گرفتار ہونا پڑے۔

اس شروع نظریہ کو نافذ نہ کرنے کی صورت میں دور حاضر میں سلمانوں کی ذمہ داری

یہ بات اپنی جگہ حقیقہ ہے کہ آپ کے تجویز کردہ اصول کو عالم اسلام میں اجتماعی طور پر عمل میں نہیں لایا جا تا لیکن کم از کم مندر ہ ذیل باتوں کی طرف تو ہ دی جا کتی ہے اور ان پر عمل کر کے ہر صاحب ذوق اپنے واجب سے ادا ہو تا ہے اور اپنے فریضہ کو پورا کر تا ہے۔

ا۔آپ کے تجویز کردہ اصول کے نافذ نہیں ہونے کی سب سے بڑی و ہ یہ ہے کہ مسلمان آپس میں اختلاف کے شکار ہیں اور ایک مرکز پر مرتکز نہیں ہیں،اختلاف یا تو مذہبی ہے یا سیاسی،اس سیاسی اختلاف کی و ہ بھی وہ حکومتیں ہیں جن پر اسلام کا لیبل و نہار اور مسلمانوں کے ذھن و دماغ پر ہر دور میں اپنی چھاپ چھوڑتی رہی ہیں،اسلام دشمن عناصر کی حوصلہ افزائی اسی و ہ سے ہوئی اور اسلام دشمن عناصر کے حوصلہ بھی سی اختلاف کی و ہ سے بڑھے ہیں،اسی اختلافات کی بنیاد پردہ مسلمانوں کو کمزور کرتے ہیں،ان کے اندر انتشار پیدا کرتے ہے اور ان کی جماعہ کو منتشر کرتے ہیں،اختلاف کی یہ زمین دشمنوں کے فتنوں کے بیج کو خواب اپچ دیتی ہے اور دشمن مسلمانوں کے درمیان بغ و عداوت کی بہ اچھی فصل کاشہ کرلیتا ہے کمزور،بیمار ذھن شبھوں کے گرفتار دماغ اور سادہ لوح وام کو بہکا کے دشمن اسلام اور مسلمانوں کو خوب نقصان پہنچاتا ہے۔

مذہبی اختلاف کی خلیج کو کم کرنا بہت ضروری ہے

اگر مسلمان اپنی جگہ یہ طے کرلیں کہ ہم اس سیاسی اختلاف کو ہوا نہیں دیں گے اسے اپنی انا کا سوال نہیں بنائیں گے اور اس سیاسی اختلاف کی وجہ سے ہم آپس میں نہیں لڑیں گے تو بےشک مسلمانوں کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوجائے گی کہ وہ اپنے مذہبی اختلاف کی خلیجوں کو اگر پاٹ نہیں سکیں گے تو دوریوں کو کم ضرور کر سکیں گے،اس موضوع پر آپ کے سابقہ سوالوں کے نویں سوال کے جواب میں کافی گفتگو ہوچکی ہے برائے کرم اسے پھر ایک بار دیکھ لیں۔

اگر مذہبی اختلاف میں کمی ہوئی اور مسلمان کھلے دل سے ایک مرکز پر جمع ہوسکے تو ان کی عظیم کامیابی ہوگی اگر تمام مسلمان آپ کی پیش کردہ تجویز کے تحت ایک شخص پر متحد نہ بھی ہوسکے اور شریعت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کوئی حکومت قائم نہ بھی ہو کی جب مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

بلکہ اگر تمام عالم اسلام ایک سطح پر نہ آئے اور یہ جذبہ اگر انفرادی طور پر پیدا ہو تو اس کی قدر کرنی چاہئے اور اسے معمولی نہیں سمجھنا چاہئے اگر ایک فرد کے اندر بھی یہ جذبہ پیدا ہوجائے کہ وہ مسلمانوں کے اختلافات کو مانے کی کوشش کر کے اور عالم اسلام کو ایک پائیدار اتحاد دینے کی خواہش رکھتا ہے تو ایسے شخص کی ہر غیور مسلمان کو قدر کرنی چاہئے کہ وہ ایسے آدمی کو اہمیت دے اور اس کی بھلائی کے بارے میں غور کرے اس لئے کہ وہ پوری امت کی بھلائی کے بارے میں سوچ رہا ہے کیونکہ جس کا حصول مشکل ہے اس کی وجہ سے مشکل الحصول کو ساقط نہیں کیا جاتا اور آدمی اپنے ہاتھ میں آئی ہوئی چڑیا کو درخت پر بیٹھی ہوئی چڑیا کی امید میں نہیں چھوڑتا یہ عقلمندی نہیں ہے۔

یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اختلاف اور سیاسی انحطاط کا سبب کیا ہے؟

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کا یہ سیاسی انحطاط اور یہ قابل افسوس حالت اس وقت سے نہیں ہے کہ ماضی قریب میں ترکی حکومت یعنی اموی خلافت کا سقوط ہوگیا بلکہ قرن اولی سے ہی مسلمان اس بیماری کا شکار ہیں،البتہ وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی پستی اور انحطاط میں اضافہ ہی ہوا ہے اور آج مسلمان تنزل کی اس منزل میں پہنچ گیا ہے جسے دیکھ کے دوسرے بھی افسوس کررہے ہیں،یہ منزل،یہ انحطاط،یہ بدحالی صرف اس وجہ سے آئی کہ مسلمان اسلام کے ان اصول سے منحرف ہوگئے جن پر اللہ انھیں چلانا چاہتا تھا،در اصل مسمانوں نے مفہوم خلافت کو سمجھا ہی نہیں خلافت کا نظام اپنے ہاتھ میں لیکے ہر ایرے غیرے کو خلیفہ تسلیم کرتے رہے اور زمانے کے انقلاب نے اس مقدس دین خلافت کو عثمانیوں کے ہاتھ میں پہنچادیا اور پھر ذلت کی انتہا یہ ہوئی کہ خلافت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور مسلمانوں کی حالت مزید افسوسناک ہوگئی،وجہ صرف یہ تھی کہ مسلمانوں نے حکم اسلام کو ماننے سے انکار کیا اور خلافت کو لغو قرار دیا پھر اسلامی ملکوں کی تو تقسیم ہونے لگی وہ ممالک جو عثمانی خلافت کے ماتحت تھے مختلف ملکوں میں تقسیم ہوئے،ان پر مختلف افراد کی حکومت قائم ہوئی اور باقی ملکوں میں علاقائی،رسمی یا عملی حکومتیں قائم ہوئیں،نتیجہ میں اسلام سیاسی،ثقافتی اور فنی اعتبار سے تنزل پزیر ہوگیا۔

یہ سب کچھ تو ہوا گر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک غیور اور خوددار مسلمان کی ذمہ داری کیا ہے؟اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نفس سے سوال کرے یہ دین خدا کا دین ہے یا نہیں؟کیا یہ وہی دین نہیں ہے جس کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ہے کہ یہ دین خاتم الادیان ہے؟کیا اللہ نے یہ بتایا نہیں ہے یہ دین اس وقت تک باقی رہے گا جب تک زمین اور زمین پر رہنے والے باقی رہیں گے؟کیا اللہ نے یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ یہ دین زمین پر حکومت کرے گا اور اسی کے مطابق عمل کرنے سے انسان اس دنیا کے خیرات و ثمرات سے بہرہ اندوز ہوسکے گا؟اور وہ اللہ جو عالم الغیب ہے کیا اسے نہیں معلوم

تھا کہ اسلام کہاں پہنچے گا؟مسلمان پستی اور تنزلی کی کون سی کھائیوں کی سیر کریں گے اور ان کی یہ حالت ہوجائے گی؟ان تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ خدا سب کچھ جانتا تھا کہ مسلمان کی کیا حالت ہونےوالی ہے اور تنزلی اور پستیوں کی کن وادیوں کی سیر کریں گے اللہ یہ جانتا تھا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے دین کو ان مشکلات کے حل کرنے کا طریقہ کیوں نہیں بتایا؟یہ دین کمل ہے،یہ دین اپنے اندر تمام نعمتوں کو رکھتا ہے،یہ دین قیامت تک کے انسانوں کے لئے کافی ہے،یہ دین تمام عالم انسانیت کے لئے واجب العمل ہے،نہ اس کے پاس کوئی نظام حکومت نہیں ہے ایسا نظام حکومت جو تمام انسانوں کے لئے قابل تسلیم اور قابل عمل ہو،اپنے نفس سے پوچھو کیا ایسا ممکن ہے؟کیا یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ خدا نے اپنے اس مضبوط قانون میں مسلمانوں کی اس پستی کا کوئی حل رکھا ہو؟کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ نے عزت اسلام کی حفاظت کے لئے اسلامی حکومت کو دنیا میں باقی رکھنے کے لئے اسلام کے علم کو سربلند رکھنے کے لئے،اسلامی نعمتوں سے عالم اسلام کو بہرہ اندوز ہونے کے لئے اور اسلام کی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے کے لئے اپنے دین میں کوئی راستہ معین نہیں کیا اور نہ کوئی طریقہ بتایا،کیا ایک انصاف پسند اور عزت دار صاحب ایمان اس بات کو پسند کرے گا کہ(خدا اپنے دین سے اتنا لاپرواہ ہوجائے اور اپنے دین کی باگ ڈور چوروں،رہزنوں،قزاقوں اور غیرذمہ دار کے ہاتھ میں دیکے)عالم انسانیت کو دائرہ اسلام میں آنے کے بعد قیامت تک ذلیل و خوار ہونے کے چھوڑ دے۔

پھر ایک بہت اہم سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کی یہ پستی،یہ ذلت،یہ خواری صرف اس انحراف کا نتیجہ ہے جو نبیؐ کے بعد روز اول مسلمانوں سے سرزد ہوا تھا اور مسلمان اسلامی خطوط پر چلنے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے خلیفہ بنانے بیٹھ گئے اور بنا بھی لیا،مسلمانوں کی یہ پستی،یہ ذلت اور یہ بدحالی بہت بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ مسلمان روز اول ہی صراط مستقیم سے بھٹک گئے تھے اور جب صراط مستقیم سے بھٹک گئے تو اس کے نتیجہ میں ذلت و خواری کے شکار ہوگئے،یہ نتیجہ ہے فیصلہ اپنے ہاتھ میں لینے کا۔

یہ سب کچھ ہونے کے بعد بھی کیا مسلمانوں کے لئے آج یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں،روز اول جو انحراف ان سے سرزد ہوا تھا اس راستے کو چھوڑ دیں اور اس دینی حقیقت کو تلاش کریں جس کی وجہ سے اللہ نے اپنے دین کو کامل اور نعمتونو تمام کر کے مسلمانوں کو عظمت بخشی تھی۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ان مسائل کا جواب تلاش کرے جذبات سے آزاد ہو کے،عصبیت سے پاک ہو کے اور سابقہ منازعات یا مسلّمات سے نظر پھیر کے ان سوالوں کا جواب تلاش کرے،دنیا نے مسلمانوں کو بہت ذلیل کیا۔اب اس کو اپنے پرانے نظریات چھوڑ کے لکیر کا فقیر ہونا چھوڑ کے ان سوالوں کا جواب تلاش کرنا چاہئے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:اے حبیب آپ ان سے کہہ دیں کہ خدا کی حجت تو منزل کمال تک پہنچانے والی ہے اگر خدا چاہے تو تم سب کی ہدایت کردے:[۱]

اے حبیب! آپ انھیں یاد دلاتے رہیں،بیشک آپ تو صرف یاد دلانے والے ہیں اور آپ ان کے نگران(چوکیدار)تو ہیں نہیں۔[۲]

ہم تو صرف اللہ سے ہی توفیق مانگتے ہیں اور اسی سے امید لگاتے ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین وکیل ہے چوتھے سوال کے جواب میں بھی کچھ باتیں عرض کی جاچکی ہیں جو یہاں بھی فائدہ بخش ثابت ہوں گی،ان کی طرف رجوع کرلیں تو بہتر ہے۔

----

(۱)سورہ انعام آیت:۱۴۹

(۲)سورہ غاشیہ آیت:۲۱۔۲۲

سوال نمبر۔٦

روایتوں میں ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے شدت مرض کی حالت میں ابوبکر کو نماز کی امامت کا حکم دیا تھا کیا اس بات کی طرف اشارہ نہیں ہے کہ سرکار دو عالمؐ اپنے بعد ابوبکر کی خلافت پسند کرتے تھے،آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟

جواب:اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

امر اول:پہلی بات تو یہ ہے کہ جس روایت میں مدعی تنہا ہو اور فریق مخالف کے پاس بھی جو روایت نہیں پائی جاتی ہو اس روایت کو حجت بنا کے بحث کرنا احتجاج عقیم ہے جس سے نہ حق ثابت ہوتا نہ باطل کو دفع کیا جا تا ہے،صاحبان عقل کے نزدیک ایسا احتجاج منطقی نہیں ہے،اسی وجہ سے فریق مخالف کے خلاف نہ وہ حجت بن تا ہے،نہ فریق مخالف اسے ماننا لازم سمجھتا ہے۔

اگر شیعہ بھی اسی طرح صرف اپنے روایت کردہ واقعات سے احتجاج کرنا شروع کردیں تو پھر آسانی آجائےگی،اس لئے کہ ان کے پاس ان کے موقف کی حمایت میں آپ سے زیادہ روایتیں پائی جاتی ہیں اگر چہ حد تواتر تک نہیں پہونچی ہیں لیکن مقام آحاد میں ان کے پاس بہت سی روایتیں ہیں،اگر وہ ان روایتوں سے احتجاج کرنے لگے تو ان کے پاس ایسی روایتوں کی کمی نہیں ہے۔

اس طرح کا احتجاج ممکن ہے کہ اہل سنت کی نظر میں صحیح ہو لیکن اللہ کی نظر میں صحیح نہیں ہے اس سوال کے جواب کے آخر میں مزید وضاحت ہوجائے گی انشااللہ تعالی۔

ایک بات کا یقین رکھئے کہ جہاں ایک نزاع و اختلاف ہوتا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں پھوٹ پڑنے کا امکان ہو،تو وہاں اللہ حق کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ شک و شبہ کا لباس اتر جاتا ہے اور حق اس طرح روشن ہوتا ہے کہ اس کو نہ ماننے کا کوئی بہانہ ہاتھ نہیں آتا،مکابرہ،ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کی بات دوسری ہے،جس کا ارتکاب یا تو حد سے آگے بڑھنے والا کرتا ہے یا غفلت میں پیچھے رہ جانےوالا۔گذشتہ بیان کا لازمی نتیجہ یہی نکلا کہ جب دو فریق حق کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں تو ان میں سے کوئی ایک ضرور غلط ہوتا ہے اور اس کے ناحق ہونے کا احتمال بہرحال پایا جاتا ہے اب حق سے یہ انحراف یا دشمنی کی وجہ سے ہے یا ہٹ دھرمی کی وجہ سے،اس لئے ان دونوں میں سے کوئی ایک ہٹ دھرمی یا عناد کی وجہ سے جھوٹ ضرور بول رہا ہے،اب ایک آدمی اگر اپنے نظریہ کی تائید میں کوئی روایت کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ دوسرے فریق کے لئے قابل اعتبار ہوگا،چاہے اس کے مذہب کے ماننے والے اس کے بارے میں کتنا ہی حُسن ظن رکھتے ہوں اور اسے کتنا ہی قابل اعتبار سمجھتے ہوں۔

البتہ جب حق روشن دلیلوں اور قطعی حجتوں کے ذریعہ ثابت ہوکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے اور حق،باطل سے الگ ہوجاتا ہے اس طرح کہ اس کے اندر کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے تو صاحبان حق بھی باطل پرستوں سے ممیّز ہوجاتے ہیں،صاحبان بصیرت اندھوں سے الگ ہوجاتے ہیں تو پھر نگاہ اعتبار کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے اور حسن ظن اس سے متعلق ہوجاتا ہے جسے اللہ نے حق کو ثابت کرنے کے لئے توفیق عنایت فرمائی ہے جس کی وجہ سے وہ راہ حق کا مالک ہوا اور اسے مزید روشن کیا،حق سے تمسک کیا اور اسے لازم سمجھا،ظاہر ہے کہ وہ آدمی اس کے مقابلہ میں تو صاحب عزت سمجھا جائے گا ہی جس نے حق کا انکار کیا اور خدا نے اسے ذلیل کر کے اس کے دل کو باطل کے سانچے میں ڈھال دیا جس کی وجہ سے وہ حق سے بے بہرہ رہا اور الگ ہوگیا،اب وہ اپنے پیچھے چلنے والے افراد کی نظر میں چاہے کتنا ہی بلند مرتبہ ہو اہل حق کی نظر میں تو ذلیل ہی رہے گا،یہاں امیرالمومنین علیہ السلام کا قول قابل غور ہے،کہ آپ نے فرمایا:((حق کو پہچانو!اہل حق کو پہچان لوگے))[1]سابقہ سوالوں میں چوتھے سوال کے جواب میں امیرالمومنین علیہ السلام کا یہ قول عرض کیا جاچکا ہے۔

---

(۱)تفسیر قرطبی ج:۱ص:۳۴۰،فیض القدیر ج:۱ص:۲۱۰،ج:۴ص:۱۷،البیان و التبیین ج:۱ص:۴۹۱،تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۲۱۰،خلافت امیرالمومنینؑ کے بیان میں،انساب الاشراف ج:۳ص:۳۵،جمل کے واقعہ کے بیان میں۔

ابوبکر کی نماز کے بارے میں شیعوں کی روا۔

جہاں تک شیعوں کا خیال ہے تو وہ اس روایت سے انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے ابوبکر کو ہرگز حکم نہیں دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں بلکہ شیعوں کا خیال ہے اور ان کی روایت کے مطابق یہ رکہ عائشہ کی تھی،عائشہ نے ابوبکر کو سرکار دو عالمؐ کی حالت بتاتے ہوئے پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں تا کہ ان کا مرتبہ بڑھے،ان کی خلا ٘ کے لئے زمین ہموار ہوا اور خلا ٘ کو علیؑ سے آسانی سے غ ب کیا جاسکے اور تمام اہل بی ؑ کو عمومی طور پر محروم کیا جاسکے.

آ ز و ت میں حضورؐ نے حفصہ کو ڈانا تھا یہ بات سب کو معلوم ہے حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم سب کے سب یوسف والیاں ہو،حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و لم کا یہ جملہ بھی حفصہ کی کمزوری کی نشان دہی کرتا تھا،اصل میں دونوں خواتین سرکار دو عالمؐ کے و ت آ ز میں اپنے اپنے باپ کو آگے بڑھانے کے چکر میں تھیں اور حضورؐ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ گئے تھے۔

حضور اکرمؐ یوں بھی ابوبکر و عمر سے خاص طور سے رنجیدہ خاطر تھے اس لئے آپ نے ان دونوں کو اسامہ کے لشکر میں شامل کیا تھا اور انھیں اس و ت اسامہ کے ساتھ سفر میں ہونا چاہئے تھا،حضورؐ نے تاکید فرمائی تھی کہ اسامہ کا لشکر جلد از جلد مدینہ چھوڑ دے،جی ا کہ سابقہ سوال کے دوسرے سوال کے جواب میں رض کیا جاچکا ہے۔

جب حضور اکرمؐ نے دیکھا کہ عائشہ کے حکم پر فوراً عمل ہوا اور ابوبکر نمازیوں کے امام بن گئے تو آپ اسی شدت مرض میں بےچین ہوکے باہر آئے تا کہ ابوبکر کو امام سے روک دیں(مقصد تھا شبہ کو دور کرنا اور دشمنوں کا منہ بند کرنا) آپ اس حال میں نلے کہ ایک ہاتھ علیؑ کے کاندھے پر اور ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کاندھے پر تھا اور کسی طرح مسجد میں پہنچ گئے،ابوبکر کو محراب سے ہٹایا اور خود آپ نے بیٹھ کے لوگوں کو نماز پڑھائی،((پرا کاری کند عاقل کہ باز آید پشیمانی)) لیکن افسوس کہ سرکار دو عالمؐ کا عمل شبہ کو دفع نہیں کرسکا و ہ یہ ہے کہ حکوم پر انھیں لوگوں نے

قبضہ جمالیا اور پھر اپنے اس اقدام کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلیلیں تلاش کرنے لگے۔

ظاہر ہے کہ وہی لوگ اسلام کی تقدیر کے مالک بن بیٹھے تھے،اب مذکورہ حادثہ کو جس طرح چاہا تو ڑمروڑ کے اپنے موقف کے مطابق کہا اور اسی کو اپنی حکومت پر نص کے طور پر استعمال کیا،ایسا کرنے سے انھیں کون روک سکتا تھا؟بہرحال یہی وہ اسباب تھے،جس کی وجہ سے سرکار دو عالمؐ کا یہ عمل شبہ کو دفع نہیں کرسکا اور مخالفین کو بات کرنے کی گنجائش مل گئی،صحابہ کو پختہ یقین تھا کہ امیرالمومنین ہی وصی پیغمبر ہیں۔

حادثہ صلوٰۃ کے سلسلے میں امیرالمومنینؑ کا عقیدہ سنیوں کی نظر میں

ابن ابی الحدید معتزلی نے عائشہ کے بارے میں امیرالمومنین کا یہ قول نقل کیا ہے((لیکن فلانی تو اس کو نسوانی نقطہ نظر نے گرفتار کرلیا[1]اور وہ اس حسد کا شکار ہوگئی جو اس کے دل میں پانی کی کھولتی ہوئی پتیلی کی طرح جوش مار رہا تھا))اس کے بعد ابن ابی الحدید نے اپنے شیخ ابویعقوب یوسف بن اسماعیل لمعانی کی ایک طویل گفتگو نقل کی ہے،جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ دو پارٹیاں تھیں،ایک طرف عائشہ اور ابوبکر تھے اور دوسرے طرف پارٹی میں جناب فاطمہؑ اور حضرت علیؑ تھ اور ان دونوں پارٹیوں کے درمیان بغض و حسد اور عداوت و کینہ پروری کے کچھ اسباب تھے،ان دونوں پارٹیوں میں اختلاف کی وجہ ان کے مذہب کے مطابق یہ تھی کہ چونکہ سرکار دو عالمؐ کے محبوب اور قریبی یہ چاروں تھے اور خدا کے نزدیک بھی بلند مرتبہ اور مقرب بارگاہ تھے اس لئے اگر ان کے دل میں نام و نمود کی خواہش اور جاہ و منصب کی طلب تھی تو تعجب نہیں ہونا چاہئے،یہ حضرات جاہ و منصب کی طلب میں ایک دوسرے و نیچا دکھانے کے لئے تہمتیں لگاتے تھے،ایک دوسرے کے خلاف بدگمان تھے اور دونوں پارٹیوں کے دل میں اپنے مخالف کے لئے بغض و حسد کے جذبات کا پایا جانا فطری بات تھی۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۱۸۹

بہرحال یہ سب باتیں تو سوال دوم کے جواب میں بھی رض کی جاچکی ہیں فی الحال میں عبارت کے ان حصول کو پیش کررہا ہوں جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے،ہمارا موضوع ابوبکر کی نماز ہے۔

ابن ابی الحدید اپنے استاد کی بات کا ذکر کررہے ہیں کہ انھوں نے دونوں پارٹیوں میں بغض اور حسد کا بیان کرنے کے بعد(حالانکہ یہ سب بھی ان کے استاد کے نظریہ اور مسلمات کی اپج ہے)(وہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ اسباب کی بنا پر فاطمہؑ و علیؑ اور عائشہ و ابوبکر کی پارٹیاں الگ الگ تھیں اور دونوں میں بغض اور عناد حیات نبیؐ میں بھی پایا جاتا تھا اور یہ اختلاف اپنی جگہ پر برقرار رہا،یہاں تک کہ نبیؐ کو وہ مرض ہوا جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی،مرض نے طول پکڑا،علیؑ کو اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ نبیؐ کے بعد لوگ میری ہی بیعت کریں گے اور کوئی آدمی کم از کم خلافت کے معاملہ میں مجھ سے نہیں لڑئے گا،علیؑ کو اس حد تک یقین تھا کہ جب ان کے چچا نے وفات پیغمبرؐ کے بعد علیؑ سے کہا تم ہاتھ کھولو میں تمھاری بیعت کرتا ہوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ عم پیغمبرؐ نے ابن عم پیغمبرؐ کی بیعت کرلی پھر دو آدمی بھی آپ کے خلاف نہیں جائیں گے تو علیؑ نے کہا:چچا کیا میرے علاوہ بھی کسی کے دل میں خلافت کی خواہش پیدا ہو سکتی ہے؟عباس ابن مطلب نے کہا:یہ تو بعد میں معلوم ہوگا مولائے کائناتؑ نے فرمایا:چچا!میں نہیں چاہتا کہ بیعت جیسا اہم کام پردے میں ہو،میں چاہتا ہوں کہ یہ کام بالاعلان ہو!یہ سن کر عمّ پیغمبرؐ خاموش ہوگئے۔

جب حضور اکرمﷺکے اوپر مرض کی شدت ہوئی تو آپ نے اسامہ کا لشکر بھیجا اور اس لشکر میں ابوبکر و عمر کو شامل کردیا،ان کے علاوہ بڑے بڑے مہاجرین و انصار بھی شامل تھے،اس وقت سے علیؑ کو پختہ یقین ہوگیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کچھ ہوگیا تو انھیں خلافت بہرحال حاصل ہوگی،اس لئے کہ مدینہ مخالفین سے خالی ہوچکا تھا علیؑ یہ سمجھ گئے کہ زمین بالکل ہموار ہے،ان کی بیعت کا کام پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا اور اگر مخالفین جیش اسامہ سے اپس آکر مخالفت بھی کریں گے تو فسخ بیعت نہیں کر کیں گے۔

پھر اچانک پانسہ پلٹا،عائشہ نے اپنا آدمی بھیج کے ابوبکر کو جیش اسامہ سے واپس بلالیا،عائشہ نے

پیغام بھیجا کہ حضورؐ کی موت کا وقت قریب ہے،اسی وقت ابوبکر کے نماز پڑھانے کا واقعہ بھی ہوا،علیؑ فرماتے ہیں،عائشہ نے اپنے باپ کے غلام بلال سے کہا کہ جا کے ابا سے کہہ دو نماز پڑھادیں،حالانکہ پیغمبرؐ نے یہ نہیں کہا تھا(جیسا کہ روایت کی جاتی ہے)بلکہ یہ فرمایا تھا کہ حاضرین میں سے کوئی نماز پڑھادے،کسی معین شخص کے بارے میں نہین فرمایا تھا،صبح کی نماز کا وقت تھا کہ حضورؐ خود باہر نکلے،آپ کا آخری وقت تھا،ایک ہاتھ علیؑ کے کاندھے پر تھا،دوسرا ہاتھ فضل بن عباس کے کاندھے پر،یہاں تک کہ آپ محراب میں داخل ہوئے،جیسا کہ خبروں میں ہے پھر آپ نماز پڑھ کے اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور سورج جب بلند ہوا تو آپ نے جان،جان آفرین کے سپرد کی،لوگوں نے ابوبکر کی نماز میں امامت کو ان کی خلافت کے لئے دلیل قرار دیا اور کہنے لگے کہ تم میں سے کس کا نفس اتنا پاک ہے کہ جسے نبیؐ خود نماز میں دو قدم آگے بڑھادیں،ان کا یہ کہنا ہے کہ نبیؐ،ابوبکر کو امامت سے ہٹانے کے لئے نہیں نکلے تھے بلکہ نبیؐ نماز کی پابندی دکھانا چاہتے تھے کہ جتنا ممکن ہو انسان خود کو نبیؐ ہی کی طرح پابند رکھے۔بہرحال اس بنیاد پر ابوبکر کی بیعت ہوگئی،حالانکہ مولائے کائناتؑ کا کہنا ہے کہ یہ سازش عائشہ کی تھی،علیؑ اس بات کا ذکر اپنے اصحاب سے اکثر کیا کرتے تھے،علیؑ کا کہنا تھا کہ حضورؐ نے اپنی عورتوں کو صواحب یوسف سے مشابہ اس لئے بنایا تھا کہ آپ ان کی اس سازش کی نشان دہی کرنا چاہتے تھے اور آپ ابوبکر کی امامت سے غضبناک تھے،اس لئے کہ عائشہ اور حفصہ دونوں نے اپنے اپنے باپ کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رکھی تھی اور علیؑ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خلافت ابوبکر سے انکار جو محسوس کیا اس کی وجہ تھی آپ کا اپنے حجرے سے نکلنا اور محراب سے ابوبکر کو ہٹانا،بہرحال اس کا کوئی اثر نہیں ہوا خلافت علیؑ کو نہیں ملی،اس کی وجہ عائشہ کی سازش کامیاب ہوئی،علیؑ کی خلافت سے محرومی،علیؑ کے لئے سب سے عظیم مصیبت بلکہ حادثہ فاجعہ کا درجہ رکھتی تھی اور اس مصیبت کا سبب علیؑ کی نظر میں سوائے عائشہ کے کوئی نہیں تھا،اس واقعہ کا لگاؤ صرف عائشہ سے تھا اس لئے علیؑ اپنی تنہائیوں میں اور اپنے خاص لوگوں کے درمیان عائشہ پر بدعا کرتے رہتے تھے اور اللہ سے عائشہ کے اس ظلم کی شکایت کرتے رہتے تھے۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں میں نے اپنے استاد سے عرض کیا کہ کیا آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ابوبکر کو عائشہ نے نماز کے لئے معین کیا تھا؟پیغمبرؐ نے نہیں؟انھوں نے کہا:میں تو نہیں کتا لیکن علیؑ کہتے ہیں اور میری تکلیف ان کی تکلیف سے الگ ہے،علیؑ وہاں موجود تھے،وہاں موجود نہیں تھا،میرے پاس تو دلیل کے طور پر صرف وہ خبریں ہیں جو مجھ تک پہنچی ہیں اور ان خبروں میں یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے ابوبکر کو امامت کے لئے معین کیا تھا لیکن علیؑ کا نظریہ خبروں کی بنیاد پر نہیں اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر ہے یا اس بنیاد پر کہ حالات کا جائزہ لینے علیؑ کو ظن غالب حاصل ہوا تھا،تو یہ میرے استاد شیخ ابویعقوب کے کلام کا خلاصہ،یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ وہ شیعہ ہرگز نہیں تھے بلکہ بہت بڑے معتزلی تھے،البتہ نظریہ تفصیل میں وہ بغدادی تھے۔(۱)

میں نے ابن ابی الحدید کا یہ لمبا چوڑا بیان یہاں نقل کردینا اس لئے ضروری سمجھاتا کہ آپ پر یہ واضح ہوجائے کہ((خود حضورؐ نے ابوبکر کی امامت کے لئے تقدیم کی تھی))یہ روایت متفق علیہ بہرحال نہیں ہے،شیعوں کو تو چھوڑ دیجئے خود اہل سنت کے علما اس بات کے قائل ہیں کہ اس نظریہ سے امیرالمومنینؑ کو انکار تھا اور آپ عائشہ کی اس سازش سے بہت ناراض تھے،اہل سنت کے علما یہ کہتے ہیں کہ مولائے کائناتؑ کے خیال کے مطابق عائشہ نے سرکار دو عالمؐ کی بیماری اور کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور ابوبکر کی امامت کے لئے نبیؐ کی طرف سے جھوٹ کہلایا کہ ابوبکر ہی نماز پڑھادیں مقصد تھا ابوبکر کی خلافت کے لئے زمین ہموار کرنا اور نص کے خلاف جو حرکتیں انجام دی گئیں یہ عمل بھی من جملہ انھیں میں سے تھا،اس کی طرف میں ان سوالوں میں سے چوتھے سوال کے جواب میں اشارہ کرچکا ہوں،جب میں نے عرض کیا تھا کہ قریش نے انصار کو خلافت سے دور رکھنا چاہا اور کامیاب ہوئے۔

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۱۹۶۔۱۹۹

جب سرکار دو عالمؐ نماز کے لئے نکلے تو آپ نے کیا کہا؟یہ بھی اختلافی مسئلہ ہے

حضورؐ نے جب سنا کہ ابوبکر نماز پڑھا رہے ہیں تو آپ سے برداشت نہیں ہوا اور اس شدت سے مرض میں پیروں کا سہارا لے کے باہر نکل پڑے،لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟اس میں اختلاف ہے۔

اہل سنت کی کتابوں میں نماز کی جو روایتیں ملتی ہیں ان میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے،حضور باہر نکل پڑے،پھر اس کے بعد کیا ہوا؟اس میں شدید اختلاف ہے کیا نبیؐ نے باہر نکلتے ہی امامت کی باگ ڈور خود سنبھال لی اور ابوبکر کو ہٹادیا،پھر آپ نے بیٹھ کے نماز پڑھائی جن میں ابوبکر بھی شامل تھے یا ابوبکر باقی رکھی اور خود آپ نےلوگوں کے ساتھ مل کے ابوبکر کی اقتدا میں نماز پڑھی؟ صحیح صورت حال کیا تھی؟اس میں اختلاف ہے،ابن حجر[1]اور علامہ شوکانی[2]کہتے ہیں کہ پہلی صورت حال روایتوں کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔

تو اگر پہلی صورت حال زیادہ صحیح ہے یعنی نبیؐ نے ابوبکر کو ہٹا کے خود امامت کی تو یہ شیعوں کے دعویٰ سے زیادہ مطابق رکھتا ہے اس لئے کہ اگر حضورؐ نے ابوبکر کو امامت صلوۃ(نماز)کے لئے اس لئے بڑھایا تا کہ اس سے خلافت ابوبکر کی طرف اشارہ مراد لیا جائے تو حضورؐ کا نکلنا اور خود نماز کی امامت کرنا،یہ سب کچھ اس اشارہ کی نفی کرتا ہے یا کم سے کم سرکارؐ کے اس عمل سے یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آپ امامت کی غرض سے اس لئے بروقت نکل پڑے تا کہ لوگ ابوبکر کی امامت کو ان کی خلافت کے لئے دلیل نہ بنالیں،لہٰذا حضورؐ کے نکلنے کا مقصد شبہ کا ازالہ تھا،خلافت کی طرف اشارہ تو بہرحال نہیں تھا۔

یہ الگ بات ہے کہ وقت نے اجازت نہیں دی اور ماحول سازگار نہیں تھا جس کی وجہ سے حضور کو اتنا موقعہ نہیں مل سکا کہ آپ امور کا کما حقّہ تدارک کرتے اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتے،اگر پھر شبہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

---

(۱)فتح الباری ج:۲ص:۱۵۵ (۲)نیل الاوطار ج:۳ص:۱۸۴

روایت کی کچھ کمزوریاں،جو اس روایت کے لئے مصیبت بنی ہوئی ہیں

۲۔دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت اتنی باحال پریشان ہے کہ جس نے بھی اس کہانی کو لکھا ہے اپنے ڈھنگ سے لکھا ہے،روایت کے اختلاف ہر عقلمند کے لئے قابل غور ہیں،اس اضطراب کا کچھ حصہ تو پہلے گذرچکا ہے،کچھ علمائے شیعہ نے بیان کیا ہے،کچھ علمائے اہل سنت نے بھی اس طرف توجہ دی ہے تفصیل میں جانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے،اس لئے کہ اس حدیث کے کئی شعبے ہیں اور ہر شعبہ،شبہات و اختلافات کی زد میں ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ بہت سے لوگ جن باتوں سے غافل رہے ہماری نظر وہاں تک پہنچ گئی،ابوبکر عبداللہ بن ابولیکہ کی حدیث ملاحظہ ہو لکھتے ہیں،جب پیر کا دن آیا تو حضور سرور کائنات صبح کے وقت سر اقدس پر عصابہ(پٹی)باندھے ہوئے نکلے،ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو پیغمبر مسجد میں داخل ہوئے لوگوں نے آپ کو راستہ دینا شروع کیا اور ابوبکر کو احساس ہوگیا کہ پیغمبر مسجد میں داخل ہوچکے ہیں اس لئے کہ لوگ جس انداز سے راستہ دے رہے تھے وہ پیغمبر کے لئے ہی مخصوص تھا،بہرحال ابوبکر نے محراب سے ہٹ جانا چاہا،نبی نے ابوبکر کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا لوگوں کو نماز پڑھاؤ،پھر آپ ابوبکر کے برابر میں داہنی طرف بیٹھ گئے اور نماز پڑھی۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کے سامنے آئے اور بآواز بلند خطبہ دینے لگے آواز اتنی بلند تھی کہ مسجد کے دروازے تک سنائی دے رہی تھی آپ نے فرمایا((لوگو!آگ بھڑک اٹھی ہے،فتنے اندھری رات کے ٹکڑوں کی طرح بڑھ رہے ہیں،خدا کی قسم میرے ذمہ تمہارا کچھ بھی نہیں ہے،میں نے حلال نہیں کیا مگر اسے جسے قرآن نے حلال کیا اور میں نے حرام نہیں کیا مگر اسے جسے تمہارے لئے قرآن نے حرام کیا))پس جب آپ فارغ ہوئے۔[1]

---

(۱)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۳۱،گیارہویں سال کے احداث کے بارے میں،السیرۃ النبویۃ ج:۶ص:۷۱،البدء و التاریخ ج:۵ص:۶۱

اب ہم اس موضوع پر تو بحث کرنا نہیں چاہتے کہ ابوبکر نے نبیؐ کو نماز پڑھائی اس لئے کہ یہ بات اہل سن کے نزدیک ممتنع نہیں ہے ہم تو اس جگہ نبیؐ کے خطبہ کی طرف آپ کو متو کرنا چاہتے ہیں،آپ محسوس کر رہے ہیں کہ نبیؐ نے نماز کے بعد جو خطبہ دیا اس کے لہجہ میں کتنی سختی ہے؟آپ امہ کو بتا رہے ہیں کہ فتنے اور انقلاب کے لئے ماحول تیار ہوچکا ہے،آگ بھک چکی ہے ایا لگتا ہے کہ ابھی ابھی اجو واقعہ ہوا ہے اس سے نبیؐ کو بہ رنج پہنچا ہے،اس لئے کہ آپ نے حلال قرآن کو حلال اور رام قرآن کو رام کیا تھا۔

اگر حضورؐ نے ابوبکر کو امام کا حکم اس نی سے دیا تھا کہ لوگ اس سے ابوبکر کی خلا کی طرف اشارہ سمجھیں تو پھر فتنہ اور انقلاب کی کیا بات تھی،کام تو آپ کے حکم کے مطابق ہی ہوا تھا اور چونکہ آپ کا ارادہ ہے تو ابوبکر کی امام قرآن کے موافق ہوئی تھی،اس سے امہ فتنوں سے محفوظ رہتی اس لئے کہ کام قرآن کے مطابق ہو رہا تھا،پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ آگ بھڑک گئی ہے،آپ کو تہدید و تشدید بھی نہیں کرنی چاہئے تھی،البتہ شیعوں کے نظریوں کے مطابق آپؐ کی تہدید اور فتنوں سے تخویف وغیرہ بالکل صحیح تھی،سرکار دو عالمؐ بالکل صحیح فرما رہے تھے۔

(سازش کی آگ عائشہ کی طرف سے بھڑکی اور ابوبکر کی امام کا فتنہ بلند ہوا اور پھر رات کی سیاہی کی طرح تاریکی کے تین ٹکڑے در آگے بڑھے۔)

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حضورؐ نے اپنے آخری خطبہ میں فتنہ سے مراد اہل ردہ کو لیا تھا تو یہ بات ماننے کے قابل نہیں ہے،اس لئے کہ ارتداد تو نبیؐ کے بعد ہوا تھا اس کی و سے نبیؐ کا رنجیدہ ہونا ممکن ہی نہیں تھا پھر اسے فتنہ کہ کے ماضی کے صیغے سے تعبیر کرنا اور اپنے خطبے میں شامل کرنا مناسب نہیں تھا،اس لئے حضورؐ اپنے خطبے میں حلال و رام کے لئے قرآن کے حوالہ سے بات کررہے ہیں،اگر اہل ردہ مراد تھے تو اہل ردہ انھیں کہا ہی جاتا ہے جو قرآن سے پھر گئے ہیں اور قرآن کو نہیں مانتے،پھر حضور اکرمؐ ان کے لئے مقام استدلال میں قرآن کو کیوں لاتے۔

میں نے یہ باتیں اس لئے رض کردیں،تا کہ کوئی ہمیں ان باتوں سے غافل نہ سمجھے،اگر پ آپ

کے سوال کا جواب ان باتوں پر موقوف نہیں ہے،سب سے اہم بات جس کو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے وہ یہ کہ اس بات پــر اتفــاق نہیں ہے کہ نبیؐ نے ابوبکر کو امامــ کا حکم دیا تھا اور ہم یہ بات ثابت کرچکے ہیں،میں نے پہلے سوال کے جواب میں بھی ــرض کیــا تھا کہ لوگوں نے سنــ پیغمبرؐ کو توڑ مروڑ کے البیــؑ کے خلاف پیش کیا ہےتا کہ دشمنان و مخالفین اہل بیــؑ کو صحیح ٹھہرایا جائے اور اہل بیــؑ کا حق غــ ب کیا جائے،آپ پہلے سوال کا جواب دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔

نہ داستان نماز،ابوبکر کی خلافت پر نص ہے اور نہ ہی ا حاب نے اسے بیعت ابوبکر کے لئے لازم سمجھا

دوسری بات یہ ہے کہ حادثہ صلوۃ چاہے جــ بھی واقع ہوا ہو خلاــ ابوبکر پر نص بہرحال نہیں ہے،اس لئے کہ جــہور اہل ســــ بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ پیغمبرؐ نے اپنے بعد کے لئے کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا،زیادہ سے زیادہ اس بات کا د ــوی کیــا جا تا ہے کہ یہ اقدام ابوبکر کی بیعــ کی طرف محــ ایک اشارہ تھا،آپ نے اپنے سوال میں بھی یہی بات بیان کی ہے،آپ جانتے ہــیں کہ کوئی بھی واقعہ،دیکھنے اور محسوس کرنے والوں کے زاویہ نگاہ کے اختلاف کے ساتھ مختلــف نتیجے دے ــتا ہے،اس مــیں دیکھنــے اور محسوس کرنے والوں کے رجحان فکر اور میلان نفس کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔

اب اس واقعہ کی اہمیــ آپ اسی سے سمجھ لیں کہ یہ سب کچھ ہونے کے بعد انصار نے د وائے خلاــ کردیا اور خلاــ کے لــئے سعد بن عبادہ کی بیعــ کا مطالبہ کردیا اور ابوبکر نے عمر اور ابوعبیدہ کو خلاــ کے لئے پیش کردیا ان کی بیعــ کی پــیش کــش کــی پھــر مرنے کے وــ جب جادو سر پڑھ کے بولنے لگا تو کہنے لگے:مجھے کسی بات کا افسوس نہیں گر صرف تین رکتوں کا،کاش میں نے یــہ تینوں کام انجام نہ دیئے ہوتے اور تین کام میں نے نہیں کئے ہیں اے کاش کہ میں نے وہ تین کام انجام دئے ہوتے اور تــین پیــزوں کے بارے میں پس رسول خداؐ سے سوال کرنا چاہتا تھا اب وہ تین کام کہ کاش

میں انجام نہ دئے ہوتے پہلی بات تو یہ ہے کہ کاش سقیفہ کے دن میں خلافت کا ڈھول ابوعبیدہ یا عمر کے گلے میں باندھ دیتا،ان میں سے کوئی ایک امیر ہوتا اور میں وزیر...اور وہ تین چیزیں جن کے بارے میں کاش کہ رسول خداؐ سے پوچھ لیا ہو ان میں سے ایک یہ ہے کہ کاش میں پوچھ لیتا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تاکہ کوئی خلافت کی الیہ رکھنے والوں سے نزاع نہ کرنا..[1] غور کریں کہ اگر ابوبکر امامت صلوۃ سے اپنی خلافت کی طرف اشارہ سمجھتے ہوتے تو ہو بے چارے اس گوگو کی کیفیت میں کیوں رہتے؟نہ انھیں پیغمبرؐ سے سوال کرنے کی خواہش ہوتی،نہ یہ آرزو کہ خلافت کی ڈھول ان دونوں میں سے کسی ایک کے گلے میں باندھ دیتے۔

اسی طرح اگر نماز کے وقت کے حاضرین اسے خلافت ابوبکر کی طرف اشارہ سمجھتے تو امیرالمومنین علیؑ،عام بنوہاشم اور خواص صحابہ ابوبکر کی بیعت سے ہرگز کوتاہی نہ کرتے اور آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ۳،۴نمبر کے سوالوں کے جواب میں یہ عرض کیا ہے کہ ابوبکر کی بیعت سے مولائے کائناتؑ اور مہاجرین و انصار کے نمایاں افراد نے صاف طور پر انکار کیا اور بیعت کی بھی تو بہت بعد کر وہ عمل سمجھ کے کی۔

اور سقیفہ میں جب انصار،سعد بن عبادہ کی طرف اور ابوبکر،عمر و ابوعبیدہ کی بیعت کی طرف مائل تھے،حالانکہ اگر حادثہ صلوۃ میں ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ موجود تھا تو آخر یہ حضرات اس اشارہ سے کیوں منحرف تھے اگر اس لئے کہ ان لوگوں کا یہ عمل محض ارتجالاً اور بے سوچا سمجھا اقدام تھا اور ان کی جنگجو طبعیت کا تقاضا تھا،جس کی وجہ سے صلوۃ سے غفلت برتی گئی اور جب وقت آیا تو اسے مقام استدلال میں پیش نہیں کیا گیا،اس کا مطلب ہے کہ اس حادثہ کا ان لوگوں پر کوئی خاص اثر نہیں تھا تو ایسی صورت میں امیرالمومنینؑ اور آپ جیسے لوگوں کا موقف اس بات کی دلیل

---

(۱) مجمع الزوائد ج:۵ص:۲۰۱۔۲۰۳،الاحادیث المختارة،ج:اص:۸۹۔۹۰معجم الکبیر ج:اص:۶۲،الضعفاء للعقیلی ج:۳ص:۴۲۰۔۴۲۱،میزان الاعتدال ج:۵ص:۱۳۵۔۱۳۶،لسان المیزان ج:۴ص:۱۸۹،تاریخ طبری ج:۲ص:۳۵۳۔۳۵۴،تاریخ دمشق ج:۳۰ص:۴۱۸۔۴۲۰۔۴۲۱۔۴۲۲

ہے کہ ان حضرات کو بیعت ابوبکر سے اختلاف تھا اور ان کا ہر عمل احتجاج کی راہ میں تھا،جیسا کہ تیسرے اور چوتھے سوال کے جواب سے ظاہر ہے۔

پھر ابوبکر نے اسی بیماری کے دور میں جو کچھ کہا وہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ حادثہ صلوٰۃ ان کی خلافت پر اشارہ نہیں تھا،جب ابوبکر کو مرتبہ خلافت ملا اور وہ اس تجربہ سے گذرے تو ان کی سمجھ میں بات آگئی کہ خلافت کرنے اور کپڑے بننے میں بہت فرق ہے،خلافت کی ذمہ داریوں کا احساس کر کے اور خود کو نااہل سمجھ کر انھوں نے بہت ہی حسرت و یاس کی حالت میں مذکورہ باتیں کہیں ہیں۔

گذشتہ تصریحات آپ کے سامنے ہیں،نتیجہ نکالنا آپ کا کام ہے لیکن ان سب باتوں سے جو بات میری سمجھ میں آتی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔

۱۔پہلی بات تو یہ ہے کہ ابوبکر کو نماز کی امامت کرنے کا حکم پیغمبرؐ نے سرے سے دیا ہی نہیں تھا،بلکہ نماز کا معاملہ ایک سازش تھی اور یہ سازش اس طرح رچی گئی تھی کہ لوگوں کو خلافت ابوبکر پر نص جیسی معلوم ہونے لگے،بلکہ ایک طرح سے اس سازش میں نص کی طرف موڑنے کا اشارہ لفوف تھا۔

سازش کرنے والی نے ایک کمزور وقت اور وقت کے ایک کمزور لمحے سے فائدہ اٹھانا چاہا تھا تا کہ اس واقعہ کے سہارے اہل بیت سے حکومت چھین لی جائے اور جب کوئی مخالفت کرے جیسے شیعیان اہل بیت تو اس واقعہ کو مقام استدلال پیش کردیا جائے۔

امام جماعت ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس آدمی کے اندر امامت عامّہ کی بھی صلاحیت ہے

۲۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ سرکار دو عالمؐ نے ابوبکر کو امامت صلوٰۃ کا حکم دیا تھا تو اس سے بھی آپ کے موقف پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوتی،اس لئے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ نماز میں امام ہونا اور ہے اور عالم اسلام کی سیاسی،مذہبی اور علمی امامت اور ہے کوئی ضروری نہیں کہ مسجد کے

امام کے اندر امہ کی امامہ کی صلاحت بھی موجود ہو۔تاریخ سے پوچھیئےجب عمر زخمی ہوئے تو عبدالرحمن بن عوف نے امامہ نماز کے فرائض انجام دیئے[1]خود عمر نے صھیب کو حکم دیا تھا کہ ان کے ہلاک ہونے کے بعد جب تک شوری میں خلیفہ معین نہ ہوجائے[2](اور اس کی مدت تین دن تھی)اس وقت تک صھیب نماز پڑھاتے رہیں،اسی طرح جب مولائے کائناتؑ مسجد کوفہ میں ابن ملجم لعون کے ہاتھوں زخمی ہوئے تو آپ نے جعدہ بن ہبیرہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔[3]

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اسی امامہ صلوۃ کی وجہ سے عمر نے ابوبکر کو آگے بڑھایا اور ان کی بیعت کی پیشکش کی تو میں عرض کروں گا کہ...

اـعمر نے اس امامہ صلوۃ کی وجہ سے ابوبکر کو آگے نہیں بڑھایا تھا،نہ اس بات کا دعوی کیا تھا کہ نبیؐ نے ہی ان کو آگے بڑھایا ہے،اس لئے ہم انھیں امام مانتے ہیں اور نہ وہ اس بات کے دعویدار تھے کہ نبیؐ کا ابوبکر کو امام بنانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے اندر امامہ عامہ کی اہلیت بھی ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا تا ہے کہ عمر کی نظر میں نماز کی امامہ ابوبکر کی ایک فضیلت تھی اس لئے انھوں نے ابوبکر کو آگے بڑھادیا،جب وہ اس بات کے قائل تھے کہ(اگر میں ابوعبیدہ جراح کو پاتا تو انھیں اپنے بعد خلیفہ بناتا،پھر جب اپنے رب کے پاس جاتا اور میرا رب مجھ سے پوچھتا کہ امہ

---

(۱) صحیح بخاری ج:۳ص:۱۳۵۴، صحیح ابن حبان ج:۱۴ص:۱۹۳،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۹۷،سنن کبری بیقھی ج:۳ص:۱۱۳،المصنف لابن ابی شیبۃ ج:۱ص:۴۰۶،مسند ابی یعلی ج:۵ص:۱۱۶،حلیۃ الاولیاء ج:۴ص:۱۵۱،کتاب الہ آثار:ص:۱۴۷الثقات ج:۲ص:۲۳۸،طبقات الکبری ج:۳ص:۳۴۳،نیل الاوطار ج:۶ص:۱۵۸،موارد الظمآن ص:۵۳۷، مجمع الزوائد ج:۹ص:۷۶مسند الحارث ج:۲ص:۶۲۲)

(۲) صحیح ابن حبان ج:۱۵ص:۳۳۳،المصنف لابن ابی شیبۃ ج:۷ص:۴۳۷، مجمع الزوائد ج:۵ص:۱۹۵طبقات الکبری ج:۳ص:۶۱،ج:۳ص:۳۴۱،فتح الباری ج:۷ص:۶۸سیرہ اعلام نبلاء ج:۲ص:۲۶)

(۳)الاستیعاب ج:۳ص:۱۱۲۵،حضرت علیؑ کی سوانح حیات میں، مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۴۱،باب مناقب علی بن ابی طالبؑ،کتاب مناقب، معجم الکبیر ج:۱ص:۹۹،علی بن ابی طالب حالات میں،نظم دررالمسطین ص:۱۴۱مناقب للخوارزمی ص:۳۸۳،المنتظم ج:۵ص:۱۷۳،کامل فی التاریخ ج:۳ص:۲۵۶،ذخائر العقبی فی مناقب القربی ج:۱ص:۱۱۴

محمد کی خلافت کس کے حوالے کر کے آئے تو میں کہتا کہ میں نے تیرے بندے اور خلیل سے یہ سنا تھا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ جراح ہے)[1]تو جس طرح عمر،ابوعبیدہ کے اندر فضیلت کے قائل تھے کہ انھیں پیغمبر نے امامت صلوۃ سونپی تھی،بشرطیکہ ایسا ہوا ہو،عمر تو یہ بھی کہتے تھے کہ((اگر میں ابوحذیفہ کے غلام کو پاتا تو اسی کو خلیفہ بنادیتا اور اپنے مالک سے جا کے کہتا کہ تیرے نبیﷺکو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سالم اللہ سے شدید محبت کرنے والا ہے[2]اور عمر یہ بھی کہتے تھے کہ میں معاذ بن جبل کو پاتا تو اسے خلیفہ بنادیتا اور جب میرا مالک پوچھتا تو میں کہتا کہ تیرے حبیب کو یہ کہتے سنا تھا کہ جب علما قیامت کے دن اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہوں گے تو معاذ بن جبل ان کے درمیان ایک بلند چٹان کی طرح ہوں گے۔[3]

۲۔دوسری بات یہ ہے کہ عمر نے یہ دیکھا کہ حادثہ صلوۃ ان کے ہدف کو ثابت کرتا ہے اس لئے حادثہ صلوۃ کو توڑ مروڑ کے پیش کیا اور کمزور لمحون کا فائدہ اٹھا کے اپنے عمل کو ایک شرعی حیثیت دیدی،حالانکہ ابوبکر کی بیعت کا عمل خود ان کے کہنے کے مطابق ایک لغزش تھی لیکن عمر نے موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا اور کسی وضاحت کے طلب کرنے یا رد و تردید کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیا،نہ کسی کو اس بات کا موقعہ دیا کہ وہ اس حادثہ کے مدلول حقیقی پر روشنی ڈال سکے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سیاست کے مداری اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اور اپنے مختلف

---

(۱)مسند الشیاشي ج:۲ص:۹۳،مناقب ابی عبید اور اسکے علاوہ،مسند احمد ج:۱ص:۱۸،مسند عمر بن خطاب میں،فتح الباری ج:۱۳ص:۱۱۹،تحفۃ الاحوذی ج:۶ص:۳۹۹،فیض القدیر ج:۳ص:۱۹۰سیر اعلام نبلاء،ج:۱ص:۳۷۲،خالد بن ولید کے حالات میں،صفوۃ الصفوۃ ج:۱ص:۳۶۷،تاریخ طبری ج:۲ص:۵۸۰تاریخ دمشق ج:۵۸ص:۴۰۵،معاذ بن جبل کے حالات میں،مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۳۰۰،کتاب معرفۃ صحابہ ابی عبیدہ بن جراح کے مناقب میں،طبقات الکبری ج:۳ص:۴۱۳،ابی عبیدہ بن جراح کے حالات میں،فضائل الصحابہ لابن حنبل ج:۲ص:۷۴۲،اور تاریخ دمشق ج:۲۵ص:۴۶۱،عامر بن عبداللہ بن جراح کے حالات میں۔

(۲)اس کا مدرک چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے

(۳)اس کا مدرک چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے

اہداف تک پہنچنے کے لئے ایسے ہی لمحے کی تلاش میں رہتے ہیں(بیتو کا کام کرتے ہیں)موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں،وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہیں اور بیوقوف عوام کو دھوکا دینے کے لئے بےہودہ استدلال اور بلاوجہ کی لفاظی سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان کی دلیلیں جیسے صحرا میں سراب،جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے لیکن جب وہاں پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا بلکہ وہاں خود اللہ موجود رہتا ہے اور اس کا پورا پورا حساب کردیتا ہے،(۱)اگر عمر نے ابوبکر کے لئے امامت صلوۃ کو دلیل خلافت بنا کے پیش کیا بھی تو یہ محض وقتی کسی آواز تھی ورنہ عمر،پیغمبرؐ کے مرض کی حالت میں آپ کے ارشادات کی طرف کب دھیان دینے والے تھے۔

عمر نے ارشادات نبویؐ کا بھی احترام نہیں کیا خاص طور سے سرکار دو عالمؐ نے بیماری کی حالت میں جو ہدایتیں دیں،عمر کی نظر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی آپ کہتے ہیں کہ حالت مرض میں نبیؐ نے ابوبکر کو امامت نماز کا حکم دیا،عمر نے اس حکم کو خلافت ابوبکر کی دلیل بنا کے پیش کیا تو میں عرض کرتا ہوں کہ تعجب ہے عمر نے بیمار پیغمبرؐ کو اتنی اہمیت کیسے دی؟

یہ واقعہ دوشنبہ کا ہے،ابھی چار دن قبل یعنی پنجشنبہ کے دن سرکار دو عالمؐ حالت بیماری میں یہ فرما رہے تھے کہ:((قلم اور دوات لاؤ میں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوگے))ادھر عمر اور حامیان عمر آپ کے قول کو رد کررہے تھے،عمر نے کہا آپ(معاذ اللہ)ہزیان بک رہے ہیں،پھر کہا کہ آپ پر درد کا غلبہ ہے،ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے یہ تمام باتیں دوسرے سوال کے جواب میں عرض کی جاچکی ہیں۔

اس حدیث قرطاس کے بعد حادثہ صلوۃ سامنے آتا ہے،بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نبیؐ کی وفات کے دن کا حادثہ ہے یعنی دوشنبہ کے دن کا۔

اب تو مرض مزید بڑھ گیا ہوگا لیکن عمر نے نہیں کہا کہ حضور نے درد سے گھبرا کے ایسا حکم دیا ہوگا ذرا سوچئے گا کہ یہ سب کیوں ہورہا ہے۔

----

(۱)سورہ نور آیت:۳۹

عمر نے خلافت کے بارے میں جب بھی گفتگو کی حادثہ صلوٰۃ کا ذکر بالکل نہیں کیا

لطف کی بات تو یہ ہے کہ سقیفہ کے بعد عمر نے ابن عباس سے کئی دفعہ گفتگو کی،سقیفہ کی خوبیاں گنائیں،ابوبکر کی بیعت کو جائز قرار دیا،اپنے داماد کی بھرپور پیروی کی،بہت سی توجیہات پیش کیں،لیکن کبھی یہ نہیں کہا کہ ابوبکر کی بیعت اس لئے ضروری تھی کہ انھوں نے نبیؐ کے حکم سے ایک دن نماز جماعت کی امامت کی تھی،انھوں نے مولیٰ علیؑ کو خلافت سے محروم رکھنے کے لئے کڑی کی طرح جالے بنے،جب یہ کہا کہ علیؑ خلافت کے لئے مناسب نہیں تھے اس لئے کہ وہ بہت کمسن تھے،اس لئے کہ وہ بنی عبدالمطلب سے محبت کرتے تھے،اس لئے کہ قریش کو یہ گوارہ نہ تھا کہ خاندان بنی ہاشم میں نبوت و خلافت (دونوں)جمع ہو و غیرہ..یہ بھی کہا کہ ابوبکر کی بیعت اچانک ایک حادثہ تھی اور یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ فلتہ کا مطلب کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ کسی کام کا بغیر مشورے کے اچانک ہوجانا،لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بیعت میں جلد بازی فتنہ کے خوف سے کی گئی[1]

بہرحال اگر حادثہ صلوٰۃ اس قابل ہوتا کہ اسے مقام احتجاج میں پیش کیا جاسکے تو پھر کوئی تو کہتا،بلکہ سب سے پہلے اس کو پیش کیا جاتا کہ خلافت ابوبکر پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے ان کو امامت کا حکم دیا ہے۔ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حادثہ کو صرف سقیفہ کے دن ہی پکڑے رہنا اور اس کو دلیل بنانا اصل میں مدلول حقیقی سے نگاہیں پھیرنے کی اور حقیقت حق سے باطل کی طرف موڑنے کی ایک کوشش تھی۔تیسری بات یہ ہے کہ مدعی کے لئے اپنے دعوے پر اس طرح کی کمزور دلیلیں لانا جو اشارے کنائے پر مشتمل ہو،منطق کا تقاضہ نہیں ہے جب کہ اس کے مخالف کے پاس اس طرح کی کمزور دلیلوں کو توڑنے کے لئے وافر مقدار میں مواد موجود ہیں،یہاں تو واضح دلیلیں اور روشن حجتیں پیش کرنے کی ضرورت ہے،جو مخالف کو لاجواب کردے اس دلیل کو توڑنے کے لئے شیعوں کے پاس تو اتنا مواد ہے کہ اس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے،لیکن میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ حادثہ صلوٰۃ کا تقابل ان واقعات سے ضرور کیا جائے جو امیرالمومنینؑ کے حق میں جاتے ہیں۔

---

(۱)ریاض النضرۃ،ج:۲ص:۲۰۶،پہلا باب رسول اللہ کے خلیفہ ابوبکر کے فضائل کے بیان میں،فصل ۱۳،خلافت کے بیان میں اور جو چیز صحابہ سے متعلق ہے،سقیفہ کی بیعت کو ذکر کیا اور جو اس میں پیش آیا۔

ایک تقابلی مطالعہ

میں صاحبان انصاف سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حادثہ صلوٰۃ کی دلیل(جو ابوبکر کی خلافت کے حق میں ان کے قول کے مطابق ہے)ان روایتوں کے مقابلے میں کچھ دیر بھی ٹھہر سکے گی،جن روایتوں سے نبی کا امیرالمومنینؑ سے اختصاص اور قربت مستفاد ہوتی ہے،احادثہ صلوٰۃ کی دلیل ان تمام روایتوں سے قوی تر ہے؟کیا تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ علیؑ نبیؐ کے اخص تھے؟نبیؐ کی زندگی میں اور نبیؐ کے مرنے کے بعد بھی ان کے تمام امور کے ذمہ دار علیؑ ہی تھے؟یہاں تک کہ آپ ہی نے نبیؐ کی تجہیز و تکفین کی اور انھیں قبر میں اتارا،نبیؐ نے تمام صحابہ کے درمیان علیؑ کو یہ خصوصیت دی کہ آپ کو اپنا بھائی بتایا اور صیغہ مواخاۃ جاری کیا[1]نبیؐ نے خدا کے حکم سے اپنی صاحبزادی فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا عقد حضرت علیؑ سے کیا۔[2]

---

(۱)المستدرک علی صحیحین،ج:۳ص:۱۶۔۱۵،کتاب الھجرۃ،سنن ترمذی ج:۵ص:۶۳۶،کتاب مناقب،علل دارقطنی،ج:۹ص۲۰۵،الطبقات الکبریٰ ج:۳ص:۲۲،علی ابن ابی طالبؑ کے حالات میں،فضائل صحابہ،ابن حنبل،ج:۲ص:۵۹۷،فضائل علیؑ ص:۶۱۷،البدایۃ النھایۃ ج:۷ص:۲۲۴،۳۵ سنہ کے حالات میں جس میں عثمان کے قتل کا بھی تذکرہ ہے اور امیرالمومنین علیؑ کی خلافت کا ذکر بھی ہے،تاریخ الخلفاء ص:۱۷۰،السیرۃ النبویۃ،ج:۳ص:۳۶،مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارگی،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۹۶۔۶۱۔۵۳۔۵۲۔۵۱۔۱۸،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،تہذیب الاسما ص:۳۱۸،فیض القدیر،ج:۴ص:۳۵۵،الریاض النضرۃ ج:۱ص:۲۰۵،التدوین فی اخبار قزوین ج:۲ص:۱۲۶،تحفۃ الاحوزی،ج:۱۰ص:۱۵۲،تہذیب الکمال ج:۲ص:۴۸۴،

(۲)مجمع الزوائد ج:۹ص:۲۰۴،کتاب مناقب باب فاطمہ بنت رسول اللہؐ،المعجم الکبیر ج:۱۰ص:۱۵۶،عبداللہ بن مسعود کی مسند میں،ج:۲۲ص:۴۰۷،فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی عمر،اور ان کی شہادت،مناقب اور کنیت وغیرہ کا ذکر،اور جناب فاطمہ کی شادی کا ذکر،تاریخ دمشق ج:۳۷ص:۱۳،عبدالملک بن حبار کے حالات میں،ج:۴۲،ص:۱۲۶۔۱۲۹،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،ج:۵۲،ص:۴۴۵۔۴۴۴،محمد بن دینار رقی کے حالات میں،کنزالعمال ج:۱۱ص:۶۰۰،حدیث:۳۲۸۹۱،ص:۶۰۶،حدیث:۳۲۹۲۹،البیان و التعریف،ج:۱ص:۱۷۴،ج:۲ص:۳۰۱،میزان الاعتدال ج:۴ص:۴۲۲،عبدالنور بن عبداللہ المسمعی کے حالات میں،لسان المیزان ج:۴ص:۷۷،عبدالنور عبداللہ مسمعی کے حالات میں،الکشف الحثیث،ص:۱۷۴،عبدالنور عبداللہ مسمعی کے حالات میں،

اور حضرت علیؑ ہی آپ کی ذیرت کے باپ قرار پائے۔[۱]

نبیؐ نے مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرادیا سوائے علیؑ کے گھر کے دروازہ کے۔[۲]اس سے پتہ چلا کہ جو علیؑ کے لئے حلال ہے وہ نبیؐ کے لئے حلال ہے۔[۳]فاطمہ زہراؑ اور آپ کے دونوں صاحب زادے امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں[۴]جن سے اللہ نے رجس کو دور رکھا ہے اور ایسا پاک کیا ہے جیسا پاک کرنے کا حق ہے اور نبیؐ نے فرمایا کہ((اہل بیتؑ کی مثال سفینہ نوحؑ جیسی ہے،جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پاگیا اور جو اس سے منھ موڑے گا وہ غرق ہوگا اور ہلاک ہوجائے گا۔[۵]

پھر نبیؐ نے یہ نص فرمائی کہ((اہل بیتؑ سے مراد امیرالمومنین علیؑ،آپ کی شریک حیات اور

---

(۱) مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۷۲،کتاب مناقب فاطمہ زہراؑ کے فضائل کا باب میں،اور آپ کی علیؑ سے شادی کے باب میں،معجم الکبیر ج:۳ص:۴۳،جامع الصغیر ج:۱ص:۲۶۲،فردوس ماثور الخطاب ج:۱ص:۱۷۲،فیض القدیر ج:۲ص:۲۳۳،کنز العمال ج:۱۱ص:۶۰۰حدیث:۳۲۸۹۲،تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۲۵۹،تاریخ بغداد ج:۱ص:۳۱۷،ینابیع المودة ج:۲ص:۹۰۔۲۳۷۔۲۹۲۔۲۴۵۔۳۹۹۔۴۴۷،میزان الاعتدال ج:۴ص:۳۱۳،ض:۷ص:۲۰۷،لسان المیزان ج:۳ص:۴۲۹،علل متناہیہ ج:۱ص:۲۱۴،کشف الخفاء ج:۲ص:۱۵۷،نیل الاوطار ج:۶ص:۱۳۹)

(۲)السنن الکبریٰ نسائی ج:۵کتاب الخصائص،امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کی خصوصیات،ص:۱۱۳،اس سلسلے میں عمران بن حصین کی خبر کا تذکرہ،ص:۱۱۹۔۱۱۸،رسول اکرمؐ کا بیان کہ میں علی کے دروازہ کے علاوہ سارے دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا ہے،سنن ترمذی ج:۵ص:۶۴۱،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۵،مسند احمد بن حنبل ج:۱ص:۱۷۵،مسند ابی اسحاق سعد بن وقاص،ص:۳۳۰،معتصر المختصر ج:۲ص:۳۳۲،مجمع الزوائد ج:۹،ص:۱۱۵۔۱۱۴،مسند رویانی ج:۱ص:۲۷۷،مسند ابی یعلی ج:۲ص:۶۱،مسند سعد بن ابی وقاص،ابن ابی عاصم کی سنت کے عنوان سے،ج:۲ص:۶۰۳۔۵۹۹،باب فضائل علیؑ کا تذکرہ،فتح الباری ج:۷ص:۱۴،تفسیر قرطبی،ج:۵ص:۲۰۸،

(۳)تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۱۴۰۔۱۳۹،مسند الشاشي ج:۱ص:۱۴۶،میزان الاعتدال ج:۲ص:۲۱۰،لسان میزان ج:۲ص:۱۸۲،مناقب الخوارزمی ص:۱۰۹،ینابیع المودة ج:۱ص:۱۶۰،تاریخ المدینة ج:۱ص:۳۸

(۴) صحیح ابن حبان ج:۱۵ص:۴۳۲،کتاب اخبار،مناقب صحابہ،السنن الکبری للنسائی ج:۵ص:۱۰۷،کتاب خصائص،امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کی خصوصیات میں،سنن ترمذی ج:۵ص:۳۵۱،کتاب فضائل قرآن،المستدرک علی صحیحین ج:۲ص:۴۵۱،کتاب تفسیر،تفسیر سورہ احزاب،مسند احمد ج:۴ص:۱۰۷،واثلہ بن اسقع کی حدیث میں ج:۶ص:۲۹۲،رسول اللہؐ کی بیوی ام سلمہؓ کی حدیث میں،معتصر المختصر ج:۲ص:۲۶۶،مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۶۷،کتاب مناقب،مسند البزاز ج:۶ص:۲۱۰،المعجم الکبیر ج:۳ص:۵۳،اخبار حسن بن علیؑ میں،ج:۲۵ص:۹،مسند عمر بن ابی سلمة میں،ج:۲۲ص:۶۶مسند واثل - (۵)اس کا مدرک گذشتہ چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے۔

پھر فرمایا:کہ اہل بیت ہی ان ثقلین میں سے ایک ثقل ہیں جنھیں نبیؐ نے اپنی امت کا خلیفہ بنایا ہے،آپ کے سابقہ سوالوں میں چھٹے سوال کے جواب میں اس حدیث پر کافی گفتگو ہوچکی ہے۔

حضور سرور کائناتؐ اہل بیت ہی کو لیکے نصارائے نجران کے مقابلہ میں نکلے[۱] تا کہ معلوم ہوجائے کہ یہ حضرات صرف نبیؐ ہی کے قرابتدار نہیں ہیں بلکہ بارگاہ الٰہی میں بھی اتنے مقرب ہیں کہ ان کی دعا کا اثر ہوتا ہے۔

اللہ ان کی دعائیں سنتا ہے اور قبول کرتا ہے،یہ بھی ثابت ہوجائے کہ یہ حضرات ہی در حقیقت دعوت اسلام کے ذمہ دار ہیں،اس کی حمایت میں لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اس کے عہد کے پابند ہیں۔

انھیں کے لئے نبیؐ نے فرمایا:میں اس سے صلح کروں گا جو ان سے صلح کرے گا اور اس سے جنگ کروں گا جو ان سے لڑے گا،[۲] پھر آپ نے امیرالمومنینؑ کو وصی بنایا اور یہ بات اتنی مشہور ہوئی کہ لوگ امیرالمومنینؑ کو وصی کے نام سے پہچاننے لگے۔[۳]

----

(۱) صحیح مسلم ج:۴ص:۱۸۷۱،کتاب فضائل صحابہ،باب فضائل علی ابن ابی طالبؑ میں،المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۶۳،کتاب معرفت صحابہ،سنن البیہقی،ج:۷ص:۶۳،کتاب قسم الصدقات،مسند احمد ج:۱ص:۱۸۵،مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص میں مسند سعد ص:۵۱،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،الاصابة ج:۴ص:۵۶۹،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،معرفت علوم حدیث ص:۵۰،تفسیر طبری ج:۱ص:۳۹۸،روح المعانی ج:۴ص:۱۸۸،اسباب نزول آیات،ص:۶۸،شواہد التنزیل للحسکانی ج:۱ص:۱۵۶۔۱۵۹۔۱۶۳۔۱۶۴،وغیرہ۔

(۲)اس کا مدرک چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے۔

(۳)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۸۸،مسند ابی یعلی ج:۴ص:۳۴۴،مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۱۳۔۱۱۴،حلیة الاولیاء ج:۲ص:۷۴،معجم الکبیر ج:۶ص:۲۲۱ الاصابة ج:۵ص:۵۷۶،فضائل الصحابہ ج:۲ص:۶۱۵،سیرہ اعلام نبلاء ج:۴ص:۱۱۳،بقیة الکمال ج:۲۶ص:۱۵۱،تھذیب التھذیب ج:۳ص:۹۱،تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۵۳۲۔۳۹۲،تاریخ واسط ص:۱۵۴،تاریخ بغداد ج:۱ص:۱۱۲،ج:!۳ص:۲۹۸،الذریة الطاہرہ ص:۷۴،فردوس بما ثور الخطاب ج:۳ص:۳۳۶،فتح الباری ج:۸ص:۳۸۷ج:۵ص:۱۳۹،الکامل الضعفا الرجال ج:۴ص:۱۴،المجروحین ج:۱ص:۲۷۹،بدایة النہایہ ج:۱۳ص:۲۵۸،تاریخ طبری ج:۲ص:۶۹۶،ج:۳ص:۳۱۹،الکامل فی التاریخ ج:۳ص:۴۱۹،المعرکة ج:۵ص:۱۵۲،المنتظم ج:۱۰ص:۱۲۸،البدء و التاریخ ج:۵ص:۲۲۵وفیات الاعیان ج:۵ص:۳۷۹،تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۷۱ فی ایام عثمان بن عفان ص:۱۷۹ اور خلافت امیرالمومنین میں ص:۲۲۸

آنحضرتؐ نے فرمایا:میرا وصی تمام اوصیا سے بر تر ہے۔[1]چوتھے سوال کے جواب میں عرض کیا جاچکا ہے کہ یہاں وصایت سے مراد نبوت کی وصایت ہے مولائے کائنات پیغمبر خداؐ کے قرضوں کو ادا کرنے والے ہیں اور نبیؐ کے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔[2]اور امت نبیؐ کے اختلافی مسائل کو حل کرنے والے ہیں،[3]آپ علم نبیؐ کے وارث ہیں[4]اور شہر علم نبیؐ کے دروازہ ہیں[5]جس سے داخل ہو کر علم نبیؐ تک پہنچا جا تا ہے،جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے((نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں پس پشت داخل ہو،بلکہ نیکی یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو،گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا اور اللہ سے ڈرو تا کہ تمہارا بھلا ہو))۔[6]

----

(۱)سیرہ ابن اسحاق ج:۲ص:۱۰۵،مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۶۵،معجم الاوسط ج:۶ص:۳۲۷معجم الکبیر ج:۳ص:۵۷

(۲) مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۱۳ اور باب وصیہ میں ص:۱۲۱،احادیث المختار ج:۲ص:۱۳۱فضائل الصحابہ لابن حنبل ج:۲ص:۶۱۵تفسیر ابن کثیر ج:۳ص:۳۵۱،مسند احمد ج:۱ص:۱۱۱تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۴۷۔۴۹۔۵۰۔۵۶۔۴۷۱،الفردوس بما ثور الخطاب ج:۳ص:۶۱،معجم الکبیر ج:۱۲ص:۴۲۰،میزان الاعتدال ج:۶ص:۴۴۶،ج:۷ص:۱۵الکامل فی الضعفاء الرجال ج:۶ص:۳۹۷،المجروحین،ج:۳ص:۵

(۳)اس کا مدرک چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے۔

(۴)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۶،کتاب معرفۃ الصحابہ(صحابیوں کی پہچان،مناتب علی بن ابی طالبؑ،الاحاد و المثانی،ج:۵ص:۱۷۲،زید بن ابی اوفی کے حالات میں،المعجم الکبیر،ج:۵ص:۲۲۱،روایت زید بن ابی اوفی،ریاض النضرہ،ج:۱ص:۱۹۸،پہلا باب،فضائل الصحابہ لابن حنبل،ج:۲ص:۶۳۸۔۶۶۲،فضائل علیؑ تاریخ دمشق ج:۲۱،ص:۴۱۵، سلمان بن اسلام کے حالات میں،ج:۳۲،ص:۵۳،علی بن ابی طالب کے حالات میں،و غیرہ۔

(۵)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۸۔۱۳۷،کتاب معرفۃ الصحابۃ،مجمع الزوائد،ج:۹ص:۱۱۴،کتاب مناتب،علی بن ابی طالب ع کے مناتب میں،المعجم الکبیر ج:۱۱ص:۶۵،ابن عباس سے روایت،تذکرۃ الحفاظ ج:۴ص:۱۲۳۱،سمرقندی کے حالات میں،سیر اعلام النبلاء ج:۱۱ص:۴۳۷،ابی صلت کے حالات میں تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۸۳۔۳۸۲۔۳۸۰۔۳۷۹۔۳۷۸،علی بن ابی طالب کے حالات میں،تہذیب التہذیب ج:۷ص:۲۹۶،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،ص:۴۲۷،عمر بن اسماعیل بن مجالد کے حالات میں،تہذیب الکمال ج:۱۸،ص:۷۹۔۷۸۔۷۷،عبدالسلام بن صالح کے حالات میں،ج:۲۰ص:۴۸۵،علی بن ابی طالب کے حالات میں تاریخ .رجان ص:۶۵،احمد بن سلمۃ بن عمر الکوفی کے حالات میں تاریخ بغداد ج:۷ص:۱۷۲،جعفر بن محمد ابی جعفر کے حالات میں،ج:۱۱ص:۵۰۔۴۹۔۴۸،عبدالسلام بن صالح بن سلیمان کے حالات میں،کشف الخفاء ص:۲۳۵،الفردوس بما ثور الخطاب ص:۴۴،فیض القدیر ج:۳ص:۴۶،الجرح و التعدیل ج:۶ص:۹۹عمر بن اسماعیل بن مجالد کے حالات میں،و غیرہ۔ (۶)سورہ بقرہ آیت:۱۸۹۔

علیؑ ہی امت نبیؐ کے سب بڑے قاضی ہیں۔[1] اور دنیا و آخرت میں آپ کے علمدار ہیں[2] اور یہ بھی کہ حضور سرور کائناتؐ نے سورہ برائت کے ابتدائی حصوں کو ابوبکر کے حوالہ کیا کہ وہ جا کر مشرکین کے درمیان سنادیں پھر آپ نے امیرالمومنینؑ کو بھیجا کہ ابوبکر سے سورہ لے لیں اور پیغمبرؐ کی طرف سے مشرکین کے درمیان اس سورہ کو پڑھ کے سنادیں،جب ابوبکر واپس آئے تو نبیؐ سے پوچھا کہ خدا کے رسولؐ کیا میرے بارے میں خداوند عالم نے کچھ نازل فرمایا ہے آپ نے فرمایا:نہیں لیکن جبرئیل آئے اور کہا کہ یہ فریضہ کوئی ادا نہیں کرسکتا مگر خود آپ یا پھر وہ جو آپ سے ہو۔[3]

اور نبیؐ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں،میری طرف سے واجبات کوئی ادا نہیں کرسکتا مگر علیؑ[4] اور فرمایا:اے علیؑ جو مجھ سے الگ ہوا وہ خدا سے الگ ہوا اور جو تم سے

----

(۱)الاستیعاب ج:۱ص:۷،۱فتح الباری ج:۸ص:۱۶۷،المعجم الصغیر ج:۱ص:۳۳۵،کشف الخفا ج:۱ص:۱۸۴،الریاض النضرة ج:۱ص:۲۲۸،تیسرا باب،تاریخ دمشق ج:۴۷،ص:۱۱۲، ویمر بن زید بن قیس ابی الدردا کے حالات میں،کنز العمال ج:۱۱ص:۶۴۲،حدیث:۳۳۱۲۱،ینابیع المودة ج:۲ص:۱۷۳،و غیرہ

(۲)المعجم الکبیر ج:۲ص:۲۴۷،روایت سماک بن حرب،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۷۵۔۳۳۱،علی ابن ابی طالبؑ کے حالات میں،ج:۳۹،ص:۱۰۲،عثمان بن عفان کے حالات میں،الفردوس بما ثور الخطاب ج:۱ص:،کنزالعمال ج:۱۱ص:۶۱۲،حدیث:۳۲۹۶۵،ج:۱۳ص:۱۳۶،حدیث:۳۶۴۳۷،ینابیع المودة ج:۲ص:۱۶۷،المناقب للخوارزمی ص:۳۵۸،میزان الاعتدال ج:۷ص:۵،ناصح بن عبداللہ کوفی کے حالات میں،الکامل فی الضعفا الرجال ج:۷ص:۴۷،ناصح بن عبداللہ کے حالات میں و غیرہ

(۳)مجمع الزوائد ج:۷ص:۲۹ المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۵۳،تفسیر ابن کثیر ج:۲ص:۳۳۴،مسند احمد ج:۱ص:۱۵۱،فتح الباری ج:۸ص:۳۲۰۔۳۱۸،تحفة الاحوذی ج:۸ص:۳۸۶،فضائل الصحابہ لابن حنبل ج:۲ص:۷۰۳،تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۳۴۸،شواہد التنزیل للحکانی ج:۱ص:۳۱۱،کنز اعمال ج:۲ص:۴۲۲،حدیث:۴۴۰۰

(۴)سنن ترمذی ج:۵ص:۶۳۶،کتاب مناقب،سنن ابن ماجة ج:۱ص:۴۴،علی بن ابی طالبؑ کے فضائل میں،سنن کبری نسائی ج:۵ص:۴۵،ابوبکر و عمر و عثمان کے فضائل میں،مسند احمد ج:۴ص:۱۶۵،الاحاد و المثانی ج:۳ص:۱۸۳،المعجم الکبیر ج:۴ص:۱۶،حبشی بن جنادہ سلولی کی روایت السنة لابن ابی عاصم ج:۲ص:۵۹۸۔۵۶۶،تذکرة الحفاظ،ج:۲ص:۴۵۵،کشف الخفا ج:۱ص:۲۳۶،تہذیب السما ج:۱ص:۳۱۸،فضائل الصحابة لابن حنبل ج:۲ص:۵۹۹،سیر اعلام النبلا ج:۸ص:۲۱۲،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۴۵،علی بن ابی طالب کے حالات میں،و غیرہ

ال ہوا وہ مجھ سے ال ہوا،[۱]اور فرمایا:جو میری اطاع کرے و اللہ کی اطاع کرتا ہے اور جو میری نافرمانی کرے وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے جو علیؑ کی اطاع کرے وہ میری اطاع کرتا ہے اور جو علیؑ کی نافرمانی کرے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔[۲]اور فرمایا:شب معراج میں مجھ پر وحی آئی کہ علیؑ کی تین صفتیں ہیں،ا۔علیؑ سیدالمومنین ہے،۲۔علیؑ امام المتقین ہے۔۳۔اور علیؑ روشن پیشانی والوں کا قائد ہے))[۳]آپ نے اکثر علیؑ کا تعارف امیرالمومنین[۴] کے کرایا ہے،بلکہ مسلمانوں کی ایک جماع کو حکم دیا کہ علیؑ کو امیرالمومنین کہ کے سلام کریں[۵]آپ جن تبوک میں جانے لگے تو علیؑ ہی کو اہل مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور فرمایا:مناسب نہیں ہے کہ میں چلا جاؤں گر یہ کہ تم(علیؑ)میرے خلیفہ رہو،[۶]اور یہ کہ مدینہ کی اصلاح ہو ہی نہیں کتی گر مجھ سے یا تم(علیؑ)[۷]سے،دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا((تم میرے لئے ویے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے گر یہ کہ میرے بعد کوئی نبیؐ نہ ہوگا۔[۸]

(ا)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۳،کتاب معرفۃ الصحابہ،مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۳۵،کتاب مناتب،باب الحق مع علی،مسند البراز ج:۹ص:۴۵۵،مُجم شیوخ ابی بکر الاسماعیلی ج:۳ص:۸۰۰،المُجم الکبیر ج:۱۲،ص:۴۲۳،فضائل صحابۃ ج:۲ص:۵۷۰،فیض القدیر ج:۴ص:۳۵۷،میزان الاعتدال ج:۳ص:۳۰،داود بن وف کے حالات میں،ص:۵۷،رزین بن عقبہ کے حالات میں،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۰۷،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،و غیرہ

(۲)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۳۱،کتاب معرفۃ الصحابہ مُجم شیوخ ابی بکر اسماعیلی ج:اص:۴۸۵،الکامل فی ضعفا الرجال ج:۴ص:۳۴۹،عبادۃ بن زیاد کے حالات میں،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۰۷،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،و غیرہ

(۳)اس کا مدرک چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے

(۴)اس کا حوالہ چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے (۵)تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۳۰۳

(۶)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۴۳،کتاب معر صحابہ امیرالمومنینؑ کے اسلام کا ذکر،مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۲۰،کتاب مناتب باب مناتب علی بن ابی طالبؑ میں،مسند احمد ج:اص:۳۳۰،مسند عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب،المُجم الکبیر ج:۱۲،ص:۹۸،السنۃ لابن ابی عاصم ج:۲ص:۵۶۶۔۵۶۵،الاصابۃ ج:۴ص:۵۶۸،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،ریاض النضرۃ ج:۲ص:۱۹۰،تیسری فصل میں،فضائل صحابہ لابن حنبل ج:۲ص:۶۴۸،

(۷)المستدرک علی صحیحین ج:۲ص:۳۶۷،کتاب تفسیر،تفسیر سورہ توبہ،کنزالعمال ج:۱۱ص:۶۰۷،حدیث۳۲۹۳۳،ج:۱۳ص:۱۷۲،حدیث:۳۶۵۱۷،ینابیع المودۃ ج:اص:۳۴۴،میزان الاعتدال ج:۲ص:۳۲۴،حفص بن عمر الابلی کے حالات میں،لسان المیزان ج:۲ص:۳۲۴،حفص بن عمر الابلی کے حالات میں،و غیرہ

(۸)اس کا مدرک چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکا ہے

ابن عباس سے روایت ہے:وہ امیرالمومنینؑ کے حوالے سے کہتے ہیں جب نبیؐ پر یہ آیت نازل ہوئی((وانذر عشیرتک الاقربین))اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے))تو بنی عبدالمطلب سے نبیؐ سے گفتگو ہونے لگی پھر نبیؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا:اے بنو عبدالمطلب!میں تمہارے پاس دنیا آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں،مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس کی طرف بلاؤں،پس تم میں سے کون ہے جو اس شرط پر میرا ہاتھ بٹائے کہ وہ تمہارے درمیان میرا بھائی،وصی اور خلیفہ قرار پائے))ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ سن کے لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا:میں اس وقت بہت کمسن تھا میری آنکھیں چھوٹی اور پنڈلیاں پتلی تھیں،لیکن میں نے آواز دی یا رسول اللہؐ میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا اور اس امر میں آپ کی وزارت کروں گا سرکار دو عالمؐ نے یہ سن کے میری گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:بے شک یہ میرا بھائی میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا خلیفہ ہے۔اس کی باتیں سنو اور اس کا حکم مانو!علیؑ فرماتے ہیں یہ سن کے لوگ ہنسنے لگے اور(میرے والد)ابوطالبؑ سے کہنے لگے کہ یہ)حضور اکرمؐ)تو کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کا حکم مانو![1]

اللہ نے ولایت علیؑ کو یہ کہہ کے ثابت کیا کہ((بے شک تمہارا ولی تو اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں))[2]حدیثیں بتاتی ہیں کہ یہ آیت امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[3]

---

(۱)تاریخ طبری ج:۱ص:۵۴۲۔۵۴۳، ،شرح نہج البلاغہ ج:3 ص210 ،تفسیر ابن کثیر ج:3 ص 352 البدایہ والنہایہ ج :3ص:40 تفسیر طبری ج9ص:122

(2)سورہ مائدہ آیت :55

(1)تفسیر قرطبی ج:۶ص:۲۸۸،تفسیر ابن کثیر ج:۲ص:۷۲ مجمع الزوائد ج:۷ص:۱۷،کتاب التفسیر، ،کتاب المعجم الاوسط ج:۶ص:۲۱۸۔فتح القدیر ج:۲ص:۳،زاد المسیر ج:۲ص:۳۸۲،احکام القرآن جصاص،ج:۴ص:۱۰۲،باب نماز میں معمولی فعل،روح المعانی ج:۶ص:۱۶۷،شواہد التنزیل،حاکم ج:۱ص:۲۱۱۔۲۱۰۔۲۰۹،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۵۷،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں اور ج:۵ص:۳۰۳،عمر بن علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،کنز العمال ج:۱۳،ص:۱۰۸،حدیث:۳۶۳۵۴،و غیرہ منابع،

اسی طرح پیغمبرؐ نے بھی ولایت علیؑ یہ کہ کے ثابت کی ہے کہ((میرے بعد علی ہی تمہارے ولی ہیں))[1]بلکہ نبیؐ نے علیؑ کو مومنین پر ان کے نفوس سے بھی اولی قرار دیا ہے،حدیث غدیر آپ کے سابقہ سوالوں کے ساتویں سوال کے جواب میں گزر چکی ہے،حدیث غدیر کے سیاق سے امیرالمومنینؑ کی امامت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اولی بالمومنین صرف وہی ہو تا ہے جس کے اندر مومنین کی قیادت کی صلاحیت ہو پس ثابت ہوا کہ امامت کمل ہو ہی نہیں کتی جب تک امام کو ماموم پر اولیت نہ حاصل ہو،اس کتاب کے مقدمہ میں اس سلسلے میں گفتگو ہوچکی ہے،اس کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو خاص طور سے علیؑ اور عام طور سے اہل بیتؑ کے حق میں وارد ہوئی ہیں۔

فضائل علیؑ و اہل بیتؑ میں،میں نے یہ آیتیں اور حدیثیں پیش کردی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان تمام آیات و احادیث کے حوالہ اسناد بھی پیش کروں گا اور یہ کہ ہر حدیث و آیت کا مدلول کیا ہے؟اور ان آیات و احادیث پر کیا اعتراضات ہوئے ہیں؟دشمنان اہل بیتؑ نے جو ان حدیثوں کے رخ کو موڑنا چاہا ہے اس کے مفہوم میں تحریف کی ہے اور شیعوں نے جو اس کے جوابات دیئے ہیں ان تمام باتوں کو میں اس وقت عرض کرنے کی حالت(پوزیشن)میں نہیں ہوں،اگر یہ سب کچھ لکھا جائے تو کئی جلد کتابیں تیار ہوجائیں گی اور گفتگو بہت طویل ہوجائے گی،اس سلسلے میں ہمارے علمائے ابرارؒ نے جو کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور ان آیات و احادیث کی جو چھان بین کی ہے وہی کافی ہے،میں نے بہت اختصار و اجمال سے کام لیا ہے اور جو کچھ بھی عرض کیا ہے وہ سند اور حوالے کا محتاج نہیں ہے۔

----

(۱) مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۲۸،سنن کبری نسائی ج:۵ص:۱۳۳،کتاب خصائص خصوصیت علی بن ابی طالبؑ میں،المعجم الاوسط ج:۶ص:۱۶۳،مسند احمد ج:۵ص:۳۵۶،برید اسلمی کی حدیث میں،الفردوس بما ثور الخطاب ج:۵ص:۳۹۲،فتح الباری ج:۸ص:۶۷،تحفۃ الاحوذی ج:۱۰،ص:۱۴۶-۱۴۷،فیض القدیر ج:۴ص:۳۵۷،الاصابۃ ج:۶ص:۶۲۳،وہب بن حمزہ کے حالات میں،الریاض النضرۃ ج:۲ص:۱۸۷،تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۱۸۹،حالات علی بن ابی طالب،فضائل الصحابہ لابن حنبل ج:۲ص:۶۸۸،البدایۃ و النہایۃ ج:۷ص:۳۴۶-۳۴۴،

اسی طرح میرا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ ہر حدیث کے مدلول کی کوئی تعریف کروں کہ کونسی حدیث علیؑ اور اہل بیتؑ کی کس فضیلت پر دلالت کرتی ہے،بلکہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک انصاف پسند کو یقین آجائے کہ ایک طرف اہل بیتؑ اور علیؑ کے فضائل میں احادیث و آیات کا ذخیرہ موجود ہے جو متفق علیہ اور ناقابل انکار ہے،ان مضبوط دلیلوں کے مقابلے میں ابوبکر کی فضیلت میں ایک لولی لنگڑی اور مریض حدیث حادثۂ صلوٰۃ کی ہے،کیا ان مضبوط دلائل کو چھوڑ کے اس اپاج حدیث کی بنیاد پر ایک صاحب انصاف کی نظر میں علیؑ کو محروم اور ابوبکر کو خلیفہ تسلیم کرلینا صحیح ہے؟انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ان تمام باتوں کا ماحصل یہ ہے کہ حقائق آپ کے سامنے ہیں اور ہر انسان کو اختیار ہے کہ جو اسے اچھا لگے وہ اپنائے اور آثار و قرائن کی بنیاد جو واقعیت سے قریب معلوم ہو اسے اختیار کرے،البتہ مقصد رضائے پروردگار ہونا چاہئے اور خدا کے سامنے معقول عذر پیش کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئے اس لئے کہ ہم سب کو اسی کے سامنے پیش ہونا ہے اور اس کے سامنے کھڑے ہونا ہے،ارشاد ہوتا ہے((ایک دن آئے گا جب ہر نفس پنی انجام دی ہوئی نیکیوں کو اپنے سامنے موجود پائے گا اور جس نے برائیاں انجام دی ہیں وہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کے اور ان کے اعمال کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہوتا،اللہ اپنے آپ سے تمہیں ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے))[1]غالباً گذشتہ صفحات میں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے بھی یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ بعض مورخین کے مطابق عام مہاجرین و انصار کو اس معاملے میں ذرا بھی شک نہیں تھا کہ خلافت علیؑ کا حق ہے اور علیؑ ہی پیغمبرؐ کے بعد صاحب امر ہیں،جیسا کہ اہل بیتؑ اور ایک بڑی جماعت بھی یہ سمجھ رہی تھی کہ خلافت اہل بیتؑ کا حق ہے اور اہل بیتؑ میں بھی خاص طور سے علیؑ کا۔

---

(۱)سورہ آل عمران آیت۳۰

خلافت ایک اہم منصب ہے،اس کی طرف صرف اشار کرنا کافی نہیں ہے

۴۔خلا کی اہمیہ کے پیش نظر صرف اس کی طرف اشارہ و تلمیح سے کام ے کر خلیفہ کا معین کرنا کافی نہیں ہے،خصوصاً اس لئے بھی کہ یہ منہ ب اپنے اندر اتنی چمک اور کشش رکھتا ہے کہ ہر ایک کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہو کتی ہے اور کوئی بھی اس کی طمع کر تا ہے۔

یہاں تو لوگ نصوص صریحہ کی تاویل کرنے سے باز نہیں آتے بلکہ ان کو اپنے مقصد کے مطابق توڑ مروڑ کے تحریف کرکے ان کے رخ کو اپنی طرف موڑ دیتے ہیں اور اصل منصوص بالخلافۃ کو محروم کردے رہے ہیں پھر اشارے کنائے کی کیا حیثیہ ہے؟اشاروں سے غافل رہنا تو آسان ہے،جس طرح اشاروں سے کھیلنا آسان ہے،بلکہ اس طرح کے اہم امور میں اشاروں پر اکتفا کرنا تو فتنوں کو جنم دیتا ہے امہ میں اختلاف کا سبب بنتا ہے،امہ کو وادی یرت و ضلال میں ڈال دیتا ہے،حالانکہ اسلام کی مضبوط شریعہ ان کمزوریوں سے پاک ہے اور اسلام کا عظیم نبیؐ ان نقائص سے منزہ ہے۔

حقیقت کا شبہات سے پاک ہونا ضروری ہے

سابقہ سوالوں کے جواب میں یہ بات رض کی جاچکی ہے کہ حقیقہ روشن ہوتی ہے،اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی،اس لئے کہ خداوند عالم نے اس کے لئے حجہ کا فیہ کا انتظام کیا ہے،جس سے انکار وہی کرے ا جس کو حق سے دشمنی ہوگی یا پھر وہ انکار کرے گا جو حق کو محبہ غفلہ اور سستی کی وجہ سے ٹالنا چاہتا ہے اور خدا کے نزدیک ان دونوں کے پاس کوئی عذر نہیں ہے ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ اس لسلے میں کافی وقہ نظر کے ساتھ حقیقہ کا یقین اور اس کی حد بندی کرلیں گذشتہ باتوں کی بنیاد پر ہم اس حقیقہ تک پہنچ تے ہیں،لیکن اس کے ان مضامین کا بلکہ اکثر مضامین کا تذکرہ کرنا بہتر ہے۔

دعوتِ اصلاح کے راستے میں رکاوٹیں

اصلاحی دوتوں کو بہ سی رکاوںوں اور مشکلوں کا سامان کرنا پڑتا ہے،یہ مشکلات د وت کی نشر و اشاعت کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہیں اور سماج کے ہر طبقہ تک نہیں پہنچنے دیتی ہیں یہ مشکلیں د وت کے اوامر و نواہی میں مانع ہوتی ہیں اور ان کی تنفید نہیں ہوپاتی،اِ ا یا تو د وت کی کمزوری کی و ہ سے ہوتا ہے یا وہ خارجی وامل ہیں جن کی و ہ سے د وت کے پھیلنے میں تاخیر،بلکہ تعویق ہوتی ہے۔

سب سے بڑی رکاوٹ خود اہل دعوت کا داخلی اختلافات ہوتا ہے

د وت اصلاح کے لسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ اہل د وت کا داخلی اختلافات ہوتا ہے جو ان کے ذاتی اجتھاد کا نتیجہ ہوتا ہے یا پھر یہ کہ لوگ جان بوجھ کے اپنے اغراض و اہداف کے مطابق ان کی تحریف کرلیتے ہیں اور د وت کو اس کی حدوں سے باہر نکال دیتے ہیں تا کہ اس تحریف سے وہ مقاصد حاصل ہو کیں جو د وت کے خلاف یا اس کو نقصان پہنچانے والے ہیں،اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ داخلی اختلافات اور ذاتی اجتھاد کی و ہ سے خود د وت کا چہرہ مسخ ہوجاتا ہے اور اصلاح کی د وت کو موت آجاتی ہے۔

اختلاف و افتراق ہی کے درمیان آسمانی مذہب کی جانچ ہوجاتی ہے

آسمانی مذہب کی جانچ پرکھ تو اسی اختلاف و انتراق پر منحصر ہے،اس لئے آسمانی مذہب کسی بھی کمی یا نقص سے پاک ہوتا ہے،کیونکہ آسمانی مذہب اس خدائے واحد و عادل کی طرف سے صادر ہوتا ہے،جو مدبر،لطیف خبیر،علیم اور حکیم ہے۔[(۱)]((گوشہ چشم کے اشاروں کے ساتھ دلوں کے حالات بھی جانتا ہے))اس کی نظر سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے[(۲)]اور وہ ہر چیز پر محیط ہے اس پروردگار کی طرف سے جو بھی نظام آئے گا وہ اسکا مشروع کیا ہوا ہوگا،سب سے کامل نظام ہوگا اور جہاں بھی وہ نظام بھیجا جائے گا وہاں کے ماحول کے مطابق ہوگا۔

----

(۱)سورہ غافر آیت:۱۹ (۲)سورہ سبا آیت:۳

قرآن مجید،اختلاف سے بچنے کی سخت ہدایت کرتا ہے

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اختلاف و افتراق سے بچنے کی سخت تاکید کرتا ہے اور وحدت اور اتفاق کی پر زور دعوت دیتا ہے ارشاد ہوتا ہے((اور خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور اختلاف نہ کرو))[۱]دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:ان کے جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور روشن نشانیاں آنے بعد متفرق ہوگئے،ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔[۲]

پھر ارشاد ہوتا ہے : وہ لوگ جو اپنے دین میں تفرقہ پیدا کرکے ایک الگ گروہ بناتے ہیں آپ ان سے کوئی مطلب نہیں ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے ، پھر انھیں بتایا جائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں [3]

نبی کا اعلان کہ امت میں فرقے ہوں گے

اس کے ساتھ ہی پیغمبر اعظمؐ نے بھی بارہا اعلان کیا کہ امت میں اختلاف ہوگا اور فرقے پیدا ہوجائیں گے ٹھیک اسی طرح جیسے سابقہ امتوں میں اختلاف ہوچکا ہے،آپ نے فرمایا:یہودیوں کے اکہتر فرقے ہوئے ایک جنتی بقیہ جہنمی ہیں،نصرانیوں کے بہتر فرقے ہوئے ایک جنتی اور اکہتر جہنمی ہیں اور یہ(میری)امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی،بہتر جہنمی اور ایک جنتی ہوگا۔[۴]

---

(۱)سورہ آل عمران آیت:۱۰۳

(۲)سورہ آل عمران آیت:۱۰۵

(۳)سورہ نعام آیت:۱۵۹

(۴) مجمع الزوائد ج:۶ص:۲۳۳،کتاب قتال اہل بغی باب خوارج اور ج:۷ص:۲۵۸،کتاب فتن،باب امتوں کا مختلف فرقوں میں بٹ جانا،اور سنتوں کی پیروی کرنا،تفسیر قرطبی ج:۴ص:۱۶۰،تفسیر ابن کثیر ج:۲ص:۸۷،سنن درامی ج:۲ص:۳۱۴،کتاب سیر باب امتوں کا آپس میں فرقہ فرقہ ہونا،مصابیح الزجاجۃ ج:۴ص:۱۷۹،کتاب فتن،امتوں کا آپس میں بٹ جانا،مسند ابی یعلی ج:۶ص:۳۴۱،وہ روایات جو ابونضرہ بن انس سے کی ہے، معجم الکبیر ج:۸ص:۲۷۳،اعتقاد اہل سنۃ ج:۱ص:۱۰۳،السنۃ لابن عاصم ج:۱ص:۳۲،الترغیب و الترھیب ج:۱ص:۴۴،حلیۃ الاولیاء ج:۳ص:۲۲۷)

یہ روایت ان حدیثوں کے مطابق ہے جو سرکار دو عالمؐ سے تواتر کے ساتھ وارد ہوئی ہیں(کہ امہ مسلمہ سابقہ امتوں کے راستے پہ‍ر چلے گی)حدیث میں ہے کہ(بیشک تم ضرور پیروی کروگے اپنے پہلے والوں کے قدم بہ قدم اور دس بہ دس ،اگر وہ بجوکے سوراخ میں بھی داخل ہوتے تھے تو تم بھی داخل ہوگے)راوی نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی مراد گذشتہ لوگوں سے یہود و نصاری ہیں؟آپ نے فرمایا پھر کون؟[1]

اس لئے سابقہ امتوں کے انتراق میں شک کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے،قرآن مجید بہ وضاحت سے ان کے اختلاف پر روشنی ڈالتا ہے۔

مسلمانوں کو فتنوں سے ڈرایا گیا اور انہیں خوف دلایا گیا

انتراق امہ کی پیش گوئی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو اکثر فتنوں سے ڈرایا گیا اور ان کے برے انجام سے آگاہ کیا گیا،انہیں بتایا گیا کہ ان کا امتحان لازمی ہے اور آزمائش حتمی ہے،ارشاد ہوتا ہے کہ:((وہ لوگ جو امر الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ انہیں یا تو کوئی فتنہ دبوچ لے گا یا وہ عذاب الیم سے دوچار ہوجائیں گے))۔[2]ایک مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:اس فتنہ سے ڈرو جو خاص ان لوگوں کو نہیں پہنچے گا جنھوں نے ظلم کیا ہے اور یہ جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے[3]اور پھر ارشاد ہوا:محمد نہیں ہیں گر رسول ان کے پہلے بھی رسول گذرچکے ہیں،پس اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو کیا تم اپنے پچھلے مذہب پہ‍ر واپس ہوجاؤگے؟اور جو اپنے پچھلے پیروں واپس ہوگا اس سے خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا،خدا عنقریب شکرگذاروں کو جزا دے گا۔[4]ارشاد

---

(۱) صحیح بخاری ج:۶ص:۲۲۶۹،اور ج:۳ص:۱۲۷۴، سنن ابن ماجہ ج:۲ص:۱۳۲۲،کتاب فتن،امتوں کا آپس میں فرقہ فرقہ ہونا،مجمع الزوائد ج:۷ص:۲۶۱،مستدرک علی صحیحین ج:۱ص:۹۳، صحیح ابن جبان ج:۱۵ص:۹۵،مسند احمد ج:۲ص:۵۱۱۔۳۲۷،مسند ابی ہریرہ ج:۳ص:۸۹،مسند طیالسی ج:۲ص:۲۸۹،

(۲)سورہ نور آیت:۶۳ (۳)سورہ انفال آیت:۲۵ (۴)سورہ آل عمران آیت:۱۴۴

خداوند ہوا کہ((کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انھیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اور آزمایا نہیں جائے گا؟اس سے پہلے بھی ہم لوگوں کو آزماچکے ہیں اور اللہ تو جانتا ہی ہے کہ ان میں جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے؟[1]ایک مقام پر خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے((اللہ مومنین کو اسی حال میں نہیں چھوڑ دے گا جب تم ہو یہاں تک کہ خبیث اور طیب الگ ہوجائے اللہ تمہیں غیب کی خبر نہیں دینے جارہا ہے۔[2]

سرکار دو عالمؐ نے فرمایا:ہمارے بعد کا فر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو))اور حدیث حوض میں آپ نے ارشاد فرمایا:

لیکن تم نے میرے بعد بہت سے ترکتیں انجام دیں اور پچھلے مذہب پر رجعت قہری کر بیٹھے))اس کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو آپ کے سابقہ سوالوں میں سے دوسرے سوال کے جواب میں پیش کی جاچکی ہیں۔

اختلاف کے نتائج سے آگاہ کیا گیا اور اس کے خطروں سے خبردار کیا گیا

کسی بھی حقیقت پسند انسان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ فتنوں سے بچنے کے لئے اور اختلاف سے پرہیز کی ہدایت کے لئے جو آیتیں اور احادیث وارد ہوئی ہیں ان کے مضامین بہت سخت ہیں اور ان میں بھیانک نتائج سے متنبہ کیا گیا ہے مثلاً جو لوگ اس فتنے میں لوث ہوں گے انھیں انقلاب پذیر،مرتد،خبیث اور کافر جیسے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے،یہ فیصلہ کردیا گیا ہے کہ جو حق کی مخالفت کرکے کوئی فرقہ بنائے گا وہ اپنے فرقہ کے ساتھ جہنم میں جائے گا اس لئے کہ فرقہ حق سے خروج کے بعد کفر سے الحاق لازمی ہے،جو خسران اور ہلاکت کا سبب ہے،صرف اسلام کی ظاہری صورت اور اس کا اعلان دوت کسی بھی طرح نفع بخش نہیں ہوگا۔

----

(۱)سورہ عنکبوت آیت:۲۔۳

(۲)سورہ آل عمران آیت:۱۷۹

قرآن مجید نے سابقہ امتوں کے کردار کو مقام مثال میں رکھ کے سمجھایا ہے ارشاد ہوا:اور ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جنھوں نے فرقے بنائے اور روشن آیتیں آنے کے بعد بھی اختلاف کر بیٹھے،ان کے لئے تو بڑا عذاب ہے،اس دن کچھ چہرے نورانی اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اب اپنے کفر کا مزہ چکھو اور جن کے چہرےنورانی ہوں گے وہ تو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے اور ہمیشہ رحمت میں ہی رہیں گے۔(۱)

ارشاد خداوندی ہوا کہ:((اللہ چاہتا تو وہ لوگ جنھوں نے دلیلیں آنے کے بعد بھی آپس میں قتال کیا نہ کرتے لیکن انھوں نے اختلاف کیا پس ان میں سے کچھ تو مومن ہی رہے اور کچھ کافی ہوگئے))۔(۲)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:((اس سے اختلاف کرنے والے تو صرف بغاوت کی بنا پر اختلاف کر رہے ہیں اس لئے کہ یہ اختلاف،ان کے پاس نشانیاں آنے کے بعد شروع ہوا ہے،پس صاحبان ایمان کو تو اللہ نے ہدایت پر باقی رکھا اور اس اختلاف سے انھیں اپنی اجازت سے بچائے رکھا اور اللہ جسے چاہتا ہے راہ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے))(۳)

خطرناک اختلاف کے پیش نظر واضح و آشکار حجت کا ہونا لازم ہے

دین میں اختلاف،ایک خطرناک اختلاف ہے،دین میں فرقہ بندی ایک بہت ہی نقصان دہ عمل ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کے خلاف واضح حجت اور کافی مواد موجود ہوتا کہ اگر کوئی دین سے خارج ہوجائے تو روز قیامت یہ عذر نہ پیش کرسکے کہ ہم کیا کریں؟سمجھ نہیں پائے بلکہ دلیلیں اتنی واضح ہونی چاہئیں کہ جو دین سے خارج ہوتا ہے وہ صرف اپنے دل کی گندگی و شقاوت ہی کی بنیاد پر نکلے یا پھر

----

(۱)سورہ آل عمران آیت:۱۰۵۔۱۰۷

(۲)سورہ بقری آیت:۲۵۳

(۳)سورہ بقری آیت:۲۱۳

پھر اس و ہ سے کہ وہ چمگاڈر کی طرح اندھا ہی رہنا چاہتا ہے اور حق کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا اس کے سامنے سورج موجود ہے لیکن آنکھوں کو بند کئے پڑا ہے،سچائی سے غفلت یا تو اندھی تقلید کی و ہ سے ہے یا بےجا تعصب کی و ہ سے یا کوئی ایسا سبب ہے جسے کوئی معقول عذر نہیں کہا جا تا۔ ارشاد درب العزت ہوتا ہے((ہم نے جہنم کے لئے بہت سے ایسے ان و جنات پیدا کئے ہیں جن کے پاس آنکھیں ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں تے،کان ہے لیکن وہ سنتے نہیں ہیں،دل رکھتے ہیں لیکن سمجھاتے نہیں،وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ،اصل میں وہ غافل لوگ ہیں۔[1]

آپ جانتے ہیں کہ انبیا کی بیعثت کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ حق پر حجۃ کا فیہ قائم ہوجائے،ہدایت کی علامتیں اور ایمان کے راستے واضح ہوجائیں تا کہ ان جہنم سے بچنے اور جنت کے حاصل کرنے کا طریقہ جان ے،((تا کہ جو ہلاک ہو وہ بغیر دلیل کے ہلاک نہ ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے))[2]((اور تا کہ پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کو خدا کے خلاف کوئی حجت میسر نہ ہو))[3]ارشاد خدائے تعالی ہوتا ہے:((خدا کسی قوم کی ہدایت کرنے کے بعد گمراہ نہیں کیا کرتا،جب تک ان چیزوں کو واضح نہ کردے جن سے انھیں ڈرنا ہے،اللہ تو ہر چیز سے واقف ہے))[4]

اسی طرح کے مضامین آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے مستفاد ہوتے ہیں جب اللہ یہ کہہ چکا ہے،خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور فرقے نہ بناؤ[5]اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ((بیشک یہ میرا راستہ ہے جو بالکل سیدھا ہے،پس اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو،ورنہ تم خدا کے راستہ سے الگ ہوجاؤگے،اللہ اسی بات کی تم سے سفارش کرتا ہے تا کہ تم صاحب تقوی ہوجاؤ))۔[6]

---

(۱)سورہ اعراف آیت:۱۷۹ (۲)سورہ انفال آیت:۴۲

(۳)سورہ نساء آیت:۱۶۵

(۴)سورہ توبہ آیت:۱۱۵

(۵)سورہ آل عمران آیت:۱۰۳

(۶)سورہ انعام آیت:۱۵۳

تو جب فرقہ بنانا اور اختلاف پیدا کرنا اتنا بڑا گناہ اور خطرناک عمل ہے تو کیا رفع اختلاف کے لئے یہ کافی ہے کہ حق کو . م چھوڑ دیا جائے کہ حبل متین کو شک کے تانے بانے میں الجھا دیا جائے یہ نہ بتایا جائے کہ حبل متین سے اعتصام کیسے ہوگا؟صراط مستقیم کیا ہے؟اور اس کی پیروی کرنے والوں کے لئے کیسے تحقق ہوگا؟سب کچھ تشنہ تفسیر رہے اور لوگوں کو اپنے طور پر اجتھاد کرنے کی کھلی چھوٹ مل جائے اس کے بعد پھر ہر فرقہ یہ د وی کرنے لگے کہ حق تو فقط اسی کے پاس ہے اور دوسرے افراد باطل وا سے ہیں نہیں:بلکہ حق یہ ہے کہ خداوند عالم عادل اور کریم ہے،وہ کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے بندے جہنم کے ایندھن بنیں،وہ یہ نہیں چاہتا کہ بندوں کے پاس جہالت کو رفع کرنے کے لئے واضح حج نہ ہو اور قطعی عذر نہ ہو،خدا نہیں چاہتا ہے کہ حق کے بارے میں شک کی تھوڑی سی بھی گنجائش باقی رہ جائے اور نہ اتنا پیچیدہ ہوجائے کہ اصول کے بارے میں اجتھاد،تلاش،نور و فکر کی ضرورت محسوس کی جائے۔

یہ تمام باتیں اس لئے رض کررہا ہوں تا کہ آپ کو اس بات کا یقین ہوجائے کہ جب لوگ حقیقۃ سے اختلاف کی کوشش کرتے ہیں اور حق کو شک کے گھیرے میں لیکر بحث و مناظرہ کرتے ہیں تو حق کے پاس اپنے ثبوت کے لئے بہ۔ ہی محکم دلیلیں اورروشن نشانیاں ہوتی ہین جن سے انکار کی بنیاد صرف دشمنی یا سیاہ بختی ہی ہو سکتی ہے۔

اس بات کی مزید تائید خداوند عالم کے اس قول سے ہوتی ہے ارشاد ہوا((ان کے جیسے نہ ہوجانا جو دلیلیں آنے کے بعد بھی فرقہ بن گئے اور اختلاف کر بیٹھے[1]اس لئے کہ اختلاف و فرقہ بندی سے روکنے کے لئے کافی دلیلیں موجود تھیں اگر وہ لوگ اس کی پیروی کرتے اور عمداً ان دلیلوں کو نظرانداز نہ کرتے تو حق تک بہرحال پہنچ تے تھے۔

خود سرور کائنات ؐ نے ارشاد فرمایا کہ:میں نے تمہیں روشنی میں کھڑا کردیا ہے،اس(روشنی)میں لا کے چھوڑا ہے جس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں،اس کے باجود بھی گمراہ نہیں ہوگا گر وہ

----

(۱)سورہ آل عمران آیت:۱۰۵

جس کے مقدر میں ہلاکت ہے۔[1]

اس لئے کہ حق واضح اور روشن ہے اگر امت خلوص دل سے طلب کرنے کی کوشش کرے تو ہرگز محروم نہیں رہے گی،فتنہ پرور راتیں اور امتحان کے اندھیرے شبہ کی تاریکیاں،حق پر پردہ نہیں ڈال سکتی ہیں اور حق کی علامتوں کو ضائع کر سکتی ہیں نہ اس کے آثار مٹا سکتی ہیں،بشرطیکہ چشم بینا اور گوش شنوا ہو۔

اختلاف کا سب سے بڑا سبب ریاست طلبی ہے

حق تو یہ ہے کہ اختلاف اور فرقہ بندی کا سب سے بڑا سبب اقتدار و حکومت ہے،لوگوں پر حکومت کرنے کی خواہش اور انسانوں پر تسلّط حاصل کرنے کا جذبہ وہ ہے جس کی وجہ سے دعوت اصلاح دینے والوں کے درمیان اختلاف اور انتشار پیدا ہوتا ہے

۱۔ہر انسان میں فطری پر حکومت و اقتدار کی خواہش ہوتی ہے اور کبھی کبھی یہ جذبہ بہت شدید ہوجاتا ہے،نتیجہ میں انسان حکومت وقت سے اختلاف کر کے اپنا ایک الگ گروہ بنا لیتا ہے

۲۔حق بہرحال تلخ ہوتا ہے اور حق کی حکومت کو عام انسان برداشت کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہے حالانکہ دعوت اصلاح کا پہلا اصول حکومت حقہ کا قیام اور حق کا نفاذ ہے،ظاہر ہے کہ حق کو اکثریت برداشت نہیں کر پاتی اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کردیتی ہے چونکہ اصول پرست افراد جو حکومت حقہ کے ذمہ دار ہوتے ہیں،وہ حرف بہ حرف قانون کے پابند ہوتے ہیں اور قانون کی پابندی کرنا چاہتے ہیں،یہ بات بھی عام لوگوں پر گراں گذرتی ہے۔

اسی کی طرف عمر بن خطاب نے اشارہ کیا تھا،جب امر خلافت کے سلسلے میں ابن عباس

---

(۱)مسند احمد ج:۴ص:۱۲۶،تفسیر قرطبی ج:۷ص:۱۳۸،مستدرک علی صحیحین ج:۱ص:۱۷۵،السنة لابن ابی عاصم ج:۱ص:۱۹،معجم الکبیر ج:۱۸ص:۲۴۷۔۲۵۷،مصباح الزجاجة ج:۱ص:۵۔

سے ان کی گفتگو ہورہی تھی تو عمر نے کہا تھا:خدا کی قسم اے ابن عباس!بے شک تمہارے چچازاد بھائی علیؑ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں لیکن قریش ان کو برداشت نہیں کرپائیں گے،اس لئے کہ اگر انھیں حاکم بنادیا جائے تو وہ قریش کو حق کی تلخی کا مزہ چکھا کے رہیں گے،ان کی حکومت میں رخصت کی گنجائش نہیں ہوگی،نتیجہ میں لوگ ان کی بیعت توڑ دیں گے اور ان سے جنگ کرنا شروع کردیں گے۔(۱)امام جماعت ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس آدمی کے اندر امامت عامہ کی بھی صلاحیت ہے۔

اسلام میں پہلا اختلاف سلطنت ہی کے لئے ہوا اور یہ سب سے خطرناک اختلاف تھا

یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ سب سے بڑا اور سب سے پہلا اختلاف جو امت اسلامیہ میں پیدا ہوا وہ خلافت و امامت کے سلسلے میں ہوا اور مصیبت یہ ہے کہ جب ہی حضور اکرمؐ کی وفات ہوئی اس عظیم اختلاف میں امت مبتلا ہوگئی۔

امامت اور خلافت کے موضوع پر صدر اسلام میں اتنے فتنے پیدا ہوئے،وہ چیخ پکار مچی اور اتنا ہنگامہ ہوا کہ جو بیان کے لائق نہیں ہے،یہاں تک کہ مخالفین اسلام بھی مسلمانوں پر طعن و تشنیع کرنے لگے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

لہذا ہمیں اس بات پر غور کرنا بہت ضروری ہے کہ جب امامت اسلام کا سب سے اختلافی مسئلہ ہے تو اللہ نے اسے تشنہ تفسیر نہیں چھوڑا ہوگا بلکہ اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اور اس میں گنجائش اختلاف ہونے کی وجہ سے اللہ نے سب سے زیادہ اسی کی وضاحت پر زور دیا ہوگا،اس مسئلہ کی شرعی حیثیت اور قانونی اہمیت کے پیش نظر اس کو سب سے زیادہ روشن،واضح صاف اور کھلا

---

(۱)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۵۹،عمر بن خطاب کے ایام میں

ہوا ہونا چاہئے کہ یہ فتنہ انگیز راتوں میں بھی سورج کی طرح چمکتا ہوا نظر آئے تا کہ اتمام حجت کے بعد بھی اگر کوئی اختلاف کرے،روشن دلیلوں کے بعد بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی سے کام لے،حجتوں کے غلبے کے باوجود اگر کوئی اختلاف پر اصرار کرے تو زمانہ اعتبار فوراً یہ فیصلہ کرے کہ اس اختلاف کے نتیجہ میں مخالف کو صرف گمراہی،ہلاکت ،ہمیشہ کا نقصان اور جہنم کا ٹھکانہ نصیب ہوگا۔

اسلام،معرفتِ امام کو سختی سے واجب اور اس کی اطاعت فرض قرار دیتا ہے

مندرجہ بالا مضمون کی تائید میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جیسے((جو مرجائے اور اپنے امام وقت کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے))یا((جو بغیر امام کے مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے))اسی طرح کی بہت سی حدیثیں جو سابقہ سوالوں کے چوتھے سوال کے جواب میں گذرچکی ہیں۔

ان احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ امام کو نہ پہچاننے والا سخت سزا کا مستحق ہے،بلکہ ہلاکت کا حقدار ہے اور امام وقت کو امام تسلیم نہ کرنے سے اور اس کا یقین نہ رکھنے سے مخالف امام کے خلاف حجت واضحہ قائم ہوجاتی ہے،جس حجت سے ٹلنا ناممکن ہے اور جہالت کا عذر ناقابل قبول ہے۔

حاکم برحق کی مادی کمزوری یہ ہے کہ وہ قانون شرع میں رعایت نہیں کرتا

خصوصاً حاکم صالح کی اصول پسندی جس کی وجہ سے وہ نظام الٰہی کو چلانے کی ذمہ داری کا حامل ہوا،اس کو اجازت نہیں دیتی کہ حکومت کو برقرار رکھنے کے لئے اور اپنی سلطنت کو چلانے کے لئے شریعت کے معاملے میں نرم پالیسی اختیار کرے اور سیاست سے کام لے اور یہی اس کی مادی کمزوری ہے جسے اگر وہ دور کرنا چاہے تو اسے دین سے سودے بازی کرنی پڑے گی اور اس کے بدلے میں قانون الٰہی کو اس کی تمام وضاحتوں کے ساتھ چھوڑ دینا پڑے گا،دین کی سختی اور تیزی جس کے اوپر عمل کے مطابق وعد و وعید کا ترتب ہوتا ہے اسے چھوڑنی پڑے گی،لیکن اس کی اصول پسندی اس بات کو گوارہ

نہیں کرے گی بلکہ وہ تو نفاذ قانون میں اتنا سخ ہوتا ہے کہ اہل دین تقوی اور اپنے خاص لوگوں کو بھی شریعہ کے حدود سے آگے نہیں بڑھنے دیتا،اگر پہ وہ لوگ اس کی د وت کا اعلان کرنا چاہتے ہیں اور حق سے تمسک بھی رہتے ہیں،لیکن وہ انھیں دین کی حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتاتا کہ ان کے ذریعہ وہ دوسروں پر حجہ قائم کرے اور انہیں اہل دین کو ایک نمونہ بنا کے پیش کرسکے۔

ناممکن ہے کہ نبیؐ نے امامت کی طرف صرف اشارے پر اکتفا کی ہو

اسی و ہ سے یہ بات عقل میں نہیں آتی اور عام آدمی اسے ناممکن سمجھتا ہے کہ نبیؐ نے امر خلا کی وضاحت کے لیئے صرف تلمیحات،اشارات اور کنایات پر اکتفا کیا ہے،صورت مسئلہ کا تو تقاضا یہ ہے کہ یہاں بیان صریح ہونا چاہئے اور ایسی وضاحت ہونا چاہئے جس میں شک کی کوئی گنجائش اور اشتباہ کا کوء شائبہ بھی نہ رہ جائے کہ اگر کوئی حد سے نلے بھی تو مح اپنے عناد اور د شمنی کی و ہ سے یا پھر وہ ای ا جاہل ہو جس کی جہالت کا عذر ناقابل قبول ہو،آپ نے ابھی جو فرمایا کہ حادثہ صلواۃ میں امام ابوبکر کی طرف اشارہ لیتا ہے تو آپ کو یہ جاننا چاہئے کہ مسئلہ امام ،اشارات و کنایات سے حل ہونے والا نہیں ہے،اس کے لیئے تو واضح اور روشن دلیل چاہئے۔

ا لام کے پاس ایسے نظام کا ہونا ضروری ہے جو خلافت کی تکمیل کرتا ہو!

۵۔پانچویں بات یہ ہے کہ امر خلا اسلام کا سب سے اہم مسئلہ بھی ہے اور سب سے زیادہ الجھا ہوا مسئلہ بھی ہے،یہ ناممکن ہے کہ نبیؐ نے صرف ابوبکر کی امام کی طرف اشارہ کو کافی سمجھا ہو یا کسی دوسرے شخص کی طرف اشارہ کردیا ہو،بلکہ کسی ایک شخص کو امام معیّن کرنا بھی کافی نہیں ہوگا چاہے کتنی ہی وضاحت کے ذریعہ معیّن کیا جائے۔

یہاں تو ضرورت ایک ایے نظام کام کی ہے،ایک ایے پیمانے کی ہے کہ جو پیمانہ ہمیشہ ہمیشہ تک قائم رہے کہ جب بھی کوئی امام دنیا سے اٹھے دوسرے امام اسی اصول و ضوابط کے معیار پر معیّن

ہوجائے یعنی ایک معیار ہونا چاہئے جس کے مطابق امام کی شناخت ہوسکے،نظام بھی ایسا ہو جو واضح دلیلوں اور روشن حجتوں کا حامل ہو جس سے مسلمان کسی بھی دور میں اختلاف نہ کرسکے اور جس کی مخالفت کے لئے کوئی عذر نہ پیش کرسکے،چونکہ اسلام رہتی دنیا تک باقی رہے گا اس لئے وہ نظام جس کے معیار پر خلیفہ کا تعیّن ہوتا ہے،اسے بھی اتنا پائدار ہونا چاہئے کہ وہ رہتی دنیا تک قائم رہے۔

آپ کے سابقہ سوالوں کے چوتھے سوال کے جواب میں یہ تمام باتیں عرض کی جاچکی ہیں،ظاہر ہے کہ انہیں دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے،جو حق کو پہچاننا چاہتا ہے،حقیقت تک پہنچنا چاہتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ ان عبارتوں کا مطالعہ کرے۔

آپ کے سوالوں کا یہی جواب ممکن ہوسکا ہے،میں اللہ سے مدد اور توفیق،تسدید اور تائید کا سوال کرتا ہوں،وہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین وکیل ہے۔

سوال نمبر۔۷

کیا یہ صحیح ہے کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہی معاملات زندگی اور ضروریات دین کے علم سے مخصوص ہیں،دوسرے لوگ نہیں،جب کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ((آج میں نے تمہارے دین کو کامل کیا،تم پر نعمتیں تمام کیں اور میں تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہوا،[1]

جواب:۔اس سوال کے جواب میں چند باتیں عرض کی جارہی ہیں

ائمہؑ کا علم دین سے اختصاص اکمال دین کے منافی نہیں ہے

ا۔پہلی بات یہ کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کا اختصاص بالعلم،اکمال دین کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ اکمال دین کا مطلب ہے اس کے تمام احکام کی تشریع ہونا اور امت کے حق میں اسے صحیح قرار دینا،لیکن لوگوں تک اس دین کا پہنچنا اور اس کی تبلیغ معنائے اکمال سے خارج ہے،یہ تو ایک الحاقی مرحلہ ہے جو قانون بننے اور اس قانون کو صحیح قرار دینے کے بعد کی ضرورت ہے۔

مثلاً ہمارے اس دور میں بھی قانون ساز اسمبلی یا کونسل قانون بناتی ہے اور تا امکان ایسے قوانین(جو ضروریات انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کامل صلاحیت رکھتے ہیں)وضع کرتی ہے،پھر اس قانون کو میڈیا کے حوالے کرتی ہے تا کہ اس کا اعلان سرکاری نشریوں میں یا ریڈیو و غیرہ پر ہوجائے کیونکہ قانون بنانے کا فائدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک قانون لوگوں تک پہنچا نہ دیا جائے تا کہ لوگ اس پر عمل کرنا شروع کردیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں،اب دین اسلام کی

(ا)سورہ مائدہ آیت۳

طرف آئیں،اللہ نے اسلام کا قانون وضع کیا،لیکن صرف قانون وضع کردینے سے لوگوں کو کای فائدہ ہوا؟اس لئے لطف الٰہی کے قاعدہ کو تسمیم کرتے ہوئے فرقہ امامیہ کہتا ہے کہ اس کی حکمت اور لطف و کرم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پیغمبروں اور اماموں کو بھیجے،یہ ارسال(انبیا و ائمہ علیہم السلام کا خدا کی طرف بھیجا جانا)اس پر واجب ہے،لیکن یہ ایک دوسری بات ہے اس کا اکمال دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔یعنی دین کا کامل ہونا اس کی تبلیغ پر موقوف نہیں ہے۔

اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ احکام دین کا مرجع کون ہے؟

لیکن اکمال دین کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امت کہ ہر فرد کو احکام دین سے واقف کرادیا جائے اور دین کا ہر فرعی حکم ان تک بلکہ ان میں سے ہر ایک تک پہنچا دیا جائے،بلکہ حصول علم کا امکان پیدا کردینا کافی ہے اور یہ امکان اس وقت بہرحال حاصل ہوجاتا ہے جب ائمہؑ کے بارے میں یہ مان لیا جاے کہ وہ اللہ سے علم حاصل کرتے ہیں اور ان کے پاس علم حاصل کرنے کا طریقہ اور ذریعہ موجود ہے،یہی وجہ ہے کہ وہ امت پر امام نصب کیے گئے ہیں،انھیں اللہ نے حلال اور حرام کی دلیل بنایا ہے،تشریع و احکام کی معرفت کا مرجع قرار دیا ہے،انھیں کو امت کے اوپر حجت کافیہ بنایا ہے تا کہ امت دین کے معاملات میں ان کی طرف رجوع کرے اور ان سے دین کو سمجھے۔

اسے یوں سمجھ لیجئے کہ دور نبیؐ میں بھی امت کے تمام افراد تو دین کے قوانین اور اس کے تمام احکام سے واقف نہیں تھے،دین کے تمام احکام کا علم تو صرف نبیؐ سے مخصوص تھا البتہ امت کے لئے یہ ممکن تھا کہ نبیؐ کی طرف رجوع کرکے دین کے احکام و قوانین کو حاصل کرے،اس لئے امت کو نبیؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا اور یہ کہ نبیؐ سے دین حاصل کریں۔

بلکہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک بھی عام مسلمان ہر دور میں احکام دین سے جاہل رہتا ہے وہ احکام جو کتاب و سنت میں بیان کردئے گئے ہیں اگر چہ سنت کے تعین میں اختلاف ہے،گر بہرحال مسلمان ان احکام سے ناواقف رہتا ہے اور جب تک ان فقیہوں کی طرف

رجوع نہیں کرتا جنہیں احکام دین میں دلیلوں کے ذریعہ صلاحیت استنباط حاصل ہے تو اسے دین کی معرفت نہیں ہو پاتی حالانکہ اس سے دین کے کامل ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ شیعوں کے نزدیک ائمہ اہل بیت ان فقیہوں سے زیادہ حقدار ہیں کہ امت ان کی طرف رجوع کرے،اس لئے کہ وہ معصوم عن الخطا ہیں اور ان پر بھروسہ کر کے امت کو کسی طرح کے نقصان کا امکان نہیں ہے جب کہ فقہا کی طرف رجوع کرنے سے بہت سے احکام میں امت نقصان اٹھاتی رہتی ہے،اس لئے کہ فقہا کا علم بہرحال ناقص ہے اور ان سے اکثر غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں اور اختلاف ہوتا رہتا ہے،جیسا کہ ظاہر ہے۔

البتہ اگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام بھی(معاذ اللہ)علم دین کو(جو ان کے پاس ہے)چھپانا شروع کردیں اور اس کے افادہ میں امت کے ساتھ بخالت سے کام لیں تو چونکہ علم دین ان کے لئے مخصوص ہے اس لئے ایسی صورت میں امت نقصان سے دوچار ہوگی اور علم سے محروم رہ جائے گی۔لیکن یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ ائمہ اہل بیت نے افادہ علم میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور طالبان علم سے کبھی اپنا علم نہیں چھپایا بلکہ وہ حضرات ہمیشہ امت کی رشد و ہدایت کے لئے تیار رہے اور ان کی خواہش رہی کہ امت کے اندر دین حقیقی کا طور و طریقہ اور مذہبی ماحول پیدا ہوسکے اس سلسلے میں دلیل کے طور پر مولائے کائنات کا وہ مشہور قول پیش کرتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے اپنے ہاتھوں سے کھودو![1]

اور اسی طرح کا اعلان امام جعفر صادق نے بھی فرمایا جو آپ کے تیسرے سوال کے جواب میں تحریر کیا جاچکا ہے۔

اب یہ الگ بات ہے کہ امت نے اپنے بادشاہوں اور سلاطین کے رعب و اثر میں آکے خود ہی ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے منھ موڑلیا،بلکہ ان پر زندگی تنگ کردی اور انہیں گوشہ نشین ہونے پر مجبور کردیا،نتیجہ میں امت ان کے خیر سے محروم رہی اور ان کے علوم و معارف سے فائدہ نہیں اٹھا سکی،

----

(۱)اس کا مدرک گذشتہ سوال نمبر تین کے جواب میں گذرچکا ہے

اس کے باوجود وہ حضرات اپنے پاکیزہ علم کو نشر کرتے رہے اور شیعہ ان سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب رہے،اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعوں کو ان کے علوم کا بہترین حصہ حاصل ہوا۔

آپ کے تیسری سوال کے جواب میں یہ بات عرض کی جاچکی ہے۔

جمہور اہل سنت کی روایتوں کے مطابق بھی بہت سے صحابہ علم میں ممتاز تھے

۲۔دوسری بات یہ ہے کہ جمہور اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ بہت سے صحابہ کو بعض علوم دینیہ میں خاص معرفت حاصل تھی اور شریعت کے کچھ احکام وہ انفرادی طور پر جانتے تھے،اہل سنت نے اس سلسلے میں حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔مسروق سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور ان سے حدیثیں لیتے تھے مسروق کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک دن ابن نمیر بیٹھے تھے تو ہم نے عبداللہ بن مسعود کا ذکر کیا عبداللہ بن عمر نے کہا:تم نے ایسے شخص کو یاد کیا ہے کہ جب سے میں نے پیغمبرؐ سے ان کے بارے میں ایک جملہ سنا ہے،اس وقت سے میں ان سے محبت کرنے لگا ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ:قرآن کو چار افراد سے حاصل کرو!آپ نے ابن ام عبد کے نام سے ابتدا کی پھر فرمایا:معاذ بن جبل،ابی بن کعب اور ابوحذیفہ کے غلام سالم۔[۱]

(ابن ام عبد سے مراد عبداللہ بن مسعود ہیں)

ابن غنم کہتے ہیں کہ ہم نے ابوعبیدہ اور عبادہ ابن صامت سے سنا،جب ہم عبداللہ کے پاس بیٹھے تھے،وہ دونوں کہہ رہے تھے:معاذ بن جبل انبیا کے بعد اولین و آخرین میں سب سے بڑے عالم ہیں اور بیشک اللہ ان کے ذریعہ ملائکہ پر فخر کرتا ہے[۲]

---

(۱) صحیح مسلم ج:۳،ص:۱۹۱۳،اور اسی طرح،ص:۱۹۱۴، صحیح بخاری ج:۳،ص:۱۳۷۲،ص:۱۳۸۵،ج:۴ص:۱۹۱۲،المستدرک علی صحیحین،ج:۳ص:۲۵۰،سنن الترمذی،ج:۵ص:۶۷۳،السنن الکبریٰ للنسائی،ج:۵ص:۹مسند احمد،ج:۲،ص:۱۸۹

(۲)المستدرک علی صحیحین،ج:۳ص:۳۰۴،سیر اعلام النبلاء،ج:۱ص:۴۶۰،کشف الحثیث ج:۱،ص:۱۷۸،لسان المیزان ج:۴،ص:۱۱۸

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دن عمر نے جابیہ میں خطبہ دیا اور کہا:اے لوگو!جو قرآن کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ ابی ابن کعب کے پاس جائے،جو فرائض کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ زید بن ثابت سے رجوع کرے،جو فقہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے،اور جو مال چاہتا ہے وہ میرے پاس آئے مجھے(عمر کے خیال کے مطابق)اللہ نے مال کا مالک اور اس کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔(۱)

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:عمر کے بارے میں یہ روایت صحیح ہے کہ انھوں نے کہا:جو فقہ چاہتا ہے وہ معاذ کے پاس جائے۔(۲)

یزید بن عمیر کہتے ہیں کہ جب معاذ ابن جبل مرنے لگے تو لوگوں نے ان سے کہا ابوعبدالرحمن ہمیں وصیت کرو،انھوں نے کہا مجھے بٹھادو،پھر بولے:علم اور ایمان کے مکانات ہیں جو انھیں تلاش کرے گا وہ حاصل کرے گا یہ بات تین مرتبہ کہی،پس علم چار آدمیوں سے طلب کرو، ویمر ابودردا سے، لمان فارسی سے،عبداللہ بن مسعود سے اور عبداللہ بن سلام سے،جو یہودی سے مسلمان ہوئے ہیں،میں نے پیغمبرؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہونے والے دس افراد میں دسویں ہیں۔(۳)

اب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آخر ان لوگوں کے د وائے اختصاص بالعلم پر آپ کو اعتراض کیوں نہیں ہے؟اور ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں اعتراض کیوں ہے؟۔ان لوگوں کا بعض علوم سے اختصاص کمال دین کے منافی کیوں نہیں ہے؟اور ائمہ اہل بیتؑ کا اختصاص کمال دین کا منافی کیوں ہے؟جب کہ ائمہ اہل بیتؑ کا علم ان کے جد امجد مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے میراث میں ملا ہے،وہ علیؑ جن کے بارے میں لونی کے د وی کو آپ غلط نہیں کہتے

---

(۱) مجمع الزوائد ج:۱ص:۱۳۵،مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۳۰۶،سنن کبری للبیھقی ج:۶ص:۲۱۰،سنن کبری للنسائی ج:۲ص:۱۵۶،

(۲)فتح الباری ج:۷ص:۱۲۶

(۳)مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۳۰۴، صحیح ابن حبان ج:۱۶ص:۱۲۲،سنن کبری للنسائی ج:۵ص:۷۰،مسند احمد ج:۵ص:۲۴۲

وہ صحابہ کے علما اور ان کے سادات میں شمار ہوتے ہیں اگر آپ اہل بیت کی ایک جماعت شیعوں کے اس دعوے کو قبول نہ کریں کہ علی صحابہ میں اعلم اور ان کے سردار ہیں۔

اہل سنت کو اہل بیتؑ کے ممتاز بالعلم ہونے کا اعتراف ہے

۳۔تیسری بات یہ ہے کہ صرف شیعہ ہی اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ ائمہ اہل بیت علم میں امتیازی شان رکھتے ہیں،بلکہ اکثر اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں۔ ا۔پیغمبر کی مشہور حدیث ہے کہ علیؑ مسلمانوں میں اعلم یا صحابہ میں اعلم ہیں اور ان سب سے افضل ہیں))[۱]اور سب سے بڑے قاضی ہیں۔[۲] ۲۔عبداللہ بن مسعود سے حدیث ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا اور ہر حرف کا ظاہر اور باطل ہے اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی کو اس کے ظاہر و باطن کا علم ہے۔[۳]

۳۔ابن عباس کہتے ہیں علیؑ کے پاس ستر ایسے عہد(مجموعہ علمی جسے رسول خداؐ نے عطا فرمایا تھا)ہیں جن میں سے ان کے غیر کو ایک بھی عہد حاصل نہیں ہے۔[۴]

۴۔انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبیؐ نے علیؑ سے کہا کہ امت کے اختلاف کی میرے بعد تم ہی وضاحت کروگے(تمہارے ہی ذریعہ اختلاف ختم ہوگا)[۵]

---

(۱)مستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۵۷، مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۰۱۔۱۰۲،فردوس بما ثور الخطاب ج:۱ص:۳۷۰،مسند احمد ج:۵ص:۲۶، معجم الکبیر ج:۱ص:۹۴،ج:۲۰ص:۲۲۹،المصنف لابن ابی شیبۃ ج:۶ص:۳۷۴۔۳۷۱،المصنف لعبد الرزاق ج:۵ص:۴۹۰،الاحاد و المثانی ج:۱ص:۱۴۲،

(۲)چھٹے سوال کے جواب میں اس کا مدرک گذرچکا ہے

(۳)تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۴۰۰،فیض القدیر ج:۳ص:۴۶،حلیۃ الاولیاء ج:۱ص:۶۵،ینابیع المودۃ ج:۱ص:۲۱۵،ج:۳ص:۱۴۶

(۴)تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۳۹۱،السنۃ لابن ابی عاصم ج:۲ص:۵۶۴،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں، مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۱۳، معجم الصغیر ج:۲ص:۱۶۱،فیض القدیر ج:۴ص:۳۵۷،تھذیب التھذیب ج:۱ص:۳۱۷،تھذیب الکمال ج:۲ص:۳۱۱،ینابیع المودۃ ج:۱ص:۲۳۳،حلیۃ الاولیاء ج:۱ص:۶۸،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں،

(۵)چوتھے سوال کے جواب میں اس کا مدرک گذرچکا ہے

۵۔شافعی کہتے ہیں:علیؑ نہ ہوتے تو باغیوں کے بارے میں حکم معلوم ہی نہ ہوتا۔[۱]

۶۔اور اب تمام باتوں سے اوپر امیرالمومنینؑ کے بارے میں ایک قول مشہور اور متواتر ہے کہ آپؑ ہی شہر علم نبیؐ کا در ہیں۔[۲] نبی کی حکمت کے دروازہ ہیں۔[۳]علم نبیؐ کے وارث ہیں،[۴]علوم کے خزانہ ہیں،[۵]خازن ہیں،[۶]اور ظرف قابل ہیں۔[۷]

۷۔خود امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ مجھے پیغمبرؐ نے علم کے ہزار ابواب تعلیم فرمائے اور ہر باب سے مجھ پر علم کے ہزار باب کھلے۔

اس حدیث کو جمہور اہل سنت نے روایت کیا ہے۔[۸]

---

(۱)صواعق محرقہ ص:۷۹

(۲)چھٹے سوال کے جواب میں اس کا مدرک گذرچکا ہے،اور کتاب الغدیر میں بھی ہے ج:۶ص:۶۱

(۳)سنن ترمذی ج:۵ص:۶۳۷،حدیث خیثمہ ص:۲۰۰،حلیۃ الاولیاء ج:۱ص:۶۴فضائل الصحابہ ج:۲ص:۳۱،تھذیب الاسماء ص:۳۱۹،علل ترمذی للقاضی ص:۳۷۵،فیض القدیر ج:۳ص:۴۶،میزان الاعتدال ج:۵ص:۵۳،ج:۶ص:۳۱،ص:۲۷۹،المجروحین ج:۲ص:۹۴،لسان المیزان ج:۴ص:۱۴۴،ج:۵ص:۱۹،الکامل فی الضعفاء الرجال ج:۵ص:۱۷۷،الکشف الحثیث ص:۲۱۴،تھذیب الکمال ج:۲۱ص:۲۷۷تاریخ بغداد ج:۱۱ص:۲۰۳،علل الدار قطنی ج:۳ص:۲۴۷،سوالات البرذعی ص:۵۱۹،کشف الخفاء ج:۱ص:۲۳۵،

(۴)چھٹے سوال کے جواب میں اس کا مدرک گذرچکا ہے

(۵)تاریخ دمشق ج:۴۲ص:۳۸۵،فیض القدیر ج:۴ص:۳۵۶،میزان الاعتدال ج:۳ص:۴۴۹ الکامل فی الضعفاء الرجال ج:۳ص:۱۰۱،التدوین فی اخبار قزوین ج:۱ص:۸۹،علل متناھیہ ج:۱ص:۲۲۶جامع الصغیر ج:۲ص:۱۷۷،حدیث۵۵۹۳ینابیع المودۃ ج:۱ص:۱۵۹۔۳۸۹۔۳۹۰،ج:۲ص:۷۷۔۹۶،مناقب للخوارزمی ص:۸۷،شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۱۶۵

(۶)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۱۶۵ (۷)کفایۃ الطالب ص:۱۶۷۔۱۶۸،باب۳۷

(۸)کنزالعمال ج:۱۳ص:۱۱۴۔۱۱۵،حدیث:۳۶۳۷۲تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۳۸۵،سیر اعلام نبلاء ج:۸ص:۲۴۔۲۶،البدایۃ و النہایۃ،ج:۷ص:۳۶۰،فتح الباری ج:۵ص:۳۶۳،میزان الاعتدال ج:۲ص:۱۰۴،ج:۴ص:۱۷۴،الکامل فی الضعفاء ج:۲ص:۴۵۰،کشف الحثیث ج:۱ص:۱۶۰،المجروحین ج:۲ص:۱۴،علل متناہیہ ج:۱ص:۲۲۱،درر السمطین ص:۱۱۳،ینابیع المودۃ ج:۱ص:۲۲۲۔۲۳۱

شیخ صدوقؒ نے پانچ طریقوں سے امیرالمومنینؑ سے روایت کیا ہے اور بیس سے زائد طریقوں سے آپ کی اولاد طاہرین میں سے ائمہؑ سے نقل کیا ہے،اس کے ساتھ ہی کچھ الفاظ بھی وارد کئے ہیں،جن سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔(۱)

بصیر کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے اس حدیث کی روایت کی ہے جس نے ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت سنی ہے پھر فرمایا:(ان ہزار ابواب میں سے)سوائے ایک باب کے،دوسروں کے لئے کوئی باب بھی نہیں کھلا صرف ایک باب یا دو باب اور جہاں تک میرا علم ساتھ دیتا ہے ایک ہی باب فرمایا تھا۔(۲)

ابوبصیر کی حدیث میں ہے کہ ان ابواب میں سے قیامت تک لوگوں کو صرف دو حرفوں کا علم حاصل ہوگا۔(۳)

یہ بھی مشہور ہے کہ عمر اور ابوبکر،خاص طور سے عمر پیچیدہ مسائل میں علیؑ ہی کے در پر آتے تھے،ابھی چوتھے سوال کے جواب میں یہ بات گذرچکی ہے کہ ثابت ابن شماس ابن قیس نے علیؑ کی بیعت کے وقت کہا تھا کہ لوگوں سے نہ آپ کا مرتبہ پوشیدہ ہے نہ خود آپ سے آپ کا مرتبہ پوشیدہ ہے،آپ اپنی منزل سے خدا نخواستہ جاہل نہیں ہیں،لوگ جن باتوں کو نہیں جانتے ان کے لئے آپ کے محتاج ہیں اور آپ اپنے علم کی وجہ سے کسی کے محتاج نہیں ہیں۔(۴)

یہاں تک کہ خلیل ابن احمد فراہیدی سے علیؑ کی امامت پر بھرپور دلیل مانگی گئی تو انھوں نے کہا:((احتیاج الکل الیہ و استغناء عن الکل))حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا ثبوت یہ ہے کہ سب علم میں علیؑ کے محتاج ہیں اور علی سب سے بےنیاز ہیں(کسی کے محتاج نہیں)(۵)

----

(۱)الخصاص ص:۱۶۴ (۲)الخصاص ص:۶۴۲۔۲۵۲،

(۳)الخصال ص:۶۴۹

(۴)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۷۹

(۵) معجم رجال الحدیث ج:۸ص:۸۱،خلیل نحوی کی سوانح حیات

تو علیؑ کی معصوم اولاد یعنی ائمہ اہل بیتؑ کو بھی علیؑ کو بھی علیؑ کا علم اسی طرح میراث میں ملا جس طرح علیؑ کو علم پیغمبرؐ میراث میں ملا ہے اور پیغمبرؐ کو انبیائے ماسبق کا علم میراث میں ملا ہے،ائمہؑ علم علیؑ کے وارث علیؑ پیغمبرؐ کے وارث اور پیغمبرؐ علم انبیائے ما لف کے وارث،اسی لئے شیعہ بھی علم دین کی روایت انھیں ائمہ اہل بیتؑ سے نقل کرتے ہیں.

ائمہ اہل بیتؑ کی برکت سے ہی شیعوں کا دینی ماحول اور ثقافتی علمی پروان پڑھتی ہے۔

آپ کے تیسرے سوال کے جواب میں بھی کچھ باتیں عرض کی گئیں جو یہاں پر نفع بخش ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین